محکمہ اوقاف سندھ سے تصدیق شدہ

گلستانِ سعدی

مع فرہنگ

بہ تحشیہ

مولانا قاضی سجاد حسین رحمۃ اللہ علیہ

مُصحّحین

مُفتی مُختار احمد

فاضل ومتخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

ایم اے اسلامک اسٹڈیز انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

قاری طارق حسین

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا تمیز احمد

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

گلستانِ سعدیؒ

محکمہ اوقاف سندھ سے تصدیق شدہ

مع فرہنگ

بہ تحشیہ

مولانا قاضی سجاد حسین رحمۃ اللہ علیہ

مصححین

قاری طارق حسین

اُستاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مفتی مختار احمد

فاضل و متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن،
ایم۔اے اسلامک اسٹڈیز، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

مولانا تمیم احمد

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن

ناشر

GABA

گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مختصر سوانح شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ	۱
۲	دیباچہ ومقدمہ	۳
۳	ذکرِ محامد پادشاہِ اسلام اتابک ابوبکر بن سعد بن زنگی نوراللہ تربتہ	۸
۴	درسبب تالیف کتاب	۱۰
۵	ذکر پادشاہزادۂ جہاں سعد بن ابی بکر بن سعد نوراللہ قبرہٗ	۱۶
۶	ذکرِ امیر کبیر فخرالدین ابی بکر بن ابی نصر اطال اللہ عمرہٗ	۱۷
۷	ذکر تقصیر خدمت وموجب اختیارِ عزلت	۱۹
۸	بابِ اوّل درسیرت پادشاہان	۲۲
۹	باب دوم دراخلاق درویشاں	۷۳
۱۰	حکایت منظوم	۱۱۱
۱۱	حکایت منظوم	۱۱۴
۱۲	باب سوم درفضیلت قناعت	۱۱۸
۱۳	بابِ چہارم درفوائد خاموشی	۱۵۶
۱۴	بابِ پنجم درعشق وجوانی	۱۶۵
۱۵	ابیات	۱۶۹
۱۶	حکایت منظوم	۱۹۷
۱۷	بابِ ششم درضعفِ پیری	۱۹۸
۱۸	حکایتِ منظومہ	۲۰۶
۱۹	بابِ ہفتم درتاثیر تربیت	۲۰۷
۲۰	حکایت جدالِ سعدی بامدعی دربیان توانگری ودرویشی	۲۲۳
۲۱	بابِ ہشتم درآدابِ صحبت	۲۳۵
۲۲	خاتمۃ الکتاب	۲۷۱
۲۳	تاریخ تصنیف گلستاں	۲۷۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مختصر سوانح شیخ سعدی رحمۃ اللہ

آپ کا نام شرف الدین، لقب مصلح الدین اور تخلص سعدی ہے جو کہ آپ نے بادشاہ شیراز اتابک سعد زنگی کے نام کی نسبت سے اختیار کیا۔ اسی کے ہاں آپ کے والد عبداللہ شیرازی ملازم تھے۔ آپ کے سنِ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض ۵۸۹ھ/ ۱۳۳۳ء بیان کرتے ہیں اور بعض اس سے بہت پہلے ۵۷۱ھ قرار دیتے ہیں۔

شیخ کے والد متشرع اور خداترس انسان تھے، گھر میں دینداری کا ماحول تھا۔ لہٰذا بچپن ہی سے انہیں روزہ نماز کے مسائل یاد کرائے گئے تھے اور ابتدائے عمر سے ہی ان میں عبادت، شب بیداری اور تلاوت کلام پاک کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ والد نے ان کی اخلاقی تربیت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن شیخ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کمسنی میں ہی یتیم ہو گئے تھے اور اس کے بعد ان کی والدہ نے ان کی تربیت کی جو شیخ کی جوانی تک زندہ رہیں۔

شیراز اس زمانہ میں ایک اہم علمی مرکز تھا اور اس کے علمی ماحول نے شیخ کے دل میں تحصیلِ علم کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ چناں چہ انہوں نے ابتدائی تعلیم وہیں پائی لیکن اب وہ علاقہ سیاسی ابتری کا شکار ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اعلیٰ تعلیم بغداد جا کر مدرسہ نظامیہ میں حاصل کی۔ اس کے علاوہ وہاں کے مقتدر علماء مثلاً علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ وغیرہ سے بھی کسبِ فیض کیا اور تصوف وسلوک میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ کے مرید ہوئے۔

تذکرہ نویسوں نے ان کی عمر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: تیس برس تحصیلِ علم کی اور تیس برس مختلف ممالک کی سیاحت کی اور بقیہ عمر بیٹھ کر جمعیتِ خاطر اور یادِ الٰہی کا لطف حاصل کیا۔

تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر شیخ نے درویشی اختیار کی اور میدانِ سیاحت میں قدم رکھا، تاکہ دنیا و اہلِ دنیا کا مشاہدہ و مطالعہ کیا جائے اور جو کچھ کتابوں میں پڑھا اس کا تجربہ حاصل کیا

جائے۔ چناں چہ کچھ مدت تک شام اور بیت المقدس کے جنگلوں میں رہے، صعوبتیں جھیل کر لمبے لمبے سفر کیے، چودہ حج کیے جن میں دس پا پیادہ تھے، ملک ملک کی سیر کی حتیٰ کہ ہندوستان بھی آئے۔

طویل سیاحت کے بعد شیخ سعدی رحمۃ اللہ بڑھاپے میں وطن واپس آئے جہاں اب نئے بادشاہ قتلغ خان ابوبکر بن سعد بن زنگی (۶۲۳ - ۶۵۸ ھ) نے امن وامان قائم کرلیا تھا۔ یہ بادشاہ اور اس کا بیٹا شہزادہ سعد بن ابی بکر ''بوستاں'' وہ ''گلستاں'' میں شیخ کے ممدوح ہیں، لیکن شیخ سعدی عام شاعروں کی طرح صرف دعا وثنا پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ساتھ ساتھ کچھ وعظ ونصیحت بھی کرتے جاتے ہیں، اسی لیے سرکاری درباروں میں ان کی خاطر خواہ پذیرائی نہیں ہوتی تھی، لیکن وہ نوجوانی سے ہی اپنے کلام وشاعری کی بدولت عوام اور ذی علم حلقوں میں مقبول ومشہور تھے اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

شیراز واپس آکر شیخ نے شہر سے تین میل دور مقام دلکشا سے کچھ فاصلہ پر پہاڑ کے دامن میں ایک خانقاہ بنوائی اور بقیہ عمر وہیں خلوت گزیں ہو کر گزاری۔ معتقدین وہیں حاضر ہو کر ملاقات کرتے۔ بالآخر آپ اسی خانقاہ میں جواَب سعدیہ کہلاتی ہے تقریباً ۱۲۰ برس کی عمر میں ۶۹۱ ھ میں راہگرائے عالم بقا ہوئے۔ لفظ ''خاص'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے ''بوستان'' بغداد کی تباہی سے ایک سال قبل ۶۵۵ ھ میں نظم کی ہے، اور ''گلستاں'' ۶۵۶ ھ میں تصنیف کی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے قصائد وغزلیات بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کی کلیات تقریباً ۲۰ ہزار ابیات پر مشتمل ہے، لیکن متذکرہ بالا دو تصانیف یعنی ''بوستان'' و ''گلستاں'' اپنے پیرایۂ بیان وطرزِ ادا، فصاحت وبلاغت، روانی وزیبائی، دلربائی وجادو بیانی اور حکمت ومعرفت میں ایسی ہیں کہ نہ صرف فارسی زبان بلکہ کسی اور زبان میں بھی ان کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ان کو تصنیف کیے ہوئے ساڑھے سات سو برس گزر چکے ہیں لیکن یہ آج بھی اسی طرح تعلیم یافتہ لوگوں میں مقبول اور طلبہ ومدارس میں متداول چلی آرہی ہیں اور دنیا کی بہت سی زبانوں میں ان کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ ان دونوں کی خوشبو دنیا میں تادیر اسی طرح مہکتی رہے گی۔

دیباچہ ومقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منت[۱] خدائے[۲] را عزوجل کہ طاعتش موجبِ قربتست،[۳] وبشکر اندرش مزید نعمت[۴] ہر نفسے[۵] کہ فرو میرود مُمِدِّ حیاتست وچوں برمی آید مفرحِ ذات، پس در ہر نفسے دو نعمت موجودست وبر ہر نعمتے شکرے واجب۔

بیت

از دست و زباں کہ برآید کز عہدۂ شکرش بدر آید

اِعۡمَلُوۡۤا[۶] اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا ؕ وَ قَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ۔

قطعہ[۷]

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیرِ خویش عذر بدرگاہِ خدا آورد

[۱] منت: بکسر میم کسی پر احسان جتانا۔ کسی کے احسان کا اقرار کرنا۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں۔ بعض نسخوں میں ''منت'' کہ بعد لفظ ''مر'' بمعنی خاص ہے۔ دوسرے الفاظ کی بہ نسبت خدا کی تعریف کے موقع پر لفظ ''مِنت'' بہت زیادہ مناسب ہے، اس لیے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے یہ صرف حضرتِ حق کے ساتھ خاص ہے۔

[۲] خدائے: اس کی اصل ''خودآ'' بمعنی خود آئندہ ہے، یعنی خود بخود ہو جانے والی ذات۔ اس میں ''یا'' توصیفی ہے، اس ''یا'' کو اشارت بھی کہتے ہیں۔ [۳] آیت: وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ: (سجدہ کرتا رہ اور قریب ہوتا جا) اس ہی مضمون کو ادا کرتی ہے۔ [۴] لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ: (اگر تم ہمارا شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں میں اضافہ کریں گے) اس ہی مضمون کی دلیل ہے اس جملہ میں لفظ ''اندر'' زائد ہے۔ [۵] نفس: بفتحتین سانس اور فا کے سکون کے ساتھ بمعنی روح اور جان۔ ممد بمعنی مددگار۔ جب انسان اندر کو سانس کھینچتا ہے تازہ ہوا روح کو قوی کرتی ہے۔ اور جب سانس باہر نکالتا ہے مستعمل ہوا خارج ہو جانے سے طبیعت خوش ہوتی ہے۔ [۶] اِعۡمَلُوۡا: اے داوٗد کی اولاد! تم شکر ادا کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔ [۷] قطعہ: لغت میں ٹکڑے کو کہتے ہیں، لیکن شعرا کی اصطلاح میں ایسے چند اشعار کو کہیں گے جن میں مطلع نہ ہو، یعنی پہلے شعر کے اول مصرع میں قافیہ نہ ہو۔

ورنہ سزا وارِ خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

بارانِ رحمتِ بے حسابش ہمہ را رسیدہ وخوانِ نعمتِ بے دریغش ہمہ جا کشیدہ پردۂ ناموسِ[1] بندگاں بگناہِ فاحش ندرّد ووظیفۂ روزی بخطائے منکر نبرّد۔

قطعہ

اے کریمے[2] کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خورداری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

فراشِ بادِصبارا گفتہ تافرش زمردیں[3] بگسترد ودایۂ ابرِ بہاری رافرمودتابناتِ نبات را درمہدِ زمین پروردودرختاں رابخلعتِ نوروزی قبائے استبرق دربرگرفتہ واطفالِ شاخ رابہ قدومِ موسمِ ربیع کلاہِ شگوفہ برسرنہادہ عصارۂ[4] نحلے بقدرتِ اوشہدِ فائق شدہ وتخمِ خرمائے بہ تربیتِ اونخلِ باسق گشتہ۔

[1] ناموس: بمعنی ننگ ونام۔آبروعزت۔ بندگان: بندہ کی جمع۔ وظیفہ: وہ چیز جو کسی کو یومیہ ملتی ہے۔

[2] کریمے: کی ''یا'' کو اگر مجہول پڑھا جائے تو ''یا'' موصولہ ہے اور ''کہ'' صلہ ہے، اور اگر ''یا'' کو معروف برائے خطاب پڑھا جائے گا تو تمام مصرعوں میں یکسانیت ضرور پیدا ہوجائے گی، لیکن لفظ ''اے'' کے بعد ''چناں'' مقدر ماننا ہوگا۔ گبر: آتش پرست۔ ترسا: نصاری یعنی عیسائی۔ دوستاں: سے مراد خدا کی اطاعت کرنے والے۔

دشمناں: سے مراد خدا کی نافرمانی کرنے والے۔

[3] فرش زمردین: یعنی گھاس کا فرش۔ گسترد: بصیغۂ ماضی بہ نسبت صیغہ مضارع وگسترانند کے زیادہ مناسب مقام ہے۔

بنات: بنت کی جمع، لڑکی۔ نبات: جڑی بوٹی۔ مہد: گہوارہ۔ خلعت نوروزی: کپڑوں کا وہ جوڑا جو نوروز کے دن بطور انعام دیا جائے۔ نوروز: موسم بہار کا پہلا دن جو ایرانیوں کی عید کا دن ہے۔ استبرق: کپڑے کی ایک قسم ہے جس کو سبز دیبا بھی کہتے ہیں۔

[4] عصارہ: کسی چیز کا نچوڑ۔ نحلے: نحل، شہد کی مکھی۔ نخل وتاک: کھجور کا درخت۔ فائق: برتر وبالا۔ خرما: چھوارہ۔

باسق: بتناور۔ اس عبارت میں چھ جگہ مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف اضافت ہے۔

قطعہ

ابر و باد[1] و مہ و خورشید و فلک در کارند

تا تونانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار

شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

درخبراست[2] ازسرورِ کائنات فخرِ موجودات رحمتِ عالمیاں صفوتِ آدمیاں تتمۂ دورِزماں۔

بیت

شَفِيْعٌ مُطَاعٌ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ قَسِيْمٌ[3] جَسِيْمٌ نَسِيْمٌ وَسِيْمٌ

بیت

بَلَغَ الْعُلىٰ بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجىٰ بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

بیت

چہ غم دیوارِ امت را کہ دارد چوں تو پشتی باں

چہ باک از موجِ بحر آں را کہ باشد نوح کشتی باں

[1] یعنی یہ تمام چیزیں خدا نے انسان کے فائدہ کے لیے پیدا کی ہیں۔ خدا نے اپنی اس تمام مخلوق کو انسان کا فرماں بردار بنادیا ہے۔اب بھی اگر انسان خدا کی فرماں برداری نہ کرے تو بڑے ظلم کی بات ہے۔

[2] درخبراست: یعنی حدیث میں آیا ہے (اشعار کے بعد) ''کہ یکے از بندگان'' اس کا بیان ہے۔

[3] قسیم جسیم نسیم وسیم: چاروں لفظ تقریباً ہم معنی ہیں، یعنی حسین وخوبصورت۔آپ اپنے کمالات کی وجہ سے بلندی پر پہنچے۔اللہ نے آپ کے نورِ جمال سے (کفر کی) تاریکی کو دور فرمایا۔آپ کی ساری ہی خصلتیں عمدہ ہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر درود بھیجو۔

کہ یکے از بندگانِ گنہگار پریشانِ روزگار دستِ انابت [1] بامیدِ اجابت بدرگاہِ خداوند جل وعلا بردارد ایزد تعالیٰ درونظر نکند بازش بخواند بارِ دیگر اعراض [2] فرماید بازش بہ تضرع وزاری بخواند حق سبحانہ وتعالیٰ گوید [3] ''یَا مَلَائِکَتِیْ قَدِ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ عَبْدِیْ وَلَیْسَ لَہٗ غَیْرِیْ'' دعوتش رااجابت کردم وامیدش برآوردم کہ از بسیاریِ دعاوگریۂ بندہ ہمی شرم دارم۔

بیت

کرم بین و لطفِ خداوندگار | گنہ بندہ کردست و او شرمسار

عاکفان [4] کعبۂ جلالش بہ تقصیرِ عبادت معترفند کہ ''مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ'' وواصفانِ حلیۂ جمالش بتحیر منسوب کہ ''مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ۔''

قطعہ

گر کسے وصفِ او زمن پرسد | بیدل [5] از بے نشاں چہ گوید باز

عاشقاں کشتگانِ معشوقند | بر نیاید زکشتگاں آواز

یکے از صاحبدلان [6] بجیبِ مراقبہ فروبردہ بود ودر بحرِ مکاشفہ مستغرق شدہ حالے کہ

[1] انابت: اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اجابت: دعا کی قبولیت۔

[2] اعراض: منہ موڑ لینا۔ تضرع: عجز وانکساری کے ساتھ دعا کرنا۔

[3] اے میرے ملائکہ مجھے اپنے بندہ سے شرم آتی ہے، اس کا میرے سوا کوئی نہیں۔

[4] عاکفاں: عاکف کی جمع، گوشہ نشین۔ ماعبدناک حق عبادتک: ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کرسکے۔ ماعرفناک حق معرفتک: ہم تجھے کماحقہ نہ پہچان سکے۔ [5] بیدل: عاشق۔ بے نشاں: سے مراد حضرت حق تعالیٰ۔ چہ گوید باز: ''باز'' سے مراد دوبارہ، یعنی تعریف کرنے والے جب ابتداءً ہی حیران ہیں دوبارہ کیا کہا جائے۔ یا ''باز'' سے مراد ظاہر ہے، یعنی اس کے بارے میں کھل کر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ [6] صاحبدلان: اہل تصوف، مراد خود سعدی ہیں۔ مراقبہ: کسی چیز کی دیکھ بھال کرنا، یہاں مراقبہ سے مراد یکسوئی کی حالت میں خدا کی طرف دل کو متوجہ کرکے بیٹھنا ہے۔ مکاشفہ: صوفی کے دل کی وہ حالت جس میں اس پر اسرار خداوندی کھل جاتے ہیں۔

از اں معاملت باز آمد یکے از محباں گفت ازیں بوستان کہ بودی چہ تحفہ کرامت کردی اصحاب را گفت بخاطر [1] داشتم کہ چوں بدرختِ گل برسم دامنے پر کنم ہدیۂ اصحاب راچوں برسیدم بوئے گلم چناں مست کرد کہ دامنم از دست برفت۔

قطعہ

اے مرغِ سحر [2] عشق زپروانہ بیاموز | کاں سوختہ را جاں شد وآواز نیامد

این مدعیاں [3] در طلبش بے خبرانند | کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

قطعہ

اے برتر از خیال [4] وقیاس وگماں ووہم | وزہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر | ماہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

[1] خاطر: بکسر طاء، دل۔ جو خیال دل میں آئے۔ ہدیہ: یا کی تشدید وتخفیف دونوں درست ہیں، تحفہ۔ دامنم از دست برفت: ہاتھ سے دامن چھوٹ گیا۔

[2] مرغِ سحر: یعنی بلبل کو پروانہ سے درس عشق حاصل کرنا چاہیے، صبح دم عشق گل میں چہچہانا اور آہیں بھرنا خام کاری ہے۔ کمال عشق پروانہ کو حاصل ہے، جان کھو بیٹھتا ہے اور آہ نہیں بھرتا۔

[3] مدعیاں: راہِ عشق میں ڈینگیں مارنے والے۔ دوسرا مصرع پہلے مصرع کی دلیل ہے۔

[4] خیال: وہ صورت جو کوئی سوتے ہوئے دیکھے یا وہ تصور جو جاگتے ہوئے باندھے۔ قیاس: دو چیزوں میں اندازہ لگانا۔ یعنی جو کچھ لوگوں نے خدا کے بارے میں کہا ہے اور جو ہم نے سنا اور پڑھا ہے، اس سے اور ہمارے خیال وقیاس گمان ووہم کی حدود سے خدا وراء الوراء ہے۔ شعر:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا | بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

ذکرِ محامدِ[1] پادشاہِ اسلام اتابک

ابوبکر بن سعد بن زنگی نور اللہ تربتہ

ذکرِ جمیلِ سعدی کہ در افواہِ[2] عوام افتادہ است وصیتِ سخنش کہ در بسیطِ زمیں رفتہ و قصب الجیب حدیثش کہ ہمچو شکر می خورند و رقعۂ منشِ آتش[3] کہ ہمچو کاغذِ زر میبرند بر کمالِ فضل و بلاغتِ او حمل نتواں کرد، بلکہ خداوندِ جہاں و قطبِ دائرۂ زماں و قائم مقامِ[4] سلیمان و ناصرِ اہلِ ایمان اتابکِ اعظم مظفر الدنیا والدین ابوبکر بن سعد زنگی ظِلُّ[5] اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اَرْضِہٖ رَبِّ اِرْضَ عَنْہُ وَاَرْضِہٖ بہ عینِ عنایت نظر کردہ است و تحسینِ بلیغ فرمودہ و ارادتِ صادق نمودہ، لاجرم کافۂ انام از خواص و عوام بہ محبتِ او گرائیدہ اند کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔[6]

رباعی

زانگہ[7] کہ ترا بر منِ مسکیں نظرست   آثارم از آفتاب مشہور ترست
گر خود ہمہ عیبہا بدیں بندہ درست   ہر عیب کہ سلطاں بہ پسندد ہنرست[8]

---

[1] محامد: محمدۃ کی جمع، تعریف۔ اتابک: نگہبان اور ادب سکھانے والا۔ شاہانِ شیراز اتابک اس بناء پر کہے جاتے تھے کہ ان کا مورثِ اعلیٰ سعد بن زنگی سنجر کے یہاں اتالیق تھا۔ نور اللہ تربتہ: خدا اس کی قبر کو نور سے بھرے۔ شیخ مصلح الدین نے سعد بن ابی بکر بن سعد بن زنگی کے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص سعدی قرار دیا ہے۔

[2] افواہ: فوہ کی جمع، منہ۔ صیت: شہرت۔ قصب الجیب: گنا۔ [3] رقعہ منشِ آتش: یعنی انشاء پردازی کے خطوط۔

[4] قائم مقام سلیمان: حضرت سلیمان علیہ السلام کا پایہ تخت بھی شیراز تھا۔ [5] خدا کی سرزمین پر خدا کا سایہ۔ اے خدا تو اس سے راضی رہ اور اس کو خوش رکھ۔ [6] رعایا بادشاہ کے مذہب پر چلتی ہے، یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔

[7] زانگہ: یعنی اس وقت سے۔ آثار: اثر کی جمع، نشان۔ یہاں سعدی کا کلام مراد ہے۔ [8] ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنرست: جس عیب کو بادشاہ پسند کرے وہ ہنر شمار ہونے لگتا ہے۔ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن۔

قطعہ

گِلے[1] خوشبوئے در حمام روزے   رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری[2]   کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم   ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد   وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اَللّٰھُمَّ[3] مَتِّعِ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ حَیَاتِہٖ، وَضَاعِفْ ثَوَابَ جَمِیْلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ، وَارْفَعْ دَرَجَ اَوِدَّائِہٖ، وَوُلَاتِہٖ، وَدَمِّرْ عَلٰی اَعْدَائِہٖ وَشُنَاتِہٖ بِمَا تُلِیَ فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ اٰیَاتِہٖ، وَاٰمِنْ بَلَدَہٗ یَا رَبِّ، وَاحْفَظْ وَلَدَہٗ۔

قطعہ

لَقَدْ[4] سَعِدَ الدُّنْیَا بِہٖ دَامَ سَعْدُہٗ   وَاَیَّدَہُ الْمَوْلٰی بِاَلْوِیَتِہِ النَّصْرِ
کَذَالِکَ تَنْشَأُ لِیْنَۃٌ ھُوَ عِرْقُھَا   وَحُسْنُ نَبَاتِ الْاَرْضِ مِنْ کَرَمِ الْبَذْرِ

ایزد تعالیٰ و تقدس خطۂ پاکِ شیراز را بہ ہیبتِ حاکمانِ عادل و ہمتِ عالمانِ عامل تا

---

[1] گلے خوشبوئے: ملتانی مٹی کو عرق گلاب وغیرہ سے گوندھ کر حمام میں رکھ دیتے تھے، تاکہ نہاتے وقت اس سے سر دھو سکیں۔

[2] عبیر: ایک قسم کی مرکب خوشبو ہے جو صندل و گلاب و مشک و زعفران سے ملا کر بنائی جاتی ہے۔ پورا قطعہ بطور تمثیل بیان کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ میں اگرچہ ہیچمدان ہوں لیکن بادشاہ کی نظرِ عنایت نے مجھے اوجِ کمال پر پہنچا دیا ہے۔

[3] اے اللہ اس (بادشاہ) کی زندگی دراز فرما کر مسلمانوں کو نفع پہنچا اور اس کی نیکیوں اور خوبیوں کا اس کو دوگنا بدلہ عنایت فرما اور اس کے دوستوں اور حاکموں کے مراتب بلند فرما اور اس کے دشمنوں اور بدخواہوں پر ہلاکت نازل فرما قرآن کی ان آیتوں کی برکت سے جن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اے اللہ اس کی مملکت کو پرامن رکھ۔ اور اس کے لڑکے کی نگہبانی فرما۔ [4] دنیا اس (بادشاہ) کی وجہ سے نیک بخت بنی، خدا کرے اس بادشاہ کی نیک بختی قائم رہے اور حضرت حق فتح مندی کے جھنڈوں سے اس کی تائید فرمائیں۔ اسی طرح نشوونما پائے گا وہ درخت (یعنی صاحبزادہ) جس کی وہ (بادشاہ) جڑ ہے۔ زمین کی پیداوار کی خوبی بیج کی عمدگی پر ہے۔

زمانِ قیامت درامانِ سلامت نگهدارد۔

قطعه

اقلیم[1] پارس راغم از آسیبِ دهر نیست تا برسرش بود چو تو اے سایهٔ خدا
امروز کس نشاں ندهد در بسیطِ خاک مانندِ آستانِ درت مامنِ[2] رضا
برتست پاسِ خاطرِ بیچارگان وشکر[3] بر ما و برخدائے جهاں آفرین جزا
یارب زبادِ فتنه نگهدار خاکِ پارس چندانکه خاک را بود و باد را بقا

درسببِ تالیفِ[4] کتاب

یک شب تاملِ ایامِ گزشته می کردم و برعمرِ تلف کرده تاسف می خوردم وسنگلاخهٔ دل را بالماسِ آبِ دیده می سفتم واین بیتها مناسبِ حالِ خودمی گفتم۔

مثنوی

هر دم[5] از عمر می رود نفسے چوں نگه می کنم نماند بسے
اے که پنجاه رفت ودر خوابی مگر ایں پنجروز دریابی

۱۔ اقلیم: زمین کاایک چوتھائی حصہ جو پانی سے باہر ہے، ربع مسکون کہلاتا ہے، اس ربع مسکون کے سات حصّے فرض کیے گئے ہیں اور ہر حصہ کو اقلیم کہا جاتا ہے۔ پارس: ایران کے علاقہ کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ علاقہ پارس بن پہلو بن سام بن نوح کی مملکت رہا ہے، اس لیے اس ہی کے نام سے مشہور ہوگیا ہے۔ سایۂ خدا: بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔

۲۔ مامن: جائے پناہ۔ رضا: خوشنودی۔ نیز مامن رضا سے امام علی موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ وشکر: کا تعلق ''برما'' سے ہے۔ ۴۔ تالیف: جمع کرنا۔ تلف: ہلاک کرنا۔ تاسف: افسوس کرنا۔ سنگلاخۂ دل: سنگ پتھر۔ لاخ ولاخہ: کثرت کے اظہار کے لیے مستعمل ہوتے ہیں جس سے جمع کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں، لہٰذا ''دل کے پتھروں'' ترجمہ ہوگا۔ بعض نسخوں میں ''سنگ سراچہ'' ہے۔ سراچہ یعنی چھوٹی سرائے۔ الماس: ہیرا۔ یہ فولاد سے بھی سخت ہے۔ لہٰذا اکثر جواہر اس سے تراشے جاتے ہیں۔

۵۔ ہردم: ہرزمانہ۔ نگہ: فکر۔ بسے: زیادہ۔ پنجروز: یعنی زندگی کے باقی ماندہ تھوڑے سے دن۔

خجل آنکس که رفت و کار نساخت کوسِ رحلت زدند و بار نساخت
خوابِ نوشیں بامدادِ رحیل باز دارد پیاده را زسبیل
هر که آمد عمارتے نو ساخت رفت و منزل بدیگرے پرداخت
واں دگر پخت همچنیں هوسے ویں عمارت بسر نبرد کسے
یارِ[1] ناپائدار دوست مدار دوستی را نشاید ایں غدار
مادهٔ[2] عیشِ آدمی شکم است تا بتدریج میرود چه غم است
گر[3] به بندد چنانکه نکشاید گر دل از عمر برکند شاید
ورکشاید. چنانکه نتواں بست گو بشو از حیاتِ دنیا دست
چارِ طبعِ مخالف و سرکش چند روزے بوند باهم خوش
گر یکے زیں چهار شد غالب جانِ شیریں برآید از قالب
لا جرم مردِ عارفِ کامل نه نهد بر حیاتِ دنیا دل

= کوسِ رحلت: روانگی کا نقارہ۔ خوابِ نوشین: میٹھی نیند۔ بدیگرے پرداخت: دوسرے کے لیے خالی کردے۔
ہوس پُختن: خیالی پلاؤ پکانا۔ بسر نبرد: مکمّل نہ کی۔

۱۔ یار ناپائدار: سے مراد دنیا ہے۔ غدار: دھوکہ باز۔

۲۔ مادۂ عیش: زندگانی کا مدار۔ تابتدریج میرود: یعنی جب تک پیٹ کا حال اعتدال پر ہے۔

۳۔ گر بہ بندد: یعنی اگر قبض پڑ جائے۔ ورکشاید: یعنی اگر دست آنے لگیں۔ چار طبع: حرارت، برودت، رطوبت، یبوست۔ آدمی کا مزاج انہی چاروں سے مل کر بنا ہے اور یہ آپس میں متضاد ہیں۔ جان شیریں از قالب برآید: یعنی آدمی مرجائے۔ لاجرم: یقیناً۔

نیک و بد چوں ہمی بباید مرد   خنک[1] آنکس کہ گوئے نیکی برد
برگِ عیشے بگورِ خویش فرست   کس نیارد زپسِ توپیش فرست
عمر برف ست و آفتاب تموز   اند کے ماند و خواجہ غرہ ہنوز
اے تہی دست رفتہ در بازار   ترسمت پُر نیاوری دستار
ہر کہ مزروعِ خود خورد بخوید[2]   وقتِ خرمنش خوشہ باید چید
پندِ سعدی بگوشِ دل بشنو   رہ چنیں ست مرد باش و برو

بعدازتامل[3] مصلحت آں دیدم کہ درنشیمنِ عزلت نشینم ودامنِ صحبت فراہم چینم ودفتر از گفتارہاے پریشاں بشویم ومن بعد پریشاں نگویم۔

بیعت

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صُمٌّ[4] بُکمٌ   بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

تا یکے از دوستاں کہ در کجاوہ ہم نشینِ من بودے ودرحجرہ جلیس برسمِ قدیم از در درآمد چندانکہ نشاطِ ملاعبت کردوبساطِ مداعبت گستردجوابش نہ گفتم وسراززانوئے تعبد برنگرفتم رنجیدہ نگہ کردوگفت۔

---

[1] خنک: خوش وکامیاب۔ گوئے نیکی برد: نیکی کے میدانِ عمل میں بازی جیت لے گیا۔ برگ: سازوسامان۔
عیشی: خوشی، مرادنیک کام۔ کس نیاردزپس: یعنی مرنے کے بعد وارث کوئی فائدہ نہ پہنچاسکے گا، تو ہی مرنے سے پہلے آخرت کا توشہ تیار کرلے۔ تموز: رومی مہینہ کا نام ہے جو ہندوستانی حساب سے پندرہویں اساڑھ سے شروع ہوکر پندرہویں ساون پر ختم ہوتا ہے، یہ مہینہ ایران وغیرہ میں گرمی کی شدت میں ضرب المثل ہے۔ غرّہ: فریب خوردہ۔
پرنیاوری دستار: یعنی بازارقیامت میں اگرنیکیوں سے خالی ہاتھ جائے گا رومال بھر کر سودا خرید کر نہ لاسکے گا۔

[2] خوید: کچی۔ یعنی جوشخص اپنا کچا کھیت کھا جائے گا۔ کھیتی کٹتے وقت اس کوفقیروں کی طرح خوشہ چینی کرنی پڑے گی۔

[3] تامل: غوروفکر کرنا۔ نشیمن: بکسرنون ویامجہول وفتح میم، گوشہ، مختصر گھر۔ عزلت: تنہائی وبے کاری۔
من بعد: اس کے بعد۔

[4] صُمٌّ: اصم کی جمع، بہرہ۔ بُکمٌ: ابکم کی جمع، گونگا۔ فارسی میں عربی الفاظ کی جمع مفرد کے معنی میں مستعمل ہوجاتی ہے۔
زبانش اندرحکم نباشد: یعنی زبان پرقابونہ ہو۔ کجاوہ: محمل۔ جلیس ہمنشیں: ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا۔ نشاط: خوشی۔
ملاعبت: کھیل کود۔ مداعبت: مذاق، دل لگی۔ زانوئے تعبد: اس طرح بیٹھنا جس طرح نماز میں التحیات کے لیے بیٹھا جاتا ہے۔

قطعہ

بگو اے برادر بلطف و خوشی   کنونت[1] کہ امکانِ گفتار ہست
بحکمِ ضرورت زباں در کشی   کہ فردا چو پیکِ اجل[2] در رسد

کسے ازمتعلقانِ منش[3] برحسبِ واقعہ مطلع گردانید کہ فلاں عزم کردہ است ونیتِ جزم کہ بقیتِ عمر معتکف نشیند وخاموشی گزیند تونیز اگرتوانی سرِ خویش گیرومجانبت پیش، گفتابعزتِ عظیم وصحبتِ قدیم کہ دم برنیارم وقدم برندارم مگرآنگہ کہ سخن گفتہ شود بعادتِ مالوف وطریقِ معروف کہ آزردنِ دل دوستاں جہل است وکفارتِ یمین سہل، خلافِ راہ صواب ست وعکسِ رائے اولی الالباب ذوالفقارِ علیؓ درنیام وزبانِ سعدی درکام۔

قطعہ

کلید درِ گنج صاحب ہنر   زباں ''در دہاں'' خردمند چیست
کہ جوہر فروش ست یا پیلہ ور[4]   چو در بستہ باشد چہ داند کسے

قطعہ

بوقتِ مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی   اگرچہ پیشِ خردمند خامشی ادب ست

---

[1] کنونت: یعنی اکنون، برائے تو۔ امکان: طاقت۔ [2] پیک اجل: ملک الموت۔ زباں درکشی: یعنی تو خاموش ہوجائے گا۔ [3] منش: یعنی من اش۔ حسب: بفتحتین، اندازہ، کسی چیز کا شمار۔ واقعہ: حال، ماجرا۔ فلاں: بضم الفاء، کسی غائب چیز سے کنایہ ہوتا ہے۔ عزم: بفتح عین، ارادہ۔ جزم: پختہ۔ سر: خیال۔ مجانبت علیحدگی۔
گفتا: الف تحسین کلام کے لیے ہے۔ بعزتِ عظیم: خدا کی بزرگی کی قسم۔ دم برنیارم: یعنی جب تک سعدی گفتگو نہ شروع کردے گا میں نہ سانس لوں گا، نہ ٹلوں گا۔ کفارت: قسم۔ سہل: یعنی قسم توڑنے کا بدلہ دے دینا آسان ہے۔
خلاف راہ صواب ست: یعنی تلوار کا نیام میں رکھے رہنا اور سعدی کا زبان کو تالو سے چمٹائے رکھنا (بات نہ کرنا) کسی طرح بھی درست نہیں۔ ذوالفقار: اس تلوار کا نام تھا جو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی تھی۔

[4] پیلہ ور: بساطی۔

دو چیز طیرۂ[1] عقل ست دم فروبستن بوقتِ گفتن و گفتن بوقتِ خاموشی

فی الجملہ[2] زباں از مکالمتِ او درکشیدن قوت نداشتم و روئے از محادثت بگردانیدن مروت ندانستم کہ یارِ موافق بود ومحبِّ صادق۔

بیت

چو جنگ آوری باکسے برستیز کہ ازوے گزیرت بود یا گریز

بحکمِ ضرورت سخن گفتم وتفرج کناں بیروں رفتم در فصلِ ربیعے کہ صولتِ برد آرمیدہ بود واوانِ دولتِ ورُد رسیدہ۔

قطعہ

اولِ اردی بہشتِ ماہِ[3] جلالی بلبل گویندہ بر منابرِ قضباں

بر گلِ سرخ از نم اوفتادہ لآلی ہمچو عرق بر عذارِ شاہدِ غضباں

شب رابوستاں بایکے از دوستاں اتفاقِ مبیت[4] افتاد موضعے خوش وخرم ودرختان دلکش و درہم گفتی کہ خردۂ مینا برخاکش ریختہ وعقدِ ثریا ازتاکش آویختہ۔

۱۔ طیرہ: عیب۔ برائی۔ یعنی بات کہنے کے وقت خاموشی اور خاموشی کے وقت بکواس کرنا عقل کی خرابی کی دلیل ہے۔

۲۔ فی الجملہ: بالقصہ، الغرض۔ بات کے خلاصے کے معنی میں آتے ہیں۔ مکالمت: محادثت، آپس میں باتیں کرنا۔

گزیر: چارہ۔ گریز: ضروری۔ گریز: گریختن، یعنی بھاگنے کا حاصل مصدر۔ یعنی ایسے آدمی سے لڑو جس پر غالب آسکو، یا کم ازکم بچ کر بھاگ سکو۔ تفرج: سیر وتماشا۔ صولت: دبدبہ۔ برد: ٹھنڈک۔ اوان: زمانہ۔

ورد: گلاب کا پھول۔ اردی بہشت ماہ: ارد بمعنی مانند۔ بہشت: جنت۔ مجموعہ ایک مہینہ کا نام ہے، اس مہینہ میں زمین پھولوں کی کثرت سے جنت نظیر ہوجاتی ہے، اسی بنا پر اس مہینہ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ ہندی حساب سے یہ مہینہ آخر بیساکھ اور ابتداء جیٹھ میں آتا ہے۔ شمسی مہینوں کے آخر میں لفظ "ماہ" لگادیا جاتا ہے: فروردین ماہ، آزر ماہ۔

۳۔ جلالی: جلال الدین شاہ سلجوق کی طرف منسوب ہے۔ اور یہی تاریخ شیخ سعدی رحمہ اللہ کے زمانہ میں بہ لحاظ سن رائج تھی۔ اس لئے اس سن کو سن جلالی کہتے ہیں۔ اور یہ سالِ جلالی ۳۶۵ دن اور ۴۹ دقیقہ کا شمار ہوتا ہے۔ منابر: ممبر کی جمع۔

قضباں: قضیب کی جمع بمعنی شاخ۔ لآلی: لؤلؤ کی جمع، موتی۔ عذار: رخسار۔ شاہد: معشوق۔

۴۔ مبیت: رات گزارنا۔ درہم: گنجان۔ خردۂ مینا: سبز کانچ کے ٹکڑے، مراد سبزہ زار۔ عقدِ ثریا: پروین جو چھ ستاروں کا مجموعہ ہے۔ عقد ثریا سے انگور کے خوشے مراد ہیں۔

قطعہ

رَوْضَۃٌ[1] مَاءُ نَھْرِھَا سَلْسَالٌ دَوْحَۃٌ سجعُ طَیْرِھَا مَوْزُوْنٌ

آں پر از لالہ ہائے رنگارنگ ویں پر از میوہ ہائے گوناگوں

باد در سایۂ درختانش گسترانید فرشِ بوقلموں

بامداداں[2] کہ خاطرِ باز آمدن بررائے نشستن غالب آمد، دیدمش دامنے گل وریحان و سنبل[3] وضیمراں فراہم آوردہ، وآہنگِ رجوع کردہ، گفتم گلِ بوستاں راچنانکہ دانی بقائے و عہدِ گلستاں راوفائے نباشد، وحکیماں گفتہ اند ہرچہ نپاید دلبستگی رانشاید، گفت طریق چیست گفتم برائے نزہتِ[4] ناظراں وفسحتِ حاضراں کتابِ گلستاں توانم تصنیف کردن کہ بادِ خزاں رابرورقِ اودستِ تطاول[5] نباشد وگردشِ زماں عیشِ ربیعش رابہ طیشِ خریف مبدّل نکند۔

قطعہ

بچہ کار آیدت زگل طبقے[6] از گلستانِ من ببر ورقے

گل ہمیں پنج روز شش باشد ویں گلستاں ہمیشہ خوش باشد

۱۔ یہ ایسا باغیچہ ہے جس کی نہر کا پانی ٹھنڈا میٹھا ہے، یہ ایسا درخت ہے جس کی چڑیوں کا گانا بڑا موزوں ہے۔

۲۔ بامداداں: صبح کا وقت۔ بامداد صبح کو کہتے ہیں، الف ونون وقت کے معنی پیدا کرنے کے لیے بڑھادیا جاتا ہے، جیسے نیم شباں: آدھی رات کا وقت۔ خاطر: خیال۔ دیدمش: کی ضمیر اس ہی دوست کی طرف لوٹتی ہے۔

ریحان: نازبو اور ہر قسم کا خوشبودار پھول سوائے گلاب کے۔

۳۔ سنبل: بالچھڑ۔ ضیمران: ایک قسم کا پھول ہے۔ آہنگ: قصد۔

۴۔ نزہت: پاکیزگی، خوشحالی۔ فسحت: وسعت وکشادگی۔ گلستاں: پھول کی جگہ، باغیچہ۔

۵۔ تطاول: دست درازی، ظلم۔ عیش: زندگانی، خوشی۔ طیش: تندی وتیزی۔ خریف: موسم خزاں۔

۶۔ طبق: رکابی، پھول کی ٹوکری۔

حالے[1] کہ من ایں حکایت بگفتم دامنِ گل بریخت ودردامنم آویخت کہ اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی۔ فَصْلے دوہُماں روز اتفاقِ بیاض افتادہ درحسنِ معاشرت وآدابِ محاورت درلباسے کہ متکلماں رابکار آید ومترسّلاں رابلاغت افزاید فی الجملہ ہنوز از گلستان بقیّتے ماندہ بود کہ ''کتاب گلستان'' تمام شدوَ اللّٰہُ اَعْلَمُ وَ اَحْکَمُ بِالصَّوَابِ۔

ذکرِ پادشاہزادۂ جہاں سعدبن ابی بکر بن سعد نَوَّرَ اللّٰہُ قبرہٗ

وتمام آنگہ[2] شود بحقیقت کہ پسندیدہ آید دربارگاہِ جہاں پناہ سایۂ کردگار پرتوِ لطفِ پروردگار وذخرِ[3] زماں وکہفِ اماں اَلْمُوَیَّدُ مِنَ السَّمَاءِ اَلْمَنْصُوْرُ عَلَی الْاَعْدَاءِ عَضُدُ الدَّوْلَۃِ الْقَاھِرَۃِ سِرَاجُ الْمِلَّۃِ الْبَاھِرَۃِ جَمَالُ الْاَنَامِ مَفْخَرُ الْاِسْلَامِ سَعْدُ بْنُ الْاَتَابِکِ الْاَعْظَمِ شَہَنْشَاہُ الْمُعَظَّمُ مَالِکُ

[1] حالے: فوراً۔ دردامنم آویخت: مجھے چمٹ گیا۔

[2] اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی: شریف انسان جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے۔ فصل: جدا۔ مراد ایک حکایت یا ایک قصہ۔ حسن معاشرت: رہن سہن کی خوبی۔ آدابِ محاورت: بات چیت کا سلیقہ۔

متکلمان: علماء۔ مترسّلاں: انشاء پردازاں۔ فی الجملہ: یعنی موسم گل ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ گلستان کتاب کی تصنیف مکمل ہوگئی۔ وتمام آنگہ شود: یعنی گلستاں بظاہر اگرچہ مکمل ہوگئی، لیکن حقیقتاً تب ہی مکمل سمجھی جائے گی جب بادشاہ اس کو پسند فرمالے اور شہزادہ اس کا مطالعہ کرے۔ دربارگاہ جہاں پناہ: اس جملہ سے ''مفخر الاسلام'' تک سعد بن اتابک شہزادہ کی تعریف ہے، اور ''الاتابک الاعظم'' سے ''مظفر الدین'' تک ابوبکر بادشاہ کی تعریف ہے جو سعد کا باپ ہے۔

[3] ذخر: ذخیرہ۔ کہف: غار، جائے پناہ۔ الموید من السماء: جس کو آسمانی تائید حاصل ہے۔

المنصور علی الاعداء: دشمنوں پر فتح یاب ہے۔ عضد الدولۃ القاھرۃ: بڑی سلطنت کا قوت بازو۔

سراج الملۃ الباھرۃ: روشن مذہب کا چراغ۔ جمال الانام: مخلوق کی زینت۔ مفخر السلام: اسلام کے لیے باعث فخر۔

الاتابک الاعظم: بڑا اتالیق۔ شہنشاہ المعظم: بڑا بادشاہ۔

رِقَابِ الْاُمَمِ[1] مَوْلٰی مُلُوْکِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ سُلْطَانُ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَارِثُ مُلْکِ سُلَیْمَانَ مُظَفَّرُ الدِّیْنِ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زَنْگِیْ اَدَامَ اللّٰہُ اِقْبَالَھُمَا وَضَاعَفَ اِجْلَالَھُمَا وَجَعَلَ اِلٰی کُلِّ خَیْرٍ مَاٰلَھُمَا۔ بکرشمۂ لطفِ خداوندی مطالعہ فرماید۔

قطعہ

گر التفاتِ خداوندیش بیاراید / نگار[2] خانۂ چینی ونقش ارژنگیست
امید ہست کہ روئے ملال درنکشد / ازیں سخن کہ گلستاں نہ جائے دل تنگیست
علی الخصوص کہ دیباچۂ[3] ہمایونش / بنامِ سعد ابو بکر سعد بن زنگیست

ذِکرِ امیرِ کبیر فخر الدّین ابی بکر بن ابی نصر اَطَالَ اللّٰہُ عُمُرَہٗ

دیگر[4] عروسِ فکر من از بے جمالی سر بر نیارد، ودیدۂ یاس از پشتِ پائے خجالت برندارد، ودر زمرۂ صاحب نظراں متحلّی نشود، مگر آنگہ کہ متحلّی گردد بزیورِ قبولِ امیرِ کبیر عالمِ عادل مظفّر ومنصور ظہیرِ سریرِ سلطنت مشیرِ تدبیرِ مملکت کَھْفُ الْفُقَرَاءِ مَلَاذُ الْغُرَبَاءِ مُرَبِّی الْفُضَلَاءِ مُحِبُّ الْاَتْقِیَاءِ اِفْتِخَارِ آلِ پارس یَمِیْنُ الْمُلْکِ مَلِکُ الْخَوَاصّ بَارْبَک فَخْرُ الدَّوْلَۃِ وَالدِّیْنِ

[1] مالک رقاب الامم: امتوں کی گردنوں کا مالک۔ مولیٰ ملوک العرب والعجم: عرب وعجم کے بادشاہوں کا آقا۔ سلطان البر والبحر: خشکی وتری کا بادشاہ۔ وارث ملک سلیمان: سلیمان علیہ السلام کے ملک کا وارث۔ مظفر الدین والدنیا: دین ودنیا میں کامیاب۔ ادام اللہ اقبالھما: خدا ان دونوں کا (ہمیشہ) اقبال قائم رکھے۔ وضاعف اجلالھما: اور ان دونوں کی عظمت کو دوگنا فرمائے۔ وجعل الی کل خیر مالھما: اور ہر بہتری کی طرف ان کا انجام کار ہو۔

[2] نگارخانۂ چینی: چینی تصویر گھر۔ چین کے نقاش مشہور تھے ارژنگ وارتنگ: نقاش کا نام ہے۔ یا مشہور نقاش مانی کے نقاشی کے مجموعہ کا نام ہے۔ [3] دیباچہ: دیبا مشہور ومعروف قیمتی کپڑا ہے۔ چہ: تصغیر کی علامت ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصہ کو چونکہ منقش ومزین کر کے لکھا جاتا ہے اس لیے اس کو دیباچہ کہا جانے لگا۔ سعد ابوبکر سعد: یعنی سعد ابن ابوبکر ابن سعد ابن زنگی [4] دیگر: علاوہ ازیں۔ بعض نسخوں میں ''بکر'' ہے: دوشیزہ لڑکی۔ عروس: بفتح عین وضم راء، دولہا دولہن۔ یاس: ناامیدی۔ بعض نسخوں میں لفظ ''پاس'' ہے بمعنی پاس ادب۔ زمرہ: جماعت، گروہ۔ متحلّی: روشن۔ متحلّی: آراستہ، مزین۔ ظہیر: مددگار۔ ملاذ: جائے پناہ۔ افتخار آل پارس: یعنی فخر قوم۔ یمین الملک: حکومت کا دستِ راست۔ مَلِکُ الخواص: مقربان بارگاہ کا بادشاہ۔ باربک: لقب ہے۔ ''بک'' ترکی لفظ ''بیگ'' کا مخفف ہے بمعنی صاحب وسردار۔ ''بار'' بمعنی حضوری۔ لہٰذا وزیر حضوری کو باربک کا لقب دے دیا جاتا ہے۔

غیاثُ[1] الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ عُمْدَۃُ الْمُلُوْکِ وَالسَّلَاطِیْنِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ نَصْرٍ اَطَالَ اللّٰہُ عُمْرَہٗ وَاَجَلَّ قَدْرَہٗ وَشَرَحَ صَدْرَہٗ وَضَاعَفَ اَجْرَہٗ کہ ممدوحِ اکابرِ آفاق ست و مجموعِ مکارمِ اخلاق۔

شعر

ہر کہ[2] در سایۂ عنایتِ اوست — گنہش طاعتست و دشمن دوست

بر ہر یک از سائرِ بندگاں وحواشی خدمتے متعیّن ست کہ اگر در ادائے برخے ازاں تہاون و تکاسل رَوادارند در معرضِ خطاب آیند و در محلِ عتاب مگر براں طائفۂ درویشاں کہ شکرِ نعمتِ بزرگاں برایشاں واجب ست و ذکرِ جمیل و دعائے خیر و ادائے چنیں خدمت در حدِ غیبت اولیٰ ترست کہ در حضور ایں بہ تصنّع نزدیک ست وآں از تکلف دور و باجابت مقرون۔

قطعہ

پشتِ[3] دوتائے فلک راست شد از خرمی — تا چو تو فرزند زاد مادرِ ایام را
حکمتِ محض ست گر لطفِ جہاں آفریں — خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را

---

[1] غیاث: مددگار۔ عمدۃ: معتمد علیہ۔ اطال اللہ عمرہ: خدا اس کی عمر دراز کرے۔ واجل قدرہ: اور اس کا مرتبہ بلند کرے۔ وشرح صدرہ: اور اس کا سینہ کھول دے (خدا اس کو خوش رکھے) وضاعف اجرہ: اور اس کو دوگنا ثواب دے۔

[2] ہر کہ: یعنی جو شخص اس کے زیرِ سایہ ہے اس کی برائی بھی بھلائی شمار ہوگی۔ اور اس کا دشمن بھی دوستی ظاہر کرنے پر مجبور ہوگا۔

حواشی: حاشیہ کی جمع، خدمت گزار۔ برخے: تھوڑی سی۔ تہاون: سستی۔ تکاسل: کاہلی۔ خطاب: گفتگو۔ یہاں غصہ مراد ہے۔ طائفہ: گروہ۔ ادائے چنیں خدمت: یعنی پیٹھ پیچھے دعا کرنا بہتر ہے۔ آمنے سامنے دعا دینے میں ایک قسم کی بناوٹ ہوتی ہے۔ پیٹھ پیچھے کی دعا تصنّع سے خالی ہوتی ہے اور فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

[3] پشت دوتائے فلک: یعنی مصیبت زدہ کی کمر جو آسمان کے جور و ستم سے دوہری ہوگئی تھی یا آسمان کی دوہری کمر۔ زاد: لازم ہے، یعنی پیدا ہوا۔ حکمت محض ست: خبر ہے، بعد کا جملہ شرطیہ مبتدأ ہے۔ یعنی عام لوگوں کی اصلاح حال کے لیے اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو مخصوص فرما لیتے ہیں تو یہ ان کی حکمت محض ہے۔

دولتِ جاوید[1] یافت ہر کہ نکونام زیست — کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کند نام را
وصفِ ترا گر کند ور نکند اہلِ فضل — حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

ذکرِ تقصیرِ خدمَت وَمُوجبِ اختیارِ عُزلَت

تقصیر[2] و تقاعدے کہ در مواظبتِ خدمتِ بارگاہِ خداوندی می رود بنا برآنست کہ طائفہ از حکمائے ہندوستان در فضائلِ بزرجمہر سخن می گفتند بآخر جزیں عیبش ندانستند کہ در سخن گفتن بطئ ست یعنی درنگ بسیار ہمی کند و مستمع را بسے منتظر می باید بود تا وے تقریر سخنے کند بزرجمہر بشنید و گفت اندیشہ کردن کہ چہ گویم بہ از پشیمانی خوردن کہ چرا گفتم۔

نظم

سخندانِ[3] پروردہ پیر کہن — بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تأمل بگفتار دم — نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش وانگہ برآور نفس — وزاں پیش بس کن کہ گویند بس
بہ نطق آدمی بہترست از دواب — دواب از تو بہ گر نگوئی صواب

فکیف در نظرِ اعیان[4] حضرتِ خداوندی عَزَّ نَصْرُہٗ کہ مجمعِ اہلِ دل ست و مرکزِ علمائے متبحر[4] اگر در سیاقتِ سخن دلیری کنم شوخی کردہ باشم و بضاعتِ مزجات بحضرتِ عزیز آوردہ و

---

[1] جاوید: ہمیشگی۔ عقبش: اس کے بعد۔ مشاطہ: بناؤ سنگار کرنے والی عورت۔

[2] تقصیر: کوتاہی۔ تقاعد: کسی کام سے بیٹھے رہنا۔ مواظبت: ہمیشگی۔ بزرجمہر: نوشیرواں کے وزیر کا نام ہے۔ بطئ ست: سست ہے۔ گفت: یعنی بزرجمہر نے ان کے اعتراض کے جواب میں کہا: اس بارے میں غور و فکر کرنا کہ میں کیا کہوں، اس سے بہتر ہے کہ کہنے کے بعد پھر شرمندگی ہو کہ میں نے یہ بات کیوں کہی۔

[3] سخنداں: یعنی سمجھدار، تربیت یافتہ، تجربہ کار۔ نفس برآوردن: بات کرنا۔ دواب: دابہ کی جمع، چوپایا۔

[4] اعیان: بڑے لوگ۔ اہلِ دل: جو نہ کسی کو ستائیں اور نہ کسی سے رنجیدہ ہوں۔ متبحر: دریائے علم۔

سیاقتِ سخن: دورانِ کلام۔ بضاعت: سرمایہ پونجی۔ مزجات: کھوٹی۔ عزیز: پہلے زمانہ میں مصر کے وزیروں کا لقب تھا، =

شبہ[1] در بازارِ جوہریاں جوے نیارد و چراغ پیش آفتاب پرتوے ندارد و منارۂ بلند بر دامنِ کوہِ الوند پست نماید۔

مثنوی [2]

ہر کہ گردن بدعویٰ افرازد   خویشتن را بہ گردن اندازد
سعدی افتادہ است و آزادہ   کس نیاید بجنگِ افتادہ
اول اندیشہ وانگہے گفتار   پائے پیش آمدست و پس دیوار
نخل بندم ولے نہ در بُستاں   شاہدم من ولے نہ در کنعاں

لقمان را گفتند: حکمت از کہ آموختی؟ گفت: از نابینایاں کہ تا جائے نہ بینند پائے ننہند۔

قَدِّمِ[3] الْخُرُوْجَ قَبْلَ الْوُلُوْجِ۔ مصرع: مردیت بیاز ماوانگہ زن کن۔

قطعہ

گرچہ شاطر[4] بود خروس بجنگ   چہ زند پیشِ باز روئیں چنگ
گربہ شیرست در گرفتنِ موش   لیک موش ست در مصافِ پلنگ

= اب مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس تھوڑا سرمایہ تجارت لے کر آئے تھے۔ [1] شبہ: بفتح شین، پوتھ۔ کوہِ الوند: ہمدان کا پہاڑ جو اونچائی میں مشہور ہے۔

[2] مثنوی: وہ اشعار جس کے پہلے اور دوسرے مصرع کا قافیہ یکساں ہو۔ آخر میں یکساں قافیہ نہ ہو۔

خویشتن: بعض نسخوں میں اس کی جگہ ''دشمن از ہر طرف بروتازد'' ہے۔ افتادہ: عاجز، ناتوان۔ آزادہ: تارک الدنیا۔

اول اندیشہ الخ: یعنی پہلے سوچ لینا چاہیے۔ پھر بات کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ (بنیاد) پہلے بھری جاتی ہے بعد میں دیوار چنی جاتی ہے۔ نخل بند: باغباں۔ کنعان: اس شہر کا نام ہے جہاں یوسف علیہ السلام پلے بڑھے تھے۔

[3] قدم الخروج قبل الولوج: گھسنے (داخل ہونے) سے قبل باہر آنے کی تدبیر کرلو۔ مردیت بیاز ما: یعنی شادی سے قبل قوت مردانگی کا جائزہ لے لو۔ [4] شاطر: چالاک۔ خروس: مرغ۔ روئیں: تانبہ۔ باز کے پنجوں پر تانبہ کے خار چڑھا دیے جاتے ہیں۔ مصاف: میدان جنگ۔ پلنگ: چیتا۔ یا اسی طرح کا کوئی جانور جو ہندوستان میں نہیں ہوتا۔

امّا باعتمادِ وسعتِ اخلاقِ بزرگاں کہ چشم از عوائب[1] زیر دستاں بپوشند و در افشائے جرائمِ کہتراں نکوشند، کلمۂ چند بطریقِ اختصار از نوادر و امثال و شعر و حکایات در سیَرِ ملوکِ ماضی رحمہم اللہ دریں کتاب درج کردیم و برخے از عمرِ گراں مایہ بروخرج موجبِ تصنیف کتاب ایں بود و بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ۔

قطعہ

بماند[2] سالہا ایں نظم و ترتیب   زما ہر ذرّہ خاک افتادہ جائے
غرض نقشیست کزما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت   کند درکارِ درویشاں دعائے

امعانِ[3] نظر در ترتیبِ کتاب و تہذیبِ ابواب ایجازِ سخن را مصلحت دید تا مرایں روضۂ غنا و حدیقۂ غلبا را چوں بہشت بہ ہشت باب اتفاق افتاد ازیں سبب مختصر آمد تا بہ ملامت نہ انجامد، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۔

بابِ اوّل در سیرتِ پادشاہاں   باب دوم در اخلاقِ درویشاں
بابِ سوم در فضیلتِ قناعت   بابِ چہارم در فوائدِ خاموشی
بابِ پنجم در عشق و جوانی   باب ششم در ضعف پیری
بابِ ہفتم در تاثیر تربیت   باب ہشتم در آدابِ صحبت و حکمت

مثنوی

دراں مدّت کہ مارا وقتِ خوش بود   زہجرت ششصد و پنجاہ وشش بود
مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم   حوالت با خدا کردیم و رفتیم

[1] عوائب: برائیاں۔ افشاء: پھیلانا۔ جرائم: جریمہ کی جمع، خطا۔ نوادر: نادرہ کی جمع، کمیاب چیز۔ سیَر: سیرت کی جمع، طور طریقہ۔ گراں مایہ: قیمتی۔ [2] بہ ماند سالہا: یعنی یہ کتاب ہمیشہ رہے گی۔ اور ہمارے بدن کے ذرّے اور خاک مٹی میں مل جائے گی۔ [3] امعان: غور و فکر کرنا۔ ایجاز: مختصر کلام کرنا۔ غنا و غلبا: گنجان باغیچہ۔ چوں بہشت: بہشت کے آٹھ حصے ہیں: ۱۔ دار السلام، ۲۔ دار الخلد، ۳۔ دار القرار، ۴۔ جنّتِ عدن، ۵۔ جنّتِ نعیم، ۶۔ جنّتُ الماویٰ، ۷۔ علّیین، ۸۔ فردوس۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ الخ: درست بات خدا ہی زیادہ جانتا ہے اور وہی جائے رجوع اور ٹھکانا ہے۔ قناعت: تھوڑی چیز پر صبر کرلینا۔

بابِ اوّل

دَرسیرتِ پادشاہاں

حکایت[۱] نمبر(۱): پادشاہے راشنیدم کہ بکشتنِ اَسیرے اشارہ کرد بیچارہ دراں حالتِ نومیدی بزبانے کہ داشت مَلکِ را دُشنام دادن گرفت وسِقط گفتن کہ گفتہ اند ہر کہ دست از جان بشوید ہر چہ دردل آید بگوید۔

بیت

وقتِ ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سرِ شمشیرِ تیز

شعر

اِذَا يَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهٗ
كَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ يَصُوْلُ عَلَى الْكَلْبِ

---

[۱] حکایت نمبر(۱): اس پوری حکایت کا یہ منشا ہے کہ بادشاہوں کو عوام کی ناشائستہ باتوں سے متاثر نہ ہونا چاہیے اور تحمل و بردباری سے کام لینا چاہیے۔ پادشاہ: مرکب ہے اور اضافت مقلوبی ہے، دراصل ''شاہ پاذ'' تھا۔ ''شاہ'' بمعنی صاحب، ''پاذ'' بمعنی تخت۔ یعنی صاحب تخت۔ اسیر: قیدی۔ بزبانے کہ داشت: یعنی جو زبان وہ بولتا تھا۔

دُشنام: بضم الدال، گالی گلوچ۔ مرکب ہے: ''دش'' بمعنی برا اور ''نام'' سے، جیسے دشمن مرکب ہے ''دش''، اور ''من'' برائے نسبت سے۔ سقط: سین کا زیر اور قاف کا زیر وزبر دونوں مستعمل ہیں۔ بے ہودہ باتیں۔

دست از جان شستن: زندگی سے مایوس ہونا۔ دست بگیر دالخ: تیز تلوار کی نوک پکڑ لیتا ہے (حالانکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا) بعض صاحبان نے ترجمہ اس طور پر کیا ہے: ''تیز تلوار کا قبضہ پکڑ لیا ہے۔'' یعنی جنگ پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ شمشیر: تلوار۔ مرکب ہے: ''شم'' بمعنی ناخن اور ''شیر'' ہے۔ اِذَا یَئِسَ الخ: انسان جب (زندگی سے) مایوس ہوجاتا ہے، وہ زبان دراز ہوجاتا ہے۔ جس طرح عاجز بلّی کتے پر حملہ کر بیٹھتی ہے۔

مَلِک پرسید کہ چہ می گوید، یکے از وزرائے نیک[۱] محضر گفت: از خداوند ہمی گوید: (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ)[۲] مَلِک را رحمت آمد واز سرِ خونِ اودر گذشت وزیرِ دیگر کہ ضدِّ او بود گفت: اَبنائے جنسِ ما را نشاید در حضرتِ پادشاہاں جز براستی سخن گفتن، ایں مَلِک را دُشنام داد و ناسزا گفت، مَلِک روی ازیں سخن درہم کشید و گفت: آں دروغ کہ وے گفت پسندیدہ تر آمد مرا ازیں راست کہ تو گفتی کہ روئے آں در مصلحتے بود و بنائے ایں بر خُبثے، وخردمنداں گفتہ اند: دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستیِ فتنہ انگیز۔

قطعہ

ہر کہ شاہ آں کند کہ او گوید حیف باشد کہ جز نکو گوید

لطیفہ: برطاقِ ایوانِ فریدوں نوشتہ بود۔

مثنوی

جہاں اے برادر نماند بکس دل اندر جہاں آفریں بندوبس
مکن تکیہ بر مُلکِ دنیا وَ پشت کہ بسیار کس چوں تو پرورد وکشت
چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک چہ برتخت مردن چہ بر روئے خاک

---

[۱] نیک محضر: نیک خصلت۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الخ: وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں۔
ابنائے جنس: ہم پیشہ۔

[۲] آل عمران: ۱۳۴۔ ہر کہ شاہ الخ: یعنی جس شخص کو یہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ بادشاہ اس کے کہنے پر چلتا ہو پھر بھی بھلی بات نہ کہے تو بڑا ظلم ہے۔ طاق: محراب۔ ایوان: شاہی محل۔ فریدون: ایران کے ایک بادشاہ کا نام ہے جو ضحاک کو قتل کرکے بادشاہ بنا تھا۔ جہان الخ: یعنی یہ دنیا کسی کی دوست نہیں، لہٰذا دنیا کے بجائے خدا سے دل لگانا چاہیے۔ آہنگ: قصد، ارادہ۔ چہ برتخت الخ: مرتے وقت تخت شاہی اور فرش خاکی یکساں ہے۔

حکایت[1] نمبر (۲): یکے از ملوکِ خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید کہ جملہ وجودِ او ریختہ بود وخاک شدہ مگر چشمانش کہ ہمچناں در چشمخانہ ہمی گردید ونظرمی کرد، سائرِ حکما از تاویلِ آں فروماندند مگر درویشے کہ بجا آورد وگفت[2]: ہنوز نگران ست کہ مُلکش بادِگران ست۔

قطعہ

بس نامور بزیرِ زمیں دفن کردہ اند — کز ہستیش بروئے زمین نشاں نماند
آں پیرلاشہ[3] را کہ سپردند زیرِ خاک — خاکش چناں بخورد کز واستخواں نماند
زندہ است نامِ فرخِ نوشیرواں بعدل — گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

حکایت[4] نمبر (۳): مَلِک زادہ راشنیدم کہ کوتاہ وحقیر بود ودیگر برادرانش بلند وخوبروی، بارے پدر بکراہت واستحقار دروے نظرہمی کرد، پسر بفراست واستبصار[5] دریافت وگفت: اے پدر!

---

[1] حکایت نمبر (۲): اس حکایت کا منشایہ ہے کہ حکومت ناپائدار ہے۔ اس پر غرہ کر کے ظلم وستم نہ کرنا چاہیے۔ =

سلطان محمود: غزنی کا بادشاہ تھا جس نے ہندوستان پر بارہ حملے کیے تھے۔

سبکتگین: اس کے باپ کا بادشاہت سے پہلے کا نام ہے۔ مرکب ہے۔ ''سبک'' بمعنی تیز و چالاک اور ''تگ'' بمعنی کمر یا ''تگین''، بمعنی قدم سے، اس کی چستی و چالاکی کی بنا پر اس کا یہ نام پڑ گیا تھا۔

[2] گفت الخ: یعنی اب تک اس کی آنکھیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ اس کا ملک دوسروں کے قبضہ میں ہے۔

بروئے زمیں بر: اگر صحیح نسخہ ہے تو دراصل ''بروئے زمین'' تھا، ''بر'' کو ضرورتِ شعر کی وجہ سے مؤخر کر دیا ہے اور ''روئے'' پر بازائدہ داخل کر دی ہے، ورنہ دوسرا نسخہ: ''بروئے زمیں یک'' بھی ہے۔

[3] پیرلاشہ: سے مراد ممکن ہے کہ وہ عورت ہو جس کے مکان کی وجہ سے نوشیرواں کے محل کی دیوار ٹیڑھی رہی اور نوشیرواں نے جبراً اس سے مکان خالی کرانا پسند نہ کیا۔ یا سلطان محمود مراد لیا جائے۔

[4] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا منشایہ ہے کہ بادشاہ کو متعلقین کے باطنی اوصاف پر نظر رکھنی چاہیے۔ ظاہری حالت کو دیکھ کر کوئی رائے قائم نہ کرے۔ استحقار: حقیر سمجھنا۔ بارے: ایک مرتبہ کراہت: ناپسندیدگی۔ فراست: سمجھداری۔

[5] استبصار: دانائی۔ کہتر: زیادہ چھوٹا۔ مہتر: زیادہ بڑا۔

کوتاہِ خردمند بہ کہ نادانِ بلند، نہ ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر[1] فقرہ: اَلْشَّاۃُ نَظِیْفَۃٌ وَالْفِیْلُ جِیْفَۃٌ[2]۔

شعر

اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ طُوْرٌ وَّ اِنَّہٗ — لَاَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ قَدْرًا وَ مَنْزِلًا

قطعہ

آں شنیدی کہ لاغر دانا — گفت بارے بابلہِ فربہ
اُسپ تازی اگر ضعیف بود — ہمچناں از طویلۂ خربہ

پدر بخندید وارکانِ دولت پسند یدند وبرادراں بجاں برنجیدند۔

قطعہ

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ[3] گماں مبر کہ خالیست — شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

شنیدم کہ مَلِک رادراں مدّت دشمنے صعب روئے نمود چوں لشکر از ہردو(۲) طرف روئے درہم آوردند وقصدِ مبارزت کردند اول کسے کہ بہ میداں درآمد آں پسر بُود وگفت:

---

[1] نہ ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر: اگر صحیح نسخہ ہے تو ترجمہ یہ ہوگا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جو قد میں چھوٹا وہ قدر و قیمت میں بڑا، یعنی یقیناً ایسا ہے۔ بکری ہاتھی سے چھوٹی ہے لیکن حلال و پاک ہے۔ کوہِ طور دوسرے پہاڑوں سے چھوٹا ہے لیکن عزت ومنزلت میں بڑوں سے بڑا ہے۔ اور اگر ''کہتر'' کی بجائے ''بہتر'' کا نسخہ صحیح ہے تو ترجمہ یہ ہے: یہ ضروری نہیں کہ جو جثہ کا بڑا ہو قدر و قیمت میں بھی بڑھا ہوا ہو۔ [2] اَلْشَّاۃُ نَظِیْفَۃٌ وَالْفِیْلُ جِیْفَۃٌ: بکری پاک ہے اور ہاتھی مُردار ہے۔

اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ: طور روئے زمین کے پہاڑوں میں سب سے چھوٹا ہے، لیکن قدر ومنزلت کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ طور: وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حق تعالیٰ سے گفتگو ہوئی تھی۔

طویلہ: بیائے معروف وہ دراز رسی جس میں چند جانور بیک وقت باندھ دیئے جاتے ہیں۔ مجازاً اصطبل۔ [3] بیشہ: بن۔

صعب: سخت۔ روئے درہم آوردند: یعنی دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ مبارزت: مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں نکلنا۔

قطعہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من [1]
آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے
کانکہ جنگ آرد بخونِ خویش بازی میکند
روزِ میداں وانکہ بگریزد بخونِ لشکرے [2]

ایں بگفت و بر سپاہِ دشمن زد، تنے چند مردانِ کاری را بہ کشت، چوں بہ پیشِ پدر آمد زمینِ خدمت ببوسید و گفت:

قطعہ

اے کہ شخصِ منت [3] حقیر نمود — تا درشتی ہنر نہ پنداری
اسپِ لاغر میاں بہ کار آید — روزِ میداں نہ گاوِ پرواری

آوردہ اند کہ سپاہِ دشمن بسیار بود و ایناں اندک و جماعتے آہنگ گریز کردند پسر نعرہ بزد و گفت: اے مرداں بکوشید تا جامۂ زناں [4] نپوشید، سواراں را بگفتنِ او تہوّر زیادہ گشت و بہ یک بار حملہ کردند، شنیدم کہ ہمدراں روز بر دشمن ظفر [5] یافتند۔ پدر سر و چشم را ببوسید و در کنار گرفت و ہر روز نظر بیش کرد تا ولی عہدِ خویش کرد، برادرانش حسد بُردند و زہر در طعامش

[1] نہ بینی پشت من: یعنی میں منہ موڑ کر نہ بھاگوں گا۔

[2] بخون لشکرے: یعنی بخون لشکرے بازی میکند۔ ایک کے بھاگنے سے پورا لشکر بزدل بن کر تباہ ہوجاتا ہے۔
زد: یعنی خود را بر سپاہ دشمن۔ مردان کاری: جنگی سپاہی۔ [3] شخص منت: یعنی وجود من ترا۔ تا: کلمہ تحذیر بمعنی ہرگز۔
درشتی: موٹاپا۔ لاغر میاں: نازک کمر۔ پروار: جانوروں کا وہ باڑا جو چرواہے گرمی کے زمانہ میں جنگل کی کسی سایہ دار جگہ پر بنالیتے ہیں، تاکہ جانور گرمی کے اثر سے محفوظ رہیں۔

[4] تا جامۂ زناں نپوشید: یعنی ہرگز بزدلی نہ کرو۔ تہوّر: اندھا دھند بہادری۔

[5] ظفر: فتح۔ نظر بیش کرد: یعنی روز بروز شفقت بڑھتی رہی۔ ولی عہد: بادشاہ کا قائم مقام۔

کردند، خواہرش از غُرفہ [1] بدید و دریچہ برہم زد، پسر بفراست دریافت دست از طعام باز کشید و گفت: محالست کہ ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں گیرند۔

شعر

کس نیاید بزیرِ سایۂ بُوم — ور ہُما از جہاں شود معدوم

پدر را ازیں حال آگہی دادند برادرانش را بخواند و گوشمال بواجب داد، پس ہر یکے را از اطرافِ بلاد حصۂ مرضی معیّن کرد، تا فتنہ فرونشست و نزاع برخاست کہ دہ درویش در گلیمے [2] بخسپند و دو پادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔

قطعہ

نیم نانے گر خورد مردِ خدائے — بذلِ درویشاں کند نیمے دگر
مُلکِ اقلیمے بگیرد پادشاہ — ہمچناں در بندِ اقلیمے دگر

حکایت [3] نمبر (۴): طائفۂ دُزدانِ عرب بر سرِ کوہے نشستہ بود و منفذِ کارواں بستہ و رعیّتِ بلداں از مکائدِ ایشاں مرعوب و لشکرِ سلطاں مغلوب بحکمِ آنکہ ملاذے [4] منیع از قلّۂ کوہے گرفتہ بودند و ماوائے و ملجائے خود کردہ مدبّرانِ ممالک آں طرف در دفعِ مضرتِ ایشاں مشاورت کردند کہ اگر ایں طائفہ بریں نسق روزگارے مداومت نمایند مقاومت ممتنع گردد۔

[1] غرفہ: بالاخانہ۔ فراست: ذہانت۔ بُوم: اُلّو، جو نحوست میں مشہور ہے۔ ہُما: ایک پرندہ کا نام ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر کسی کے سر پر گزر جاتا ہے تو وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ گوشمال بواجب: مناسب سزا۔ مرضی: پسندیدہ۔

[2] گلیم: کمبلی۔ بذل: خرچ کرنا۔ بند: فکر۔

[3] حکایت نمبر (۴): اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کو بروں سے بھلائی کی توقع نہ کرنی چاہیے۔
طائفہ: گروہ۔ لفظوں کے اعتبار سے مفرد اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ منفذ: راستہ۔ بلداں: بلد کی جمع، شہر۔
مکائد: کید کی جمع، مکر و فریب۔ ملاذ: پناہ گاہ۔

[4] منیع: محفوظ۔ قلّہ: پہاڑ کی چوٹی۔ ماوی و ملجا: ٹھکانا۔ بر ایں نسق: اس طریقہ پر۔ مداومت: ہمیشگی۔
مقاومت: مقابلہ۔

مثنوی

درختے کہ اکنوں گرفت ست پائے[۱] — بہ نیروئے شخصے برآید زجائے
وگر ہمچناں روز گارے ہلی — بگردونش از بیخ برنگسلی
سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل — چو پُرشد نشاید گذشتن بہ پیل

سخن بریں مقرر شد کہ یکے را بتجسّسِ ایشاں برگماشتند وفرصت نگاہ می داشتند تاوقتیکہ برسرِ قومے راندہ بود ومقام خالی ماندہ تنے چند مردانِ واقعہ دیدہ وجنگ آزمودہ رابفرستادند تادر شعبِ[۲] جبل پنہاں شدند، شبانگاہے کہ دُزداں باز آمدند سفر کردہ وغارت آوردہ سلاح ازتن بکشادند ورختِ غنیمت، بنہادند، نخستیں دشمنے کہ برسرِ ایشاں تاخت آورد خواب بود چندانکہ پاسے ازشب بگذشت۔ ب

شعر

قُرصِ خورشید در سیاہی شد — یُونُس اندر دہانِ ماہی شد

[۱] پائے: جڑ۔ نیرو: طاقت وقوت۔ ہلی: ہشتن یاہلیدن کا مضارع ہے۔ بگردونش: اگراس کاتعلق مصرع اول سے ہے تو ترجمہ ہوگا: اس کوآسمان کی طرف (بڑھتا ہوا) توچھوڑے گا۔ گردوں اس صورت میں آسمان کے معنی میں ہے۔ اور اگر مصرع ثانی سے تعلق ہے تو ترجمہ ہوگا: بیل گاڑی کے ذریعہ بھی اس کو جڑ سے نہ اکھاڑ سکے گا۔ درخت اکھاڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ ابتداءً اس کی جڑ کے اردگرد زمین کھود دی جاتی ہے، اور پھر ایک رسی کے ذریعہ اس کو بیل گاڑی سے باندھ کر بیلوں کو ہنکا دیا جاتا ہے، درخت گر پڑتا ہے۔ اس صورت میں گردوں بمعنی گاڑی یا جرثقیل ہے۔
میل: بکسر میم، سیخ۔ پیل: ہاتھی۔ تجسس: جاسوسی کرنا۔

[۲] شعب: بکسر شین، گھاٹی۔ سلاح: ہتھیار۔ غنیمت: وہ مال جو لڑائی کے موقع پر ہاتھ لگے۔ پاس: حصہ۔
قرص: ٹکیہ۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے نگل لینے کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ قرص خورشید کو حضرت یونس علیہ السلام سے اور رات کی سیاہی کو دہان ماہی سے تشبیہ دی ہے۔

مردانِ دلاور از کمین گاہ[۱] بدر جستند ودستِ یگاں یگاں برکتف بستند بامداداں بدرگاہِ مَلِک حاضر آوردند ہمہ را بہ کشتن فرمود، اتفاقاً دراں میاں جوانے بود کہ میوۂ عنفوانِ شبابش نو رسیدہ وسبزۂ گلستانِ عذارش نو دمیدہ۔ یکے از وزیراں پائے تختِ مَلِک رابوسہ داد ورُوئے شفاعت برزمیں نہاد وگفت: ایں پسر ہمچناں از باغِ زندگانی برنخوردہ است واز ریعانِ جوانی تمتع نیافتہ توقع بہ کرم واخلاق خداوندی آنست کہ بہ بخشیدنِ خونِ او بربندہ منّت نہی، مَلِک روی ازیں سخن درہم آوردہ موافقِ رائے بلندش نیامد وگفت:

فرد

پرتوِ[۲] نیکاں نہ گیرد ہر کہ بُنیادش بدست — تربیت نااہل راچوں گِردگاں برگنبد ست

نسل[۳] وبنیادِ ایناں منقطع کردن اولیٰ ترست کہ آتش کشتن واخگر گذاشتن وافعیٰ کشتن وبچہ اش نگاہ داشتن کارِ خردمنداں نیست۔

قطعہ

اَبر گر آبِ زندگی بارد — ہرگز از شاخِ بید بر نہ خوری
با فرومایہ روزگار مبَر — کز نئے بوریا شکر نہ خوری

وزیر ایں سخن بشنید وطوعاً وکرہاً بہ پسندید، وبرحسنِ رائے مَلِک آفرین خواند وگفت: آنچہ خداوند دَامَ مُلکُہٗ فرمود عینِ صواب ست، ومسئلۂ بے جواب[۴] کہ اگر درصحبتِ آں بداں تربیت یافتے طینتِ ایشاں گرفتے، ویکے از ایشاں شدے، امّا بندہ امیدوارست کہ بہ صحبتِ صالحاں تربیت پذیرد وخوئے خردمنداں گیرد کہ ہنوز طفل ست وسیرتِ بَغی وعنادِ

[۱] کمین گاہ: گھات میں بیٹھنے کی جگہ۔ یگان یگان: ایک ایک۔ دراصل ''یک گان'' ہے، تخفیف کے لیے ''ک'' حذف کردیا۔ ''گان'' عدد کے آخر میں تعداد متعین کرنے کے لیے لاتے ہیں۔ جیسے دوگان، سہ گان۔

[۲] پرتو: عادت۔ روشنی وشعاع۔ گردگان: اخروٹ۔ یعنی جس طرح اخروٹ گنبد پر نہیں ٹھہر سکتا، اسی طرح بدطینت نیکوں کی صحبت میں نہیں ٹھہرتا۔ [۳] نسل: اولاد۔ اخگر: انگارہ۔ افعیٰ: کالا ناگ۔ بر: پھل۔ فرومایہ: کمینہ۔ طوعاوکرہا: خوشی وناخوشی، یعنی مجبوراً۔

[۴] مسئلہ بے جواب: یعنی ایسی بات جسے کوئی رد نہ کرسکے۔ طینت: اصل، عادت۔ بغی: سرکشی۔ عناد: دشمنی

آں قومِ در نہادِ او متمکّن نشدہ، و دَر حدیث ست: "کُلُّ[1] مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ، فَأَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِهٖ أَوْ یُنَصِّرَانِهٖ أَوْ یُمَجِّسَانِهٖ"

قطعہ

پسرِ نوحؑ بابداں بہ نشست	خاندانِ نبوّتش گم شد
سگِ[2] اصحابِ کہف روزے چند	پئے نیکاں گرفت مردم شد

ایں بگفت و طائفہ از ندمائے[3] مَلِک باو بہ شفاعت یار شدند، تا مَلِک از سرِ خونِ او در گذشت و گفت: بخشیدم اگرچہ مصلحت نہ دیدم۔

رُباعی

دانی کہ چہ گفت زال[4] با رستمِ گرد	دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد
دیدیم بسے کہ آبِ سر چشمۂ خُرد	چوں بیشتر آمد شتر و بار بُبرد

فی الجملہ پسر را بناز و نعمت برآوردند و استادِ ادیب را بتربیتِ او نصب کردند، تا حُسنِ خطاب و ردِّ جواب آدابِ خدمتِ ملوکش در آموختند و در نظرِ ہمگناں[5] پسند آمد، بارے وزیر از شمائلِ او در حضرتِ سلطاں شمّۂ می گفت کہ تربیتِ عاقلاں در واثر کردہ است،

---

[1] کُلُّ مَوْلُوْدٍ: ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

[2] سگ: اس کا نام قطمیر تھا۔ کہف: غار۔ مردم شد: مشہور ہے کہ وہ کتا قیامت میں بلعم باعور (بنی اسرائیل کا مشہور عبادت گزار جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بددعا دی تھی) کی صورت میں اٹھایا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اصحابِ کہف کا قصہ مشہور ہے۔ یہ سات اشخاص تھے ان کے بادشاہ دقیانوس نے ان کو کفر پر مجبور کیا تو بھاگ کر ایک غار میں جا چھپے تھے۔ حضرت حق نے ان کو ایسا سلایا کہ تین سو سال بعد بیدار ہوئے۔

[3] ندماء: ندیم کی جمع، مصاحب۔ شفاعت: سفارش [4] زال: رستم پہلوان کے باپ کا نام ہے۔ گرد: پہلوان۔
شتر و بار ببرد: یعنی اونٹ کو مع بوجھ بہا لے جاتا ہے۔ برآوردند: انہوں نے پالا۔ نصب کردند: مقرر کیا۔

[5] ہمگناں: سب۔ شمائل: اخلاق و عادات۔ حضرت: دربار۔ شمّہ: تھوڑا سا۔

وجہلِ قدیم از جبلّتِ[1] او بدر بُردہ، مَلِک را ازیں سخن تبسُّم آمد و گفت:

بیت

گرچہ با آدمی بزرگ شود	عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

سالِ دو بریں برآمد طائفۂ اوباشِ محلّت[2] در و پیوستند و عقدِ موافقت بستند تا بوقتِ فرصت وزیر را و ہر دو پسرش را بکشت و نعمتِ بے قیاس برداشت، و در مغارۂ دُزداں بہ جائے پدر بہ نشست و عاصی شد، مَلِک دستِ تحسّر بدنداں گرفت و گفت:

قطعہ

شمشیرِ نیک ز آہنِ بد چوں کند کسے	ناکس بتربیت نہ شود اے حکیم کس[3]
باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست	دَر باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

قطعہ

زمینِ شورہ سنبل بر نیارد	دَر و تخمِ عمل ضائع مگرداں
نکوئی باباداں کردن چناں ست	کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

حکایت[4] نمبر (۵): سرہنگ زادۂ را دیدم بر درِ سرائے اُغلمش کہ عقل و کیاستے و فہم و فراستے زائدُ الوصف داشت ہم از عہدِ خُردی آثارِ بزرگی در ناصیۂ او پیدا۔

---

[1] جبلّت: خلقت [2] اوباش محلّت: محلہ کے بدمعاش لوگ۔ موافقت: دوستی۔ بے قیاس: بے اندازہ۔ مغارہ: غار۔ عاصی: نافرمان۔ تحسّر: افسوس کرنا۔

[3] کس: شریف۔ ناکس: کمینہ۔ شورہ بوم: شوریلی زمین۔ خس: گھانس پھونس۔ سنبل: بالچھڑ۔
نکوئی بابداں: یعنی جس طرح اچھوں کے ساتھ برائی کرنا برا ہے اسی طرح بروں کے ساتھ اچھائی کرنا برا ہے۔

[4] حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ ہر شکایت کو صحیح نہ سمجھے۔ بسا اوقات کسی کارکن کی خوبیاں ہی دوسروں کو شکایت کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ سرہنگ: مرکب ہے "سر" بمعنی سردار و "ہنگ" بمعنی سپاہ سے یعنی جمعدار یا سپہ سالار۔
اُغلمش: ایک بادشاہ کا نام ہے۔ کیاست: ذہانت۔ فراست: سمجھداری۔ زائد الوصف: ناقابل بیان۔ ناصیہ: پیشانی۔

فرد

بالائے سرش زہوشمندی می تافت ستارہ بلندی

فی الجملہ مقبولِ نظر سلطان آمد کہ جمالِ صورت و معنیٰ[۱] داشت، وخردمنداں گفتہ اند: توانگری بہ دِل ست نہ بہ مال و بزرگی بہ عقل ست نہ بہ سال۔ ابنائے جنسِ او بر منصبِ او حسد بردند و بہ خیانتے متّہم کردند و در کشتنِ او سعی بے فائدہ نمودند۔

مصرع: دشمن چہ کند چومہرباں باشد دوست

مَلِکْ پرسید کہ موجبِ خصمیِ ایشاں درحقِ تو چیست؟ گفت: درسایۂ دولتِ خداوندی دَامَ مُلْکُہٗ ہمگناں[۲] را راضی کردم، مگر حسودان کہ راضی نمی شوند، الاّ بزوالِ نعمتِ من و دولت و اقبالِ خداوندی باقی باد۔

قطعہ

توانم اینکہ نیازارم اندرونِ کسے　　حسود راچہ کنم کوزخود[۳] برنج درست
بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست　　کہ ازمشقّتِ او جز بمرگ نتواں رست

قطعہ

شور بختاں[۴] بہ آرزو خواہند　　مُقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

۱ معنیٰ: باطن۔ خصمی: دشمنی۔ ۲ ہمگناہ: جمع ہے ہمگیں کی۔ ہمگیں کی اصل ''ہمہ ین'' ہے۔ ''ی'' اور ''ن'' نسبت کا ہے، جب ''ہمہ'' اس کی طرف مضاف ہوا تو ''ہ'' ''گ'' سے بدل گئی۔ یہ لفظ دراصل جمع کی تاکید کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ حسودان: حاسد کی جمع۔ ودولت واقبال: حالِ عرض کرنے کے بعد یہ بادشاہ کے لیے دعا ہے۔

۳ کوزخود: کہ اوازخود۔ ۴ شوربختاں: بدنصیب لوگ۔ مُقبلاں: اصحابِ اقبال۔ شپرہ: چمگادڑ۔

راست خواہی: یعنی اگر تو سچ کہلانا چاہتا ہے۔ کہ: نہ

راست خواہی ہزار چشم چناں　　کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

حکایت[۱] نمبر(۶): یکے را از ملوکِ عجم حکایت کنند کہ دستِ تطاول بر مالِ رعیّت دراز کردہ بود و جور و اذیّت آغاز تا بجائے کہ خلق از مکائدِ ظلمش بہ جہاں برفتند واز کُربتِ جورش راہِ غربت گرفتند، چوں رعیّت کم شد ارتفاعِ ولایت نقصان پذیرفت وخزینہ تہی ماند و دشمناں طمع کردند وزور آوردند۔

قطعہ

ہر کہ فریاد رسِ روزِ مصیبت خواہد　　گو در ایّامِ سلامت بہ جوانمردی کوش
بندۂ حلقہ بگوش[۲] ار ننوازی برود　　لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

بارے در مجلسِ او کتابِ شاہنامہ میخواندند در زوالِ مملکتِ ضحّاک[۳] وعہدِ فریدوں، وزیر مَلِک را پرسید کہ ہیچ تواں دانستن کہ فریدوں کہ گنج و مُلک و حشم[۴] نداشت چگونہ مملکت برو مقرّر شد؟ گفتا چنانکہ شنیدی خلقے برو بتعصُّب گرد آمدند وتقویت کردند پادشاہی یافت،

۱ حکایت نمبر(۶): اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم بادشاہت کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ عجم: جزیرۂ عرب کے علاوہ تمام دنیا پر عجم کا اطلاق ہوتا ہے۔ تطاول: ظلم، دست درازی۔ اذیت: ستانا۔ مکائد: مکیدہ کی جمع، مکروفریب۔

کُربت: مصیبت۔ ارتفاع: آمدنی محصول۔ خزینہ: خزانہ۔ فریادرس: مددگار۔ جوانمردی: مراد: سخاوت۔

۲ حلقہ بگوش شدن: غلام بن جانا۔ شاہنامہ: مشہور شاعر فردوسی طوسی کی وہ منظوم کتاب جو اس نے سلطان محمود غزنوی کے حکم سے تیس سال میں عجمی بادشاہوں کے تذکرے میں لکھی۔

۳ ضحّاک: ایک بادشاہ کا نام ہے، ضحاک کے لغوی معنیٰ زیادہ ہنسنے والے کے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ بادشاہ ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہا تھا۔ اور پیٹ ہی میں اس کے دانت بھی نکل آئے تھے۔ پیدائش کے وقت چونکہ ہنستا ہوا پیدا ہوا تھا، اس لیے یہ نام پڑ گیا تھا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ضحّاک دراصل ''دہ'' بمعنی دس و ''آک'' بمعنی عیب سے مرکب ہے، چونکہ یہ انتہائی بدخصلت ظالم بادشاہ تھا۔ دس عیب زبان زد خاص وعام تھے۔

فریدون: اس شخص کا نام ہے جس نے ضحّاک کو اپنے باپ کے بدلہ میں مار ڈالا اور پھر اس کی گدی کا مالک بن گیا۔

۴ حشم: نوکر چاکر۔ تعصّب: حمایت سرِ پادشاہی: بادشاہی کا خیال۔

گفت: اے مَلِک چوں گِرد آمدنِ خلقے مُوجبِ پادشاہی است تو خلق را برائے چہ پریشاں می کُنی مگر سرِ پادشاہی کردن نداری۔

فرد

ہماں [۱] بہ کہ لشکر بہ جاں پروری که سلطاں بہ لشکر کند سَروری

مَلِک گفت: مُوجبِ گرد آمدنِ سپاہ ورعیّت ولشکر چہ باشد؟ گفت: پادشاہ را کرم باید تا بدو گرد آیند ورحمت تا در پناہِ دولتش ایمن [۲] نشیند وترا ایں ہر دو نیست۔

مثنوی

نہ کند جور پیشہ سلطانی کہ نیاید زگرگ چوپانی
پادشاہے کہ طرح ظلم فگند پائے دیوارِ مُلکِ خویش بہ کند

مَلِک راپندِ وزیرِ ناصح موافقِ طبعِ مخالف [۳] نیامد وروی از سخنش درہم کشید و بزنداں فرستاد و بسے بر نیامد کہ بنی عمّانِ [۴] سلطاں بمنازعت برخاستند و بہ مقاومت لشکر آراستند ومُلکِ پدر خواستند، قومے کہ از دستِ تطاول ایں بہ جاں رسیدہ بودند و پریشاں شدہ برایشاں گِرد آمدند وتقویت کردند تا مُلک از تصرّفِ ایں بدر رفت و برآناں مقرر شد۔

مثنوی

پادشاہے کو [۴] رَوادَارد سِتم برزیرِ دست دوستدارش روزِ سختی دشمنِ زور آور ست

۱۔ ہماں: بفتح اول، دراصل ''ہم آن'' تھا۔ بہ جان: یعنی خود۔ سروری: سرداری۔

۲۔ ایمن: بے خوف وخطر۔ سلطانی: بادشاہت۔ یعنی ظالم شخص بادشاہی نہیں کرسکتا۔ بادشاہی کرنے کے لیے عدل وانصاف ضروری ہے۔ چوپان: چرواہا۔ طرح: طرز، روش۔ ۳۔ طبعِ مخالف: یعنی بادشاہ کا مزاج جس کو بھلائی سے بیر تھا۔

۴۔ بنی عم: چچیرے بھائی۔ منازعت: جھگڑا۔ مقاومت: مقابلہ۔ کو: کہ او۔ زیر دست: ماتحت۔

بارعیّت صلح کن وزجنگِ خصم [۱] ایمن نشیں زانکہ شاہنشاہِ عادل را رعیّت لشکر ست

فرد

غمِ زیرِ دستاں بخور زینہار بترس از زبردستیٔ روزگار

حکایت [۲] نمبر (۷): پادشاہے با غلامے عجمی در کشتی نشست، وغلام دیگر دریا را نہ دیدہ بود، ومحنتِ کشتی نیازمودہ، گریہ وزاری آغاز نہاد ولرزہ براندامش افتاد، مَلِک راعیش [۳] از و منغص بود کہ طبعِ نازک تحمّلِ امثالِ ایں صورت نہ بندد چارہ نداستند، حکیمے دَراں کشتی بود، مَلِک را گفت: اگر فرماں دہی اورا بہ طریقے خاموش گردانم، گفت: غایتِ لطف وکرم باشد، بفرمود تا غلام را بہ دریا انداختند، چند نوبت غوطہ خورد ازاں پس مُویش گرفتند وپیشِ کشتی آوردند و بدو دست درسُکّانِ [۴] کشتی آویخت چوں برآمد بگوشہ بنشست وقرار یافت، مَلِک را عجب آمد پرسید کہ حکمت چہ بود؟ گفت: از اوّل محنتِ غرق شدن نہ دیدہ بود وقدرِ سلامتِ کشتی ندانستہ ہمچنیں قدرِ عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔

قطعہ

اے سیر [۵] ترانانِ جویں خوش نماید معشوقِ من ست آنکہ بنزدیکِ تو زِشت ست

۱۔ خصم: دشمن۔ زینہار: اکثر وبیشتر بمعنی ہرگز مستعمل ہوتا ہے، کبھی البتہ اور یقیناً کے معنی میں بھی آتا ہے۔ دیگر: بمعنی ''دیگر بار۔'' ''دیگر بار'' اگرچہ عموماً ''دوبارہ'' کے معنی میں آتا ہے، لیکن یہاں ''ایک بار'' کے معنی میں مستعمل ہے۔

۲۔ حکایت نمبر (۷): حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہوں کو دانشمندوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ اور زوالِ ملک سے پہلے اس کی قدر وقیمت پہچانے اور شکر خداوندی ادا کرے۔ کشتی: پانی کا جہاز مراد ہے۔

۳۔ عیش: خوشی۔ منغص: مکدر۔ تحمل: برداشت۔ حکیم: دانشمند۔ غوطہ: بفتح غین زیادہ صحیح ہے۔

۴۔ سُکان: دنبالہ یعنی کشتی کا پچھلا حصہ۔ آویخت: لازمی معنی پر وہ غلام لٹک گیا۔ نشست ویافت: کا فاعل بھی وہی غلام ہے۔ ۵۔ سیر: پیٹ بھرا۔ جویں: جو والی

حورانِ[1] بہشتی را دوزخ بود اعراف | از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت ست

شعر

فرق ست میانِ آنکہ یارش در بر | با آنکہ دو چشمِ انتظارش بردر

حکایت[2] نمبر (۸): یکے از ملوکِ عجم رنجور بود در حالتِ پیری، و امیدِ زندگانی قطع کردہ کہ سوارے از در درآمد و بشارت داد کہ فلاں قلعہ را بدولتِ خداوند بکشادیم، و دشمناں اسیر آمدند، و سپاہ و رعیّت آں طرف بہ جملگی مطیع فرماں گشتند مَلِکْ نَفَسے سرد برآورد و گفت: ایں مژدہ مرانیست دشمنانم راست یعنی وارثانِ مملکت۔

قطعہ

دریں اُمید بسر شد دریغ عمرِ عزیز | کہ آنچہ در دلم ست از درم فراز آید

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ | امید نیست کہ عمرِ گذشتہ باز آید

قطعہ

کوسِ رحلت[3] بکوفت دستِ اجل | اے دو چشمم وداع سر بکنید

---

[1] حوران: حور اگرچہ "حورا" کی جمع ہے، لیکن فارسی میں اس کو مفرد بنا کر اس کی جمع "حوران" استعمال کر دیتے ہیں۔ حوراء: اس خوبصورت عورت کو کہا جاتا ہے۔ جس کی آنکھ کی پتلی کی سیاہی خوب سیاہ اور سفیدی خوب سفید ہو۔

اعراف: جنّت و جہنم کے درمیان جگہ ہے جس میں رہنے والوں کو نہ جنّت کی سی راحت ہے، نہ دوزخ کا سا عذاب۔

[2] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کو آخری عمر میں ملک گیری کا خیال چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ رنجور: رنجیدہ۔ دراصل رنج ور تھا، جیسے طاقت ور۔ بشارت: خوشخبری۔

جملگی: سب۔ دراصل جملہ میں یائے مصدر لگی ہوتی ہے اور جملہ کی "ہ" "گ" سے بدل گئی ہے۔

بسر شد: ختم ہوئی۔ دریغ: ہائے افسوس۔ از درم فراز آید: دروازے سے میرے سامنے آتے۔

[3] کوسِ رحلت: کوچ کا نقارہ۔ وداع: رخصت کرنا۔

اے کفِ دست و ساعد[1] و بازو | ہمہ تودیعِ یک دگر بکنید

برمنِ اوفتادہ دشمن کام | آخر اے دوستاں گذر بکنید

روزگارم بہ شد بنادانی | من نہ کردم[2] شما حذر بکنید

حکایت[3] نمبر (۹): ہرمُز را گفتند از وزیرانِ پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی۔ گفت: گُناہے معلوم نہ کردم ولیکن بہ یقین دانستم کہ مہابتِ من در دلِ ایشاں بیکراں ست و بر عہدِ من اعتمادِ کلّی نہ دارند ترسم کہ از بیمِ گزندِ خویش آہنگِ ہلاکِ من کنند پس قولِ حکمارا کاربستم کہ گفتہ اند۔

قطعہ

ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم | وگربا چنو صد برآئی بہ جنگ

ازاں مار بر پائے راعی زند | کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود | برآرد بہ چنگال چشمِ پلنگ

حکایت[4] نمبر (۱۰): بر بالینِ تربتِ یحییٰ پیغمبر علیہ السلام معتکف بودم در جامعِ دمشق[5] کہ یکے از ملوکِ عرب کہ بہ بے انصافی منسوب بود درآمد نماز و دعا کرد و حاجت خواست۔

---

[1] ساعد: پہنچا۔ تودیع: رخصت کرنا۔ افتادہ: عاجز۔ کام: مقصد۔ برمن الخ: یعنی دشمنوں کے مدعا کے مطابق اب میں عاجز و درماندہ ہوں۔ اے دوستو! اب پھر میری حالت آکر دیکھو میں کیسا تباہ حال ہوں۔ حذر: بچاؤ۔ [2] من نہ کردم: میں برائیوں سے نہ بچ سکا تم بچو۔

[3] حکایت نمبر (۹): اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کو چھوٹے سے چھوٹے دشمن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

ہرمُز: نوشیرواں کا لڑکا جس کا بارہ سال دورِ حکومت رہا۔ چونکہ ہرمُز ستارۂ مشتری کا بھی نام ہے، اور وہ سعد سمجھا جاتا ہے اس لیے نوشیرواں نے بیٹے کا یہ نام تجویز کیا تھا۔ مہابت: ہیبت۔ بیکراں: بے کنارہ یعنی بے حد۔ چنوصد: یعنی اس جیسے سو آدمیوں سے۔ راعی: چرواہا۔ چنگال: پنجہ۔

[4] حکایت نمبر (۱۰): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بادشاہ کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے اور اولیاء اللہ سے اپنے حق میں دعا کرانی چاہیے۔ بالین: سرہانہ۔ تربت: قبر۔ معتکف: گوشہ نشین۔

[5] دِمشق: بکسر دال و فتح میم مشہور ہے۔ جو ملک شام کا دار السلطنت ہے۔

فرد

درویش و غنی بندۂ ایں خاکِ درند   وانانکہ غنی ترند[1] محتاج ترند

آں گاہ مرا گفت ازانجا[2] کہ ہمّتِ درویشاں ست وصدقِ معاملۂ ایشاں خاطرے ہمراہِ من کنید کہ از دشمنے صعب اندیشناکم گفتمش بر رعیّتِ ضعیف رحمت کن تا از دشمنے قوی زحمت نہ بینی۔

نظم

بازوانِ توانا و قوتِ سرِ دست   خطاست پنجۂ مسکین ناتواں بہ شکست

نترسد[3] آنکہ برافتادگاں نہ بخشاید   کہ گر زپائے درآید کسش نگیرد دست

ہر آنکہ تخمِ بدی کشت وچشمِ نیکی داشت   دماغِ بیہدہ پخت وخیالِ باطل بست

زگوش پنبہ بروں آر و دادِ خلق بدہ   وگر تو می ندہی داد روزِ دادے ہست

مثنوی

بنی آدم اعضائے یک دیگرند   کہ در آفرینش زیک جوہرند

چو عضوے بدرد آورد روزگار   دگر عضوہا را نہ ماند قرار

توکز محنتِ دیگراں بے غمی   نہ شاید کہ نامت نہند آدمی

---

[1] انانکہ غنی ترانداِلخ: مالداروں کی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں، لہٰذا ان کو پریشانیاں بھی زیادہ لاحق ہوتی ہیں۔

[2] ازآنجا: چونکہ۔ ہمت وخاطر: سے باطنی توجہ مراد ہے۔ اندیشناکم: اندیشہ ناک ہستم۔

زحمت: تکلیف۔ حدیث میں ہے: ”زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والاتم پر رحم کرے گا۔“

بہ شکست: صیغہ ماضی مصدری معنی میں ہے۔

[3] نترسدالخ: یعنی جوگرے پڑوں کی دستگیری نہیں کرتا اس کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ جب وہ گرے گا اس کا بھی کوئی دستگیر نہ ہوگا۔ بیہدہ: بیہودہ۔ زگوش پنبہ الخ: یعنی ہوش کر۔ روز داد: روز قیامت۔

جوہر: اصل۔ یہاں آدم علیہ السلام مراد ہیں۔

حکایت[1] نمبر (۱۱): درویشے مستجاب الدعوات در بغداد پدید آمد، حجاجِ یوسف راخبر کردند بخواندش وگفت: دعائے خیرے برمَن کُن۔ گفت: خدایا جانش بستاں۔ گفت: از بہرِ خدا ایں چہ دعاست؟ گفت: ایں دعائے خیرست تراو جملہ مسلماناں را۔

مثنوی

اے زبردست زیر دست آزار   گرم تا کے بماند ایں بازار

بچہ کار آیدت جہانداری   مُردنت بہ کہ مَردم آزاری

حکایت[2] نمبر (۱۲): یکے از ملوکِ بے انصاف پارسائے را پرسید کہ کدام عبادت فاضل ترست؟ گفت: تراخوابِ نیمروز تادراں یک نفس خلق رانیازاری۔

قطعہ

ظالمے را خفتہ دیدم نیمروز   گفتم ایں فتنہ ست خوابش بُردہ بہ

وانکہ خوابش بہتر از بیداریست   آں چناں بد زندگانی مردہ بہ

حکایت[3] نمبر (۱۳): یکے را از ملوک شنیدم کہ شبے در عشرت روز کردہ بود، ودر پایانِ مستی می گفت:

---

[1] حکایت نمبر (۱۱): اس حکایت کا مطلب یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کو اولیاء اللہ سے دعائے خیر کا متوقع نہ ہونا چاہیے۔

مستجاب الدعوات: وہ شخص جس کی دعا مقبول بارگاہ ایزدی ہو۔ بغداد: عراق عرب کا مشہور شہر ہے۔ دراصل ”باغ داد“ تھا۔ چونکہ نوشیرواں نے اس جگہ مظلوموں کی دادرسی کی تھی، اس لیے یہ نام پڑ گیا تھا۔

حجاج یوسف: یعنی حجاج بن یوسف مروانی خاندان کا مشہور ظالم بادشاہ جس نے ستر ہزار بے گناہوں کو قتل کرایا۔

خیراست ترا الخ: یعنی تو ظلم کرنے کے گناہ سے بچ جائے گا اور مسلمان تیرے مظالم سے نجات پا جائیں گے۔

گرم بازاری: کاروبار کا پررونق ہونا۔

[2] حکایت نمبر (۱۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کے لیے انصاف وبخشش سے بہتر کوئی عبادت نہیں۔

پارسا: نیک۔ خواب نیم روز: دوپہر کا سونا۔ بدزندگانی الخ: وہ شخص جس کی زندگی بری ہو اس کا مرنا بہتر ہے، وہ گناہوں سے بچ جائے گا، دوسرے اس کی برائیوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔

[3] حکایت نمبر (۱۳): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ لالچی لوگوں کو دادودہش کرنے کے بعد فوراً ہی سختی کا معاملہ نہ کرے۔ نیز بے محل مال صرف کرنا فقرا اور مساکین کا حق تلف کرنا ہے۔ عشرت: عیش ونشاط۔ پایان: خاتمہ، انجام۔

بیت

مارا بہ جہاں خوشتر ازیں یکدم نیست — کز نیک وبد اندیشہ واز کس غم نیست

درویشے برہنہ بسر ماخفتہ بود گفت:

بیت

اے آنکہ باقبالِ تو[۱] در عالم نیست — گیرم کہ غمت نیست غمِ ماہم نیست

مَلِک راخوش آمد صُرّۂ ہزار دینار از روزن بیروں کرد و گفت: دامن بدار اے درویش، گفت: دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم، مَلِک را بر ضعفِ حالِ او رحمت زیادت شد و خلعتے برآں مزید کرد و پیشِ درویش فرستاد، درویش آں نقد و جنس را باندک مدت بخورد و پریشاں کرد و باز آمد۔

بیت

قرار در کفِ[۲] آزدگاں نہ گیرد مال — نہ صبر دَر دلِ عاشق نہ آب در غربال

دَر حالتے کہ ملک را پروائے[۳] او نبود حال بگفتند بہم برآمد وروی از و درہم کشید، و ازینجا گفتہ اند اصحابِ فطنت وخبرت کہ از حدّت وصولتِ پادشاہاں برحذر باید بودن کہ غالبِ ہمت ایشاں بمعظماتِ امورِ مملکت متعلق باشد و تحمل اِزدحامِ عوام نہ کنند۔

مثنوی

حرامش بود نعمتِ پادشاہ — کہ ہنگامِ فرصت نہ داردِ نگاہ

---

۱ باقبالِ تو: تیرے اقبال کے برابر۔ گیرم: میں مانتا ہوں۔ غمت: غم خود۔ صُرّہ: بضم الصاد، ہمیانی تھیلی۔
روزن: یعنی کھڑکی۔ خلعت: جوڑا۔ پریشان کرد: تلف کردیا۔

۲ کف: ہتھیلی۔ آزادگان: آزادمنش۔ غربال: بکسر الغین، چھلنی۔

۳ پروا: فرصت۔ فطنت: بالکسر، دانائی۔ خبرت: دانش و آگاہی۔ حدت: تیزی۔ صولت: دبدبہ۔
حذر: خوف وپرہیز۔ ازدحام: مجمع۔

مجالِ[۱] سخن تا نہ بینی زپیش — بہ بیہودہ گفتن مبر قدرِ خویش

گفت: ایں گدائے شوخ چشم مُبذّر را کہ چندیں نعمت بچندیں مدت برانداخت برانید کہ خزینۂ بیت المال لقمۂ مساکین ست نہ طعمۂ اخوان الشیاطین۔

بیت

ابلہے[۲] کو روزِ روشن شمعِ کافوری نہد — زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

یکے از وزرائے ناصح گفت: اے خداوند مصلحت آں می بینم کہ چنیں کساں را وجہِ کفاف بتفاریق مجرا دارند تا در نفقہ اسراف نہ کنند، امّا آنچہ فرمودی از زجر ومنع مناسبِ اربابِ ہمت نیست کہ یکے را بہ لطف امیدوار گردانیدن و باز بنومیدی خستہ کردن۔

نظم

بروئے خود درِ طماع باز نتواں کرد — چو باز شد بدرشتی فراز نتواں کرد

قطعہ

کس نہ بیند کہ تشنگانِ حجاز[۳] — برلبِ آبِ شور گرد آیند
ہر کجا چشمۂ بود شیریں — مردم و مرغ و مور گرد آیند

---

۱ مجال: گنجائش۔ میدان: طاقت۔ شوخ چشم: بے ادب۔
مُبذّر: فضول خرچ۔ بیت المال: شاہی خزانہ۔ اخوان الشیاطین: شیطانوں کے بھائی بند، فضول خرچ۔ قرآن پاک میں ہے۔ (اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ) (الاسراء: ۲۷) (فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں)

۲ ابلہ: بیوقوف۔ کو: کہ او۔ شمع کافوری: وہ موم بتی جس کے موم میں خوشبو کے لیے کافور ملا ہوا ہو۔
وجہِ کفاف: قوت لایموت۔ تفاریق: علیحدہ علیحدہ۔ مجرا: جاری کردہ شدہ۔ نفقہ: خرچ۔ زجر: جھڑکنا۔

۳ حجاز: مکہ، مدینہ طائف وغیرہ کا علاقہ۔ جس میں میٹھا پانی کمیاب ہے۔ آبِ شور: تلخ پانی، سمندر کا پانی

حکایت[۱] نمبر (۱۴): یکے از پادشاہانِ پیشین دررعایتِ مملکت سُستی کردے، ولشکررا بہ سختی داشتے، لاجرم دشمنے صعب روئے نمود ہمہ پشت دادند۔[۲]

مثنوی

چو دارند گنج از سپاہی دریغ — دریغ آیدش دست بردن بہ تیغ

چہ مردی کند در صفِ کار زار — کہ دستش تہی باشد و کار زار

یکے راازآناں کہ غدر کردند بامن دوستی بود ملامت کردم وگفتم: دون ست وبے سپاس وسفلہ وناحق شناس کہ باندک تغیّرِ حال ازمخدومِ قدیم برگردد وحقِ نعمت سالہا درنوردد گفت: اگر بہ کرم معذور داری شاید کہ اسپم بے جو[۳] بود ونمدِ زینم بگر وسلطان کہ بہ زربا سپاہی بخیلی کند بااوبہ سرجواں مردی نتواں کرد۔

فرد

زرُ بدہ مردِ سپاہی را تا سر بدہد — وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

شعر

اِذَا شَبِعَ الْكَمِيُّ يَصُوْلُ بَطْشًا — وَخَاوِي الْبَطْنِ يَبْطِشُ بِالْفَرَارِ

[۱] حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہوں کوفوج اور پولیس پرخوب خرچ کرنا چاہیے تا کہ وہ خوش دلی سے بادشاہ کی حمایت کریں۔ پیشین: گذشتہ۔

[۲] ہمہ پشت دادند: سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ دریغ: ممانعت وافسوس۔ کارزار: جنگ۔ کارزار: یعنی اس کا کام بگڑاہواہو۔غدر: عہدشکنی، بیوفائی۔ دون: کمینہ۔ دون ست الخ: خبرمقدم ہے۔ بے سپاس: ناشکرگذار۔ سفلہ: کمینہ۔ ناحق شناس: حق کونہ پہنچانے والا۔ کہ باندک الخ: مبتداءموخر ہے۔برگردد: نافرمان بنے۔

[۳] جو: جوکادانہ۔ نمدہ: زین کے نیچے کانمدہ۔ سربنہد درعالم: یعنی بھاگ جائے گا۔

اذاشبع الکمی الخ: جب سپاہی پیٹ بھراہوتا ہےتوسخت حملہ کرتا ہےاورخالی پیٹ جلد بھاگ جاتا ہے۔

دوسراترجمہ: جب سپاہی پیٹ بھرلیتا ہےتووہ گرفت کرکےحملہ کرتا ہے۔اورخالی پیٹ کی گرفت بھاگنا ہے۔

حکایت[۱] نمبر (۱۵): یکے ازوزرامعزول شدہ بحلقۂ درویشاں درآمد وبرکتِ صحبتِ ایشاں دروے سرایت کرد وجمعیتِ خاطرش دست داد ومَلِک بارِدیگر بااودل خوش کرد وعمل فرمود، قبولش نیامد وگفت: معزولی بہ کہ مشغولی۔

رباعی

آنانکہ بہ کنجِ عافیت بہ نشستند — دندانِ سگ ودہانِ مردم بستند

کاغذ بدریدند و قلم بہ شکستند — وزدست و زبانِ حرفگیراں رستند

مَلِک گفت ہرآئینہ[۲] ماراخردمندے کافی باید کہ تدبیرِ مملکت رابشاید، گفت: نشانِ خردمندِ کافی آنست کہ بہ چنیں کارہاتن درنہ دہد۔

فرد

ہُمای بر سرِ مرغاں ازاں شرف دارد — کہ استخواں خورد و طائرے نیازارد

حکایت[۳] نمبر (۱۶): سیاہ گوش راگفتند: تراملازمتِ شیر بچہ وجہ اختیار افتاد، گفت: تافضلۂ صیدش می خورم وازشرِّ دشمناں درپناہِ صولتش زندگانی می کنم، گفتندش: اکنوں کہ بہ ظلِّ حمایتش درآمدی وبشکرِ نعمتش اعتراف کردی چرانزدیک ترنیائی تابحلقۂ خاصانت درآردو ازبندگانِ مخلصت شمارد، گفت: ازبطشِ وے ہمچناں ایمن نیستم۔

[۱] حکایت نمبر (۱۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کافرض ہے کہ عہدے ان آدمیوں کے سپرد کرے جوان کے بھوکے نہ ہوں۔ وزراء: وزیرکی جمع۔ معزول شدہ: برخاست ہوکر۔ وجمعیت خاطرش دست داد: یعنی اس کو اطمینان قلبی حاصل ہوگیا۔ کنج: گوشہ۔ سگ: کتا۔ یہاں ایذاپہنچانے والے مرادہیں۔ حرف گیر: نکتہ چین۔

[۲] ہرآئینہ: بہرصورت۔ ہُما: مشہور ہے کہ ہماکسی پرندکومارکرنہیں کھاتا، بلکہ گری پڑی ہڈیوں سے پیٹ بھرلیتا ہے۔

[۳] حکایت نمبر (۱۶): اس حکایت کامنشایہ ہے کہ وزراکوبادشاہوں سے ہمیشہ پُرخطر رہنا چاہیے۔

سیاہ گوش: ایک جانورکانام ہے جوکتے سے چھوٹابلی سے بڑاہوتا ہےاوراس کے کان سرخ مائل بسیاہی ہوتے ہیں۔ ہمیشہ شیرکےاردگردرہتا ہے۔ ملازمت: ساتھ رہنا۔ فضلہ: پس ماندہ۔ صید: شکار۔

صولت: دبدبہ۔ ظل: سایہ۔ اعتراف: اقرار۔ بطش: پکڑ۔

فرد

اگر صد سال گبر آتش فروزد ——— اگر یک دم در و افتد بہ سوزد

افتد کہ ندیمِ حضرت سُلطاں رازر بیاید و باشد کہ سر برود، وحکما گفتہ اند: از تلوّنِ طبعِ پادشاہاں پرحذر باید بود کہ وقتے بسلامے برنجند وگاہے بہ دُشنامے خلعت دہند، وگفتہ اند: ظرافتِ بسیار ہنرِ ندیماں ست وعیبِ حکیماں۔

فرد

تو بر سرِ قدرِ خویشتن باش ووقار ——— بازی و ظرافت بہ ندیماں بگذار

حکایت[۱] نمبر (۱۷): یکے از رفیقاں شکایتِ روزگارِ نامساعد بنزِ دِمن آورد کہ کفاف اَندک دارم وعیالِ بسیار وطاقتِ بارِ فاقہ نمی آرم وبار ہادر دِلم آمد کہ باقلیمے دیگر نقل کنم تا در ہر صورتے کہ زندگانی کنم کسے رابرنیک وبدِ مَن اطلاع نباشد۔

بیت

بس گرسنہ خفت وکس ندانست کہ کیست ——— بس جاں بلب آمد کہ بروکس نہ گریست

باز از شماتتِ اعداء می اندیشم کہ بہ طعنہ درقفائے مَن بخندند وسعیِ مرادرحقِ عیال برعدمِ مروّت حمل کنند وگویند:

افتد: کبھی ایسا ہوتا ہے۔ ندیم: مصاحب۔ سر برود: قتل کردیا جاتا ہے۔ تلوّن: رنگ برنگ ہونا۔تغیر۔

دُشنام: گالی گلوچ۔ ظرافت: مسخرا پن۔ بازی: دل لگی۔ تو برسرالخ: تو اپنے مرتبہ اور وقار پر قائم رہ۔

[۱] حکایت نمبر (۱۷): اس حکایت کا منشایہ ہے کہ حتی المقدور بادشاہوں کی ملازمت اور صحبت سے بچنا چاہیے۔

نامساعد: ناموافق۔ کفاف: قوت لایموت۔ عیال: بال بچے۔ گرسنہ: بھوکا۔ بس: بسے۔ شماتت: دشمن کی خوشی۔

قطعہ

بہ بیں آں بے حمیّت[۱] را کہ ہرگز ——— نخواہد دید روئے نیک بختی

کہ آسانی گزیند خویشتن را ——— زن و فرزند بگذارد بسختی

ودریں علمِ محاسبت چنانکہ معلوم ست چیزے دانم، اگر بجاہِ شما شغلے معیّن شود کہ موجبِ جمعیّتِ خاطر باشد بقیّتِ عمر از عہدۂ شکرِ آں بیروں آمدن نتوانم، گفتم: عملِ پادشاہ اے برادر دوطرف دارد امیدِ نان وبیمِ جان، وخلافِ رائے خردمنداں باشد بدیں امید دراں بیم افتادن۔

قطعہ

کس نیاید بخانۂ درویش ——— کہ خراجِ[۲] زمین و باغ بدہ

یا بہ تشویش و غصہ راضی شو ——— یا جگر بند پیشِ زاغ بنہ

گفت: ایں موافقِ حالِ من نہ گفتی وجوابِ سوالِ من نیاوردی نشنیدۂ کہ ہر کہ خیانت ورزد دستش از جبانت[۳] بلرزد۔

فرد

راستی موجبِ رضائے خدا ست ——— کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

حکماء گویند کہ چہار کس از چہار کس بجاں برنجند حرامی از سلطان، ودُزد از پاسباں وفاسق از غماز، وروسپی از محتسب، آں راکہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک۔

[۱] بے حمیّت: بے عزت۔ کہ ہرگز الخ: بیان ہے "بے حمیّت" کا۔ علمِ محاسبت: علم حساب۔ جاہ: مرتبہ۔

[۲] خراج: ٹیکس۔ جگر بند: مجموعہ کلیجی۔ چوتھے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ یا موت پسند کرے۔

[۳] جبانت: بزدلی۔ حرامی: ڈاکو۔ غماز: چغل خور۔ روسپی: رنڈی۔ محتسب: ایک افسر ہوتا تھا جو بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔

قطعہ

مکن فراخ روی[1] در عمل اگر خواہی   کہ روزِ رفعِ تو باشد مجالِ دشمن تنگ

تو پاک باش برادر مدار از کس باک   زنند جامۂ ناپاک گازراں برسنگ

گفتم: حکایتِ روباہے[2] مناسبِ حالِ تست کہ دیدندش گریزاں وبیخویشتن افتاں وخیزاں، کسے گفتش: چہ آفت ست کہ موجبِ مخافت است، گفتا: شنیدم کہ شیر را بہ سُخرہ می گیرند، گفت: اے سفیہ ترا با شیر چہ مناسبت است؟ و او را با تو چہ مشابہت، گفت: خاموش کہ اگر حسودان بغرض گویند کہ اینہم بچۂ شیر ست وگرفتار آیم کرا غمِ تخلیصِ من دارد کہ تفتیشِ حالِ من کند و تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود، ترا ہمچنیں فضل ست و دیانت وتقویٰ و امانت، ولیکن متعنّتاں در کمین اند مدّعیاں گوشہ نشین اگر آنچہ سیرتِ تست بخلافِ آں تقریر کنند و در معرضِ خطابِ پادشاہ آئی دراں حالت کرا مجالِ مقالت باشد، پس مصلحت آں می بینم کہ مُلکِ قناعت را حراست کنی وترکِ ریاست گوئی۔

قطعہ

بہ دریا در منافع بیشمار ست   اگر خواہی سلامت بر کنار ست

رفیق چوں ایں سخن بشنید بہم برآمد وروئے از حکایتِ من درہم کشید وسخنہائے رنجش

[1] فراخ روی: حد سے گزرنا۔ روزِ رفع تو: ملازمت سے برطرفی کے دن۔ گازر: دھوبی

[2] روبارہ: لومڑی۔ بےخویشتن: بےتاب۔ مخافت: ڈر۔ سُخرہ: بیگار۔ سفیہ: بےوقوف۔ غرض: بدخواہی۔ تفتیش: تحقیق۔ تریاق: زہر اتارنے کی دوا۔ مارگزیدہ: سانپ کا ڈسا ہوا۔ متعنّتاں: دشمنان۔ کمین: گھات۔ مُدّعیان: یعنی مخالفین۔ گوشہ نشین: یعنی گھات میں بیٹھے ہوئے۔ معرض: جگہ۔ خطاب: عتاب۔ مقالت: گفتگو۔ قناعت: صبر۔ ریاست: سرداری۔ در: زاید ہے۔ ''دُر'' غلط ہے۔

آمیز گفتن گرفت کہ ایں چہ عقل وکفایت[1] ست وفہم ودرایت، قولِ حکما درست آمد کہ گفتہ اند: دوستاں در زنداں بکار آیند کہ بر سُفرہ ہمہ دُشمناں دوست نمایند۔

قطعہ

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند   لاف[2] یاری و برادر خواندگی

دوست آں دانم کہ گیرد دستِ دوست   در پریشاں حالی و در ماندگی

دیدم کہ متغیّر می شود ونصیحتِ من بغرض می شنود نزدیکِ صاحب دیواں رفتم بسابقہ معرفتے کہ در میانِ ما بود صورتِ حالش بگفتم و اہلیّت واستحقاقش بیاں کردم تا بکارے مختصرش نصب کردند، چندے بریں برآمد لطفِ[3] طبیعتش را بدیدند، وحسنِ تدبیرش را بہ پسندیدند کارش ازاں درگذشت و بہ مرتبۂ بالاتر ازاں متمکّن شد، ہمچناں نجمِ سعادتش در ترقی بود تا بہ اوُجِ ارادت در رسید ومقرّبِ حضرتِ سلطان ومعتمد علیہ گشت، بر سلامتِ حالش شادمانی کردم وگفتم:

فرد

زکارِ بستہ میندیش و دل شکستہ مدار   کہ آبِ چشمۂ حیواں درونِ تاریکی ست

قطعہ

أَلَا لَا يَجْأَرَنَّ[4] أَخُو الْبَلِيَّةِ   فَلِلرَّحْمٰنِ أَلْطَافٌ خَفِيَّةٌ

[1] کفایت: کارگذاری۔ درایت: دانشمندی۔ سفرہ: بضم السین، دسترخوان۔

[2] لاف زدن: ڈینگیں مارنا۔ برادر خواندگی: منہ بولا بھائی ہونا۔ بغرض: یعنی نصیحت کرنے میں میری کوئی غرض ہے۔ دیوان: دفتر، کچہری۔ کارِ مختصر: معمولی نوکری۔ [3] لطفِ طبیعت: طبیعت کی روانی۔ نجمِ سعادت: نیک بختی کا ستارہ۔ اوج: بلندی کارِ بستہ: مشکل کام۔ چشمۂ حیوان: مشہور ہے کہ ایک چشمہ ہے جو اس کا پانی پی لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا اور اس تک پہنچنے میں بہت سی تاریکیاں طے کرنا پڑتی ہیں۔

[4] اَلَا لَا یَجأَرَنَّ الخ: آگاہ مصیبت زدہ تھوڑا دل نہ کرے، اللہ کی مہربانیاں چھپی ہوئی ہیں۔ (وہ بروقت مدد کر دیتی ہیں) دوسرا ترجمہ: مصیبت زدہ ہرگز نہ بلبلائے۔ اس لیے کہ خدا کی چُھپی ہوئی مہربانیاں ہیں۔

فرد

منشیں ترش از گردشِ ایّام کہ صبر　　تلخ ست [1] ولیکن بر شیریں دارد

دراں قُربت مرا با طائفۂ یاراں اتفاقِ سفر افتاد، چوں از زیارتِ مکہ باز آمدم یک دو منزلم استقبال کرد، ظاہرِ حالش را دیدم پریشاں و در ہیئاتِ درویشاں، گفتم: چہ حالت ست؟ گفت: آں چناں کہ تو گفتی طائفہ حسد بردند و بہ خیانتم منسوب کردند و مَلک دَامَ مُلکُہٗ در کشفِ حقیقت آں استقصاء نفرمودہ، و یارانِ قدیم و دوستانِ حمیم از کلمۂ حق خاموش شدند و صحبتِ دیریں فراموش کردند۔

قطعہ

نہ بینی کہ پیش خداوندِ جاہ　　ستایش کناں دست بَر بر نہند
اگر روزگارش در آرد زپائے　　ہمہ عالمش پای برسر نہند

فی الجملہ بانواعِ عقوبت گرفتار شدم تا دریں ہفتہ کہ مُژدۂ سلامتِ حجاج برسید از بندِ گرانم خلاص کرد و مُلکِ موروثم [2] خاص، گفتم: دراں نوبت اشارتِ من قبولت نیامد کہ گفتم: عملِ پادشاہاں چوں سفرِ دریاست خطرناک وسودمند یا گنج برگیری یا در طلسم بمیری۔

قطعہ

ندانستی کہ بینی بند [3] بر پائے　　چو در گوشت نیاید پندِ مردم

---

[1] صبر تلخ است: مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہے۔ زیارت مکہ: حج بیت اللہ۔ استقبال: پیشوائی۔
استقصاء: کامل تحقیقات۔ حمیم: گرم پانی۔ خالص دوست۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔
بَر: اوپر۔ بَر: سینہ۔ پای برسر نہند: یعنی پیروں سے اس کا سر کچل دیں۔ عقوبت: سزا۔

[2] ملک موروث: باپ دادا کی جائداد۔ تلاطم: دریا کی طغیانی۔ طلسم: موہوم خیالات جو عجیب عجیب شکلوں میں نمودار ہوں۔ [3] بند: بیڑی۔

مکن انگشت در سوراخِ کژدم　　دگر رہ [1] گرنداری طاقتِ نیش

حکایت نمبر [2] (۱۸): تنے چند از روندگاں [3] در صحبتِ من بودند ظاہرِ ایشاں بصلاح آراستہ و یکے را از بزرگاں درحقِ ایں طائفہ حسنِ ظنّے بلیغ بود و ادرارے معیّن کردتا یکے از ایشاں حرکتے کرد نہ مناسبِ حال درویشاں، ظنّ آں شخص فاسد و بازارِ ایناں کاسد، خواستم تا بطریقے کفافِ یاراں مستخلص گردانم، آہنگِ خدمتش کردم دربانم رہا نہ کرد و جفا کرد، معذورش داشتم کہ لطیفاں گفتہ اند:

قطعہ

دَرِ میر و وزیر و سُلطاں را　　بے وسیلت [4] مگرد پیرامن
سَگ و دَرباں چو یافتند غریب　　ایں گریبانش گیرد آں دامن

چندانکہ مقربانِ حضرتِ [5] آں بزرگ برحالِ من وقوف یافتند و باکرام در آوردند و برتر مقامے معیّن کردند امّا بتواضع فروتر نشستم و گتم:

فرد

بگذار کہ بندۂ کمینم　　تا در صفِ بندگاں نشینم

گفت: اللہ اللہ چہ جائے سخن ست؟

---

[1] دگررہ: دوسری بار۔ نیش: ڈنک۔ کژدم: بچھو

[2] حکایت نمبر (۱۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کو علماء وصلحا کی عزت کرنی چاہیے۔ اور معمولی غلطیوں پر روزینے بند نہ کرنے چاہئیں۔

[3] روندگان: یعنی تصوف کے منازل طے کرنے والے۔ درصحبت من: غالباً یہ صاحبان شیخ سعدی کے مرید تھے۔
صلاح: تقویٰ طہارت۔ اِدرار: روزینہ۔ کاسد: کھوٹا بے رونق۔ کفاف: گذارے کے قابل مال۔
متخلص گردانم: یعنی ان کا روزینہ جو ضبط ہو گیا تھا اس کو واگزار کراؤں۔ جفا: ظلم۔

[4] وسیلت: ذریعہ۔ پیرامن: اردگرد۔ غریب: اجنبی، مسافر۔

[5] مقربان حضرت آں: ان صاحب کے خاص لوگ۔ وقوف: اطلاع۔ کمین: یا اور نون نسبت کا ہے۔
اللہ اللہ: تکرار تعجب کے لیے ہے۔ چہ جائے سخن است: یعنی آپ کیا فرما رہے ہیں۔

فرد

گر بر سَر و چشمِ من نشینی   نازت بکشم که نازنینی

فی الجملہ نشستم واز ہردرے سخن پیوستم[1] تاحدیثِ زلّتِ یاران درمیان آمد وگفتم:

قطعہ

چہ جرم دید خداوندِ سابق الانعام   کہ بندہ در نظرِ خویش خوار میدارد

خدائے راست مسلّم بزرگواری وحِلم   کہ جُرم بیند و ناں برقرار میدارد

حاکم رااین سخن پسندیدہ آمدواسباب معاشِ[2] یاراں فرمودتاباز برقاعدۂ ماضی مہیّا دارند ومؤنتِ[3] ایامِ تعطیل وفاکنند،شکرِ نعمت بگفتم وزمینِ خدمت ببوسیدم وعذرِ جسارت بخواستم وگفتم۔

قطعہ

چوکعبہ قبلۂ حاجت شد از دیارِ بعید   روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ

ترا تحمّلِ امثالِ ما بباید کرد   کہ ہیچکس نہ زند بردرختِ بے برسنگ

حکایت نمبر (۱۹): مَلِک زادۂ گنجِ فراواں از پدر میراث یافت ودستِ کرم بکشادوداد ِسخاوت بدادونعمتِ بیدریغ برسپاہ ورعیّت بریخت۔

[1] از ہردرے سخن پیوستم: یعنی ہرطرف سے بات گھیر کرلایا۔ زلّت: لغزش، قصور، ناپسندیدہ کام۔ سابق الانعام: جوپہلے سے انعام کرتا آئے۔ کہ بندہ: یعنی کہ بندہ را۔ مسلّم: ثابت۔ حِلم: بُردبار۔ الطاف: مہربانیاں۔ نان برقرار میدارد: روزی جاری رکھتا ہے۔

[2] معاش: گذربسر۔ مہیّا: تیار۔

[3] مؤنت: خرچ۔ ایامِ تعطیل: موقوفی کے دن۔ جسارت: دلیری۔ کعبہ: بیت اللہ۔ قبلۂ حاجت: جس کی طرف ضرورت میں رخ کریں۔ دیار: ملک۔ فرسنگ: تین میل۔ تحمّل: برداشت۔ بے بَر: بے پھل۔

[4] حکایت نمبر (۱۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بخل بادشاہوں کی شایانِ شان نہیں ہے، ان کو دولت اکٹھا کرنے کی فکر نہ کرنی چاہیے۔ دادِ سخاوت داد: خوب بخشش کی۔ بیدریغ: بے روک ٹوک۔

قطعہ

نیا ساید[1] مَشام از طبلۂ عُود   بر آتش نہ کہ چوں عنبر ببوید

بزرگی بایدت بخشندگی کن   کہ دانہ تانیفشانی نروید

یکے از جلسائے[2] بے تدبیر نصیحتش آغاز کرد کہ مُلوکِ پیشیں مرایں نعمت رابہ سعی اندوختہ اندوبرائے مصلحتے نہادہ، دست ازیں حرکات کوتاہ کن کہ واقعہا درپیش ست ودشمناں از پس، نباید کہ بوقتِ حاجت درمانی۔

قطعہ

اگر گنجے کنی برعامیاں[3] بخش   رَسد ہر کدخدائے را برنجے

چرانستانی از ہریک جوے سیم   کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے

مَلِک زادہ رُوئے ازیں سخن درہم آوردوموافق طبعش نیامدومراورَا زجر[4] فرمودوگفت: خداوندتعالیٰ مَرامالکِ ایں مملکت گردانیدہ است تابخورم وبخشم نہ پاسباں کہ نگہدارم۔

بیت

قاروں ہلاک شدکہ چہلخانہ گنج داشت   نوشیرواں[5] نمرد کہ نامِ نکوگذاشت

[1] نیاساید: نہ آساید۔ مَشام: یعنی دماغ۔ طبلۂ عُود: وہ ڈبیہ جواگر کی لکڑی کی بنی ہوئی ہو۔ یاوہ ڈبیہ جس میں اگر کے ٹکڑے رکھے ہوں۔

[2] جلساء: جلیس کی جمع، ہمنشیں۔ واقعہا: لڑائیاں۔

[3] عامیان: عامی کی جمع، عام لوگ۔ بخش: مفعول کے معنی میں ہے۔ کدخدائے: صاحبِ خانہ۔ برنج: چاول۔ جوے سیم: جوبھر چاندی۔

[4] زَجر: سرزنش۔ قارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھتیجے کا نام ہے جوبخل میں مشہور ہے۔ بہ چہل: اس ہی طرح ''ہفتاد'' کبھی ان سے عددِ معیّن مراد ہوتا ہے اور کبھی محض کثرت کے معنی میں آتے ہیں۔

[5] نوشیرواں: مشہور بادشاہ کا نام ہے۔ دراصل ''نوشین رواں'' ہے چونکہ اس کے باپ قباد نے اس کی پیدائش کی خبرسن کر شراب کے خم لنڈھانے کا حکم دیدیا تھا، اس لیے یہ نام پڑ گیا۔

حکایت نمبر[1] (۲۰): آوردہ اند کہ نوشیروانِ عادل را در شکار گاہے صیدے کباب می کردند و نمک نہ بود، غلامے بُروستا دَوانیدند تا نمک آرد نوشیرواں گفت: بہ قیمت بستاں تا رسمے نگردد وِدہ خراب نہ شود، گفتند: ازیں قدر چہ خلل زاید، گفت: بنیادِ ظلم اندر جہاں اول اندک بودہ است و ہر کس کہ آمد براں مزید[2] کرد تا بدیں غایت رسید۔

قطعہ

اگر زباغِ رعیّت مَلِک خورد سیبے ‏ ‏ ‏ ‏ بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
بہ پنج[3] بیضہ کہ سلطاں ستم رَوا دارد ‏ ‏ ‏ ‏ زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

حکایت نمبر[4] (۲۱): عامِلے راشنیدم کہ خانۂ رعیّت خراب کردے تا خزینۂ سُلطان آباداں کند بے خبر از قولِ حکما کہ گفتہ اند: ہر کہ خدائے عزَّ وجلّ رابیازارد تا دلِ خلقے بدست آرد خداوند تعالیٰ ہماں خلق بروبرگمارد تا دِمار از روزگارش برآرد۔

بیت

آتشِ سوزاں نکند باسپند[5] ‏ ‏ ‏ ‏ آنچہ کند دُودِ دلِ مستمند

[1] حکایت نمبر (۲۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے بادشاہ کو کوئی ایسی بری رسم نہ ڈالنی چاہیے۔ جس سے رعایا کو تکلیف پہنچے۔

رُوستا: گاؤں۔ رسمے نگردد الخ: یعنی یہ عادت نہ پڑنی چاہیے۔ ورنہ ہر آنے والا بادشاہ نمک وصول کرے گا۔

[2] مزید: زیادتی۔ [3] بہ پنج: خاص پانچ کا عدد مراد نہیں ہے، بلکہ قلّت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

ہزار مرغ بسیخ: یعنی ہزاروں مرغوں کے سیخ پر کباب بناڈالیں گے۔

[4] حکایت نمبر (۲۱): مقصود یہ ہے کہ وزرا کو بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیال سے رعایا کو ستانا نہ چاہیے۔

عامِل: کارندہ۔ خزینہ: خزانہ۔ برگمارد: متعیّن کردیتا ہے۔ دِمار: ہلاکت، انتقام۔ روزگار: حال۔

[5] اسپند: کالا دانہ۔ مستمند: دردمند۔ یعنی مظلوم کی آہ ظالم کو خاکستر بنانے میں وہ کام کرتی ہے جو آگ بھی کالے دانہ پر نہیں کرتی جس کو دھونی کے لیے آگ پر ڈال کر جلایا جاتا ہے اور اس بچہ کو دھونی دی جاتی ہے جس کو نظر لگ جاتی ہے۔

سر[1] جملۂ حیوانات گویند کہ شیر ست، واذلِ جانوراں خر، و باتفاق خرِ بار بر بہ کہ شیرِ مردم در۔

مثنوی

مسکین خر اگرچہ بے تمیز ست ‏ ‏ ‏ ‏ چوں بار ہمی برد عزیز ست
گاوان وخرانِ بار بردار ‏ ‏ ‏ ‏ بہ زِآدمیانِ مردم آزار

باز آمدیم بہ حکایتِ وزیر غافل، گویند: مَلِک راطرفے از ذمائمِ[2] اخلاقِ او بقرائن[3] معلوم گشت در شکنجہ کشید و بانواعِ عقوبت بکشت۔

قطعہ

حَاصِل نشود رضائے سُلطاں ‏ ‏ ‏ ‏ تا خاطرِ بندگاں نہ جوئی
خواہی کہ خدائے برتو بخشد ‏ ‏ ‏ ‏ با خلقِ خُدائے کن نکوئی

آوردہ اند کہ یکے از ستمدیدگاں بر سرِ او بگذشت و در حالِ تباہِ وے تامّل کرد و گفت:

قطعہ

نہ ہر کہ قوتِ بازوئے منصبے دارد ‏ ‏ ‏ ‏ بسلطنت بخورد مالِ مرداں بگزاف
تواں بحلق فرو بردن استخوانِ درشت ‏ ‏ ‏ ‏ وَلے شکم[4] بدرد چوں بگیرد اندر ناف

بیت

نماند ستمگارِ بد روزگار ‏ ‏ ‏ ‏ بماند برو لعنتِ پائدار

[1] سر: سردار۔ اذل: سب سے ذلیل

[2] ذمائم: ذمیمہ کی جمع، برائی۔ [3] قرائن: علامات۔ شکنجہ: سزا دینے کا ایک آلہ تھا جس میں مجرم کو کس دیا جاتا تھا۔

ستمدیدگان: وہ لوگ جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ تامّل: غور وفکر۔ سلطنت: قہر وغلبہ۔ گزاف: بیہودہ باتیں۔

[4] وَلے شکم الخ: یعنی جب وہ ہڈی ناف میں پہنچے گی جو معدہ کی انتہائی گہرائی ہے تو پیٹ میں درد کردے گی۔

حکایت نمبر[۱] (۲۲): مردم آزارے را حکایت کنند کہ سنگے بر سرِ صالحے زد، درویش را مجالِ انتقام[۲] نہ بود سنگ را نگاہ می داشت تا زمانے کہ مَلِک را برآں لشکری خشم آمد و در چاہ کرد، درویش اندر آمد و سنگ بر سرش کوفت، گفتا: تو کیستی و ایں سنگ چرا زدی، گفت: من فلانم و ایں ہماں سَنگ ست کہ در فلاں تاریخ بر سرِ من زدی۔ گفت: چندیں روزگار کجا بودی؟ گفت: از جاہت[۳] اندیشہ می کردم اکنوں کہ در چاہت دیدم فرصت غنیمت دانستم۔

مثنوی

ناسزائے را کہ بینی بختیار — عاقلاں تسلیم کردند اختیار
چوں نداری ناخنِ درندہ تیز — با بداں آں بہ کہ کم گیری ستیز
ہر کہ با فولادِ بازو پنجہ کرد — سَاعِدِ سیمین خود را رنجہ کرد
باش تا دستش ببندد روزگار — پس بکامِ دوستاں مغزش برآر

حکایت نمبر[۴] (۲۳): یکے را از ملوک مرضے ہائل بود کہ اعادتِ ذکرِ آن ناکردن اولےٰ، طائفہ از حکمائے یونان متفق شدند کہ مرایں دَردِ را دَوائے نیست، مگر زہرۂ آدمی کہ بہ چندیں صفت موصوف باشد، بفرمود طلب کردن، دہقاں پسرے را یافتند براں صورت کہ حکیماں گفتہ

[۱] حکایت نمبر (۲۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کے مقربین کو بادشاہ کے بھروسہ پر رعایا پر ظلم نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ معزولی کے وقت انہی مظلوموں کے ظلم میں گرفتار ہو جائے گا۔ مجال: گنجایش۔

[۲] انتقام: بدلہ لینا۔ در چاہ کرد: مجرم کو اندھے کنویں میں ڈلوا دیا جاتا تھا۔

[۳] از جاہت: یعنی تیرے مرتبہ سے۔ اندیشہ می کردم: میں ڈرتا تھا۔ ناسزا: نالائق۔ بختیار: اقبال مند۔ یعنی جب تو کسی نالائق کو برسرِ اقتدار دیکھے تو تُو بھی اطاعت قبول کر لے، اس لیے کہ ایسے موقع پر عقلمند کا یہی کام ہے۔
ستیز: جنگ۔ فولاد بازو: وہ شخص جس کے بازو فولاد کی طرح مضبوط ہوں۔ سَاعِدِ سیمیں: چاندی کی سی کلائی، یعنی نازک۔
رنجہ: رنجیدہ۔ کام: مقصد۔

[۴] حکایت نمبر (۲۳): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بادشاہ کو اپنے نفع کی خاطر کسی کو نہ ستانا چاہیے۔ اور مسکینوں پر رحم کھانا خدا کی رضامندی کا سبب ہے۔ ہائل: خوفناک۔ اعادت: تکرار۔
زہرہ: پتہ۔ بہ چندیں صفت: مثلاً خوب صورت دراز قد ہو۔

بودند، پدر و مادرش را بخواندند، و بہ نعمت بیکراں[۱] خوشنود گردانیدند، و قاضی فتویٰ داد کہ خونِ یکے از رعیّت ریختن سلامتِ نَفْس پادشاہ را رَوا باشد، جلاّد قصد کرد، پسر سَر سُوئے آسماں برآورد و تبسّم کرد، مَلِک پرسید کہ دریں حالت چہ جائے خندیدن ست؟ گفت: نازِ فرزند بر پدر و مادر باشد، و دعویٰ پیشِ قاضی برند، داد از پادشاہ خواہند، اکنوں پدر و مادر بعلّتِ[۲] حُطامِ دنیا مرا بہ خون در سپردند، و قاضی بکشتنم فتویٰ داد، و سلطاں مصالحِ خویش اندر ہلاکِ من می بیند بجز خدائے عزّ وجلّ پناہے نمی بینم۔

بیت

پیشِ کہ بر آورم ز دستت فریاد — ہم پیشِ تو از دستِ تو میخواہم داد

سُلطاں را دل ازیں سخن بہم برآمد، و آب در دیدہ بگردانید، و گفت: ہلاکِ من اولیٰ تر کہ خونِ چُنیں طفلے ریختن بے گناہ، سر و چشمش ببوسید و در کنار گرفت و آزاد کرد و نعمتِ بے اندازہ بخشید۔ گویند۔ ہمدراں ہفتہ صحت یافت۔

قطعہ

ہمچناں در فکرِ آں بیتم کہ گفت — پیلبانے بَر لبِ دریائے نیل
زیرِ پایت گر بدانی حالِ مور — ہمچو حالِ تست زیرِ پائے پیل

حکایت نمبر[۳] (۲۴): یکے از بندگانِ عَمر ولیث گریختہ بود، کساں در عقبش برفتند و باز

[۱] بیکراں: لاتعداد۔ جلاّد: وہ شخص جو قتل کرنے پر متعین ہوتا تھا۔ [۲] علّت: سبب۔ حُطام: ریزہٴ گھاس۔ یہاں دنیا کا مال مراد ہے۔ دل بہم برآمد: یعنی رقت قلبی پیدا ہو گئی۔ نیل: مصر کا مشہور دریا ہے۔ زیرِ پایت الخ: یعنی تیرے پیر کے نیچے آ کر چیونٹی کی وہی حالت ہوتی ہے جو تیری کسی ہاتھی کے پیر کے نیچے آ کر۔

[۳] حکایت نمبر (۲۴): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ محض اہلِ غرض اور حاسدوں کی شکایت پر کسی کو سزا نہ دے بلکہ مجرم کی بھی بات سنے اور پھر فیصلہ کرے۔
عَمر ولیث: یعنی عمرو بن لیث یا وہ عمرو جولیث کے لقب سے مشہور ہے۔ یہی وہ بادشاہ ہے جس نے شیراز آباد کیا ہے۔
عَقب: بفتحِ اول و سکون ثانی۔ و بفتحتین، پیچھے۔

آوردند وزیر را باوے غرضے[1] بود اشارت بکشتنش کرد تا دیگر بندگاں چنیں فعل نیارند، بندہ سر پیشِ عَمر ولیث برزمیں نہاد و گفت:

فرد

هر چه رود برسرم چوں تو پسندی رواست | بنده چه دعویٰ کند حکم خداوند[2] راست

لیکن بموجبِ آنکه پروردۂ نعمتِ ایں خاندانم نخواہم که در قیامت بخونِ من گرفتار آئی اجازت فرمائی تا وزیر را بکشم، پس آنگه بقصاصِ او بفرمائی خونِ من ریختن تا بحق کشته باسی، مَلِک راخنده گرفت وزیر را گفت: چگونه مصلحت می بینی؟ وزیر گفت: اے خداوندِ جہاں مصلحت آں می بینم که از بہرِ خدا وصدقۂ گورِ پدر اورا آزاد کنی تا مرا نیز در بلائے نیفگند، گناه از من ست وقولِ حکیماں معتبر که گفته اند:

قطعه

چو کردی با گلوخ انداز پیکار | سَرِ خود را به نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روئے دشمن | چناں داں کاندر آماجش نشستی

حکایت نمبر[3] (۲۵): مَلِکِ زوزن را خواجه بود کَرِیمُ النَّفس نیک محضر که همگناں را در مواجه حرمت

[1] غرض: دشمنی۔ ایک نسخہ ''عداوتے'' کا بھی ہے۔

[2] خداوند: یعنی بادشاہ۔ راست: یعنی رواست۔ قصاص: کسی قاتل کو شرعی حکم کے مطابق قتل کرنا۔

گلوخ انداز: وہ سپاہی کہلاتے تھے جو قلعہ کے کنگروں کے سوراخوں سے دشمن پر ڈلے برساتے تھے۔ چونکہ وہ خود آڑ میں ہوتے تھے اس لیے دشمن ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔ پیکار: جنگ۔ آماجش: آماج۔ ریت کا ٹیلہ جس پر نشانہ بازی کی جاتی ہے۔ یعنی اگر تو کسی دشمن پر پتھر برساتا ہے تو یہ سمجھ کہ تو بھی اس کے نشانہ پر ہے۔

[3] حکایت نمبر (۲۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ وفادار نمک خواروں کی معمولی معمولی بات پر گرفت نہ کرے، بلکہ ان کے معاملہ میں کچھ چشم پوشی سے کام لے۔ زوزن: بروزن ''سوزن''، ہرات اور نیشاپور کے درمیان ایک شہر کا نام ہے یا اس شہر کے بسانے والے بادشاہ کا نام ہے۔ کریم النفس: شریف طبیعت۔ مواجہت: روبرو۔ حرمت: عزت۔

داشتے و در غیبت[1] نکو گفتے، اتفاقاً از وحرکتے در نظرِ مَلِک ناپسند آمد مصادرت فرمود وعقوبت کرد، وسرہنگانِ پادشاہ بسوابقِ نعمتِ او معترف بودند و به شکرِ آں مُرتہن، در مدّتِ توکیل[2] او رِفق وملاطفت کردندے وزجر ومُعاقبت روا نداشتندے۔

قطعه

صلح با دشمن اگر خواہی ہر گه که ترا | در قفا عیب کند در نظرش تحسین کن
سخن آخر بدہاں میگذرد موذی را | سخنش تلخ نخواہی دہنش شیریں کن

آنچه خطابِ[3] مَلِک بود از عہدۂ بعضے بیروں آمد و به بقیتے در زنداں بماند۔ آورده اند که یکے از مُلوکِ نواحی در خفیه پیغامش فرستاد که مُلوکِ آں طرف قدرِ چناں بزرگوار ندانستند و بے عزتی کردند، اگر رائے عزیزِ فلاں اَحسَنَ اللّٰهُ خَلَاصَهٗ بجانبِ ما التفاتے کند در رعایتِ خاطرش ہر چه تمام تر سعی کرده آید و اعیانِ[4] ایں مملکت بدیدارِ او مفتقر ند و جوابِ ایں حروف را منتظر۔ خواجه چوں بریں وقوف یافت از خطر اندیشید در حال جوابے مختصر که اگر برملا افتد فتنه نباشد، برقفائے ورق نوشت و رواں کرد، یکے از متعلقاں که بریں واقف بود مَلِک را اِعلام کرد که فلاں را که حبس فرموده با مُلوکِ نواحی مراسلت دارد مَلِک بہم برآمد

[1] غیبت: پیٹھ پیچھے۔ مصادرت: ضبطی، ڈانڈ۔ سرہنگان: سپاہی۔ معترف: مقر۔ مرتہن: گروی۔

[2] توکیل: سپردگی۔ رِفق: نرمی۔ ملاطفت: مہربانی۔ زجر: سرزنش۔ معاقبت: سزا۔ درقفا عیب کند: تیرے پیٹھ پیچھے تیری عیب جوئی کرے۔ سخن آخر الخ: یعنی تمہارا دشمن مجبور ہو کر بالآخر بدگوئی پر اتر آتا ہے، اگر تم اس کی تلخ گفتگو سننا نہیں چاہتے تو مٹھائی سے اس کا منہ میٹھا کرو۔ پھر اس کے منہ سے میٹھی بات نکلے گی۔ موذی: تکلیف رساں۔

[3] آنچہ خطاب الخ: یعنی بادشاہ کی ناراضی کے جو اسباب تھے ان میں سے کچھ سے تو وہ بری ثابت ہو گیا، لیکن کچھ باتوں کی وجہ سے جیل خانہ میں پڑا رہا۔ نواحی: ناحیہ کی جمع، طرف وجانب۔ التفات: توجہ۔ رعایت: نگہداشت۔

ہر چہ تمام تر: یعنی جو بھی ممکن رعایتیں ہوں گی۔

[4] اعیان: بڑے لوگ۔ مفتقر: محتاج۔ وقوف: بضمتین، آگاہی۔ درحال: فوراً۔ برملا افتد: یعنی ظاہر ہو جائے۔ قفا: پشت۔ اِعلام: اطلاع کرنا۔ مراسلت: خط وکتابت۔

وکشفِ[1] این خبر فرمود قاصد را بگرفتند ورسالت برخواندند، بنشتہ بود کہ حُسنِ ظنّ بزرگاں پیش از فضیلتِ ماست وتشریف قبولے کہ فرمودند بندہ را امکانِ اجابتِ آں نیست بحکمِ آنکہ پروردۂ نعمت ایں خاندان ست وباندک مایۂ تغیرِ خاطرے باوَلی نعمتِ[2] قدیم بیوفائی نتواں کرد۔

فرد

آں را کہ بجائے تست ہردم کرمے　　　عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

مَلِک را سیرتِ[3] حق شناسیٔ او خوش آمد وخلعت ونعمت بخشید، وعذر خواست کہ خطا کردم کہ ترا بے جُرم وخطا بیازردم۔ گفت: اے خداوند بندہ دریں حالت مر خداوند را خطائے نمی بیند، بلے تقدیرِ خداوند تعالیٰ چنیں بود کہ مرایں بندہ را مکروہے رسد، پس بدستِ تو اولیٰ ترکہ حقوقِ سوابقِ نعمت بریں بندہ داری وایادیِ منّت، وحکما گفتہ اند:

مثنوی

گر گزندت رسد زخلق مرنج　　　کہ نہ راحت رسد زخلق نہ رنج

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست　　　کہ دلِ[4] ہر دو در تصرّفِ اوست

گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد　　　از کماں دار بیند اہلِ خرد

حکایت نمبر[5] (۲۶): یکے را از ملوکِ عرب شنیدم کہ با متعلقانِ دیواں می گفت کہ مرسومِ فُلاں

ا کشف: کھولنا، حقیقت معلوم کرنا۔ رسالت: خط، پیغام۔ امکان اجابت: قبول کرنے کا امکان۔

۲ ولی نعمت: محسن۔ بجائے: برائے۔ ار کند: اگر کند۔ ۳ سیرت: عادت۔

بندہ دریں حالت الخ: یعنی اس میں جناب کی کوئی خطا نہیں، یہ تو تقدیر کا لکھا تھا، جو پورا ہوا۔

مکروہ: ناپسندیدہ۔ ایادی: جمع ''ایدی'' کی جو جمع ہے ''ید'' کی بمعنی نعمت۔

۴ کہ دل الخ: حدیث میں آیا ہے: ''بندہ کا دل اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرف چاہے اس کو پلٹ دے۔''

گرچہ الخ: یعنی اگرچہ تیر کمان سے آکر لگتا ہے لیکن سمجھدار لوگ پھینکنے والے پر دھیان کرتے ہیں۔

۵ حکایت نمبر (۲۶): اس حکایت کا مفادیہ ہے کہ بادشاہوں کو وفاکش خدمت گذاروں پر مہربانیاں زیادہ کرنی چاہئیں۔

متعلقان دیوان: کارکنانِ دفتر۔ مرسوم: تنخواہ۔

را چندانکہ ہست مضاعف[1] کنید کہ ملازمِ درگاہ است، ومترصّدِ[2] فرماں ودیگر خدمتگاراں بلہو ولعب مشغول ودر ادائے خدمتِ متہاون۔ صاحبدلے بشنید فریاد وخُرُوش از نہادش برآمد، پرسیدندش کہ چہ دیدی؟ گفت: مراتبِ بندگان بدرگاہِ خدائے تعالیٰ ہمیں مثال دارد۔

نظم

دو بامداد[3] گر آید کسے بخدمتِ شاہ　　　سُوَم ہر آئنہ در وے کند بلطف نگاہ

امید ہست پرستندگانِ مخلص را　　　کہ نا امید نگردند ز آستانِ الٰہ

مثنوی

مہتری در قبولِ فرمان ست　　　ترکِ فرماں دلیلِ حرمان ست

ہر کہ سیمائے راستاں دارد　　　سرِ خدمت بر آستاں دارد

حکایت[4] نمبر (۲۷): ظالمے را حکایت کنند کہ ہیزمِ درویشاں خریدے بحَیف وتونگراں را دادے بہ طَرح، صاحبدلے بروگزر کرد وگفت:

قطعہ

ماری تو کہ ہر کرا بہ بینی بزنی　　　یا بُوم کہ ہر کجا نشینی بکنی

ا مضاعف: دوگناہ۔ ملازم: حاضر باش

۲ مترصّد: منتظر۔ لعو ولعب: کھیل کود۔ متہاون: سست۔ خُرُوش: بضمتین، یعنی آہ وبکا۔ نہاد: بدن۔

۳ دو بامداد: یعنی دو روز۔ سوم: یعنی تیسرے روز۔ ہر آئینہ: بالضرور۔ پرستندگان: عبادت گذار۔ مخلص: بے ریا۔

الٰہ: خدا۔ حرمان: بدنصیبی۔ سیماء: علامت ونشان، یہاں مراد پیشانی ہے۔

۴ حکایت نمبر (۲۷): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کو ظلم وستم ڈھا کر رعایا کا مال نہ چھیننا چاہیے۔ اور عوام کو ستانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ ہیزم: لکڑیوں کا گٹھر۔ حَیف: بالفتح، ظلم۔

طَرح: بالفتح، کسی چیز کی قیمت بڑھا کر کسی کے ہاتھ جبراً فروخت کرنا، یعنی یہ ظالم بادشاہ غریبوں کو ڈرا دھمکا کر کم قیمت پر لکڑیاں خرید لیتا تھا اور پھر مالداروں کے ہاتھ زیادہ قیمت پر جبراً فروخت کرتا تھا۔

بُوم: الّو، جس کا خاصہ ہے کہ جہاں بیٹھتا ہے وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ بکنی: یعنی ویران کر دیتا ہے۔

قطعہ

زورت ار پیش می رود باما یا خداوندِ غیب داں نرود
زور مندی مکن بر اہلِ زمیں تا دعائے بر آسماں نرود

حاکم از گفتنِ او برنجید وروے از نصیحتش درہم کشید و بدر التفات [1] نہ کرد "أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ" تاشبے آتشِ مطبخ در انبارِ ہیزم افتاد و سائرِ املاکش بسوخت و از بسترِ نرمش برخاکستر گرم نشاند اتفاقاً ہماں شخص بروے بگذشت دیدش کہ بایاوران [2] ہمی گفت: ندانم کہ ایں آتش از کجا در سرائے من افتاد، گفت: از دُودِ دلِ درویشاں

قطعہ

حذر کن زدُودِ دُرونہائے ریش کہ ریشِ دروں عاقبت سَر کند
بہم بر مکن تا توانی دِلے کہ آہے جہانے بہم بر کند

لطیفہ برطاقِ کیخسرو نوشتہ بود:

قطعہ

چہ سالہائے [3] فراواں و عمرہائے دراز کہ خلق برسرِ ما در زمیں بخواہد رفت

[1] التفات: توجہ۔ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ: اس کو اس کے مرتبہ کے غرور نے گناہ پر مجبور کر دیا۔
از بسترِ نرمش برخاکستر گرم نشاند: یعنی اس آگ نے اس کو نرم بستر پر سے گرم بھوبل پر لا بٹھایا۔ اہل ذوق سعدی کے اس جملہ پر سر دھنتے ہیں اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ ترین نمونہ بتاتے ہیں۔ ابو الفضل نے باوجود اپنے علم و فضل کے یہ اعتراف کیا ہے کہ میں اس جیسا ایک جملہ بھی نہیں لکھ سکتا۔

[2] یاوراں: مددگار، دوست۔ دود: دھواں۔ حذر: پرہیز۔ درونہائے ریش: زخمی دل۔ سَرکند: ظاہر ہوتا ہے۔
لطیفہ: پرلطف بات۔ کیخسرو: ایران کا مشہور عظیم الشان بادشاہ۔ طاق: دروازہ کی محراب۔

[3] چہ سالہا: یعنی ہمارے مرنے کے بعد عرصہ دراز تک لوگ ہماری قبروں پر چلیں پھریں گے۔

چنانکہ دست بدست آمدست مَلِک بما بدستہائے دگر ہمچنیں بخواہد رفت

حکایت [1] نمبر (۲۸): یکے در صنعتِ کشتی گرفتن سرآمدہ بود، سہ صد و شصت بندِ فاخر دانستے و ہر روز ازاں بنوعے کشتی گرفتے مگر گوشۂ خاطرش باجمالِ یکے از شاگرداں میلے داشت سہ صد و پنجاہ و نُہ بُندش درآموخت، مگر یک بند [2] کہ در تعلیمِ آں دفع انداختے و تاخیر کردے۔ فی الجملہ پسر در قوت و صنعت سرآمد، و کسے رادر زمانِ اوبا او امکانِ مقاومت نبودے تابحدّیکہ پیشِ مَلِک آں روزگار گفتہ بود کہ اُستادرا فضیلتے کہ برمن ست از روئے بزرگی ست و حقِ تربیت وگرنہ بقوّت از و کمتر نیستم و بصنعت با او برابرم، ملک را ایں سخن دشوار آمد، فرمود تا مصارعت کنند، مقامے متّسع ترتیب کردند و ارکانِ دولت و اعیانِ حضرت و زورآورانِ روئے زمیں حاضر شدند، پسر چوں پیلِ مست درآمد بصدمتے کہ اگر کوہِ روئیں بودے از جائے برکندے، استاد دانست کہ جواں بقوّت از و برتر ست بداں بندِ غریب [3] کہ از وے پنہاں داشتہ بود بارے درآویخت، پسر دفعِ آں ندانست بہم برآمد، استاد از زمینش بدو دست بالائے سَر بُرد و بر زمین زد غرِیو از خلق برخاست۔ مَلِک فرمود اُستادرا خلعت و نعمت دادن و پسر را زجر فرمود، و ملامت کرد کہ با پرورندۂ خویش دعویٔ مقاومت کردی و بسر نبردی۔ گفت: اے پادشاہِ روئے زمیں بزورآوری برمن دست

[1] حکایت نمبر (۲۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہوں کو چھوٹوں کے بلند بانگ دعووٴں کی بناء پر بڑوں کی تحقیر نہ کرنی چاہیے، بلکہ چھوٹوں کو ان کی اس حرکت پر سرزنش کرنی چاہیے۔
صنعت: پیشہ۔ سرآمدہ بود: انتہائی کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ فاخر: قیمتی۔ مگر: شاید۔ میل: عشق۔

[2] بند: داؤ۔ دفع اندوختے: ٹال مٹول کرتا رہا۔ مقاومت: برابری، مقابلہ۔ از و کمتر نیستم: بلکہ اس سے بڑھا ہوا ہوں۔ دشوار: ناگوار۔ مصارعت: کشتی لڑنا۔ متّسع: وسیع۔ زورآوراں: پہلوان۔ صدمت: حملہ۔
کوہِ روئیں: کانسی کا پہاڑ۔

[3] بندِ غریب: یعنی وہی داؤں جو شاگرد کو نہ سکھایا تھا۔ غرِیو: بکسر تین، شور و غل۔ زَجر: سرزنش۔ مقاومت: مقابلہ۔

و بسر نبردی: اس کو پورا نہ کر سکا۔ دقیقہ: نکتہ، مراد وہی داؤ جو شاگرد کو نہ سکھایا تھا۔

نیافت، بلکہ مرا از علمِ کُشتی دقیقہ ماندہ بود، وہمہ عمر از من دریغ می داشت امروز بداں دقیقہ برمن غالب آمد۔ گفت: از بہر چنیں روزے نگہ میداشتم کہ زِیرکاں گفتہ اند: دوست را چنداں قوّت مدہ کہ اگر دشمنی کند تواند[1]، نشنیدۂ کہ چہ گفت آنکہ از پروردۂ خویش جفا دید۔

قطعہ

یا وفا خود نبود دَر عالم یا مگر کس دریں زمانہ نہ کرد
کس نیا موخت علمِ تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

حکایت[2] نمبر (۲۹): درویشے مُجرّد بگوشۂ صحرائے نشستہ بود پادشاہے بروَے بگذشت، درویش از آنجا کہ فراغ مُلکِ قناعت ست بدو التفات نہ کرد، سلطان از آنجا کہ سطوتِ سلطنت ست برنجید وگفت: ایں طائفۂ خرقہ پوشاں امثالِ بہائم اند، اہلیّت وآدمیّت ندارند۔ وزیر نزدیکش آمد وگفت: اے جوانمرد سلطانِ روئے زمیں برتو گذر کرد خدمتے[3] نہ کردی و شرائطِ ادب بجانیاوردی، گفت: سلطان را بگوی تا توقّعِ خدمت از کسے دارد کہ توقع بہ نعمتِ اودارد، ودیگر بدانکہ ملوک از بہرِ پاسِ رعیّت اند نہ رعیّت از بہرِ طاعتِ ملوک۔

قطعہ

پادشہ پاسبانِ درویش ست گرچہ رامش بفرّ دولتِ اوست

---

[1] **تواند:** یعنی دشمنی کر سکے۔

یا وفا خود الخ: یعنی یا تو وفا اس دنیا میں موجود ہی نہیں ہے، یا شاید کوئی اس زمانہ میں کرنا پسند نہیں کرتا۔

[2] **حکایت نمبر (۲۹):** اس حکایت کا منشا یہ ہے، بادشاہ کا فرض ہے کہ وہ درویشوں اور نیکوں کو آداب شاہی بجالانے پر مجبور نہ کرے اور اپنے آپ کو رعایا کا نگہبان سمجھے۔ **مُجرّد:** تنہا، بے علاقہ۔

فراغ: مالداری۔ **قناعت:** تھوڑے پر صبر کرنا۔ **سطوت:** دبدبہ، قہر۔ **خرقہ:** کفنی۔

[3] **خدمت:** تعظیم وتکریم۔ **شرائط:** ضروری باتیں۔ **پاس:** حفاظت، اعانت۔ **رامش:** یا مرکب ہے ''رام'' بمعنی مطیع اور ''اش''، ضمیر سے جو بادشاہ کی طرف لوٹتی ہے۔ یا ''آرامش'' بمعنی ''آرایش'' کا مخفف ہے۔ **فر:** شان وشوکت۔

گوسپند از برائے چوپاں[1] نیست بلکہ چوپاں برائے خدمتِ اوست

قطعہ

گر یکے را تو کامراں بینی دیگرے را دل از مجاہدہ ریش
روزکے چند باش تا بخورد خاک مغزِ سرِ خیال اندیش
فرقِ شاہی و بندگی برخاست چوں قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند نشناسد توانگر از درویش

مَلِک را گفتنِ درویش استوار آمد۔ گفت: از من چیزے بخواہ، گفت: آں ہمی خواہم کہ دگربارہ زحمت بمن ندہی، گفت: مرا پندے دِہ، گفت:

بیت

دریاب[2] کنوں کہ نعمتت ہست بدست کیں دولت وملک میرود دست بدست

حکایت[3] نمبر (۳۰): یکے از وزرا پیشِ ذوالنّون مصریؒ رفت وہمّت خواست کہ روز وشب

---

[1] **چوپاں:** چرواہا۔ **خدمت:** نگہبانی۔ **کامراں:** کامیاب۔ **مجاہدہ:** محنت ومشقت۔ **روزک:** روز کی تصغیر۔

خاک: بدوں اضافت کے ''بخورد'' کا فاعل ہے اور ''مغز سر الخ'' مفعول ہے۔ **نبشتہ:** نوشتہ۔ **بازکند:** پھیلائے۔

دگربارہ: دوبارہ۔ **زحمت:** تکلیف۔

[2] **دریاب:** فائدہ حاصل کرلے۔

[3] **حکایت نمبر (۳۰):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہوں کو دیگر قوی بادشاہوں کی بہ نسبت خدا سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ **ذوالنّون:** مچھلی والا۔ یہ ایک مشہور بزرگ کا لقب ہے۔ کہ وہ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے اُس کشتی میں کسی امیر کی ہیرے کی انگوٹھی گم گئی، تمام کشتی والوں نے ان پر شبہ کیا۔ انہوں نے ہر چند اپنی براءت ظاہر کی، لیکن کوئی نہ مانا، مجبوراً اپنی براءت کے لیے انہوں نے دعا کی تو دریا میں سے ایک مچھلی اپنے منہ میں انگوٹھی لیے ہوئے نمودار ہوئی اور اس طور پر وہ گم شدہ انگوٹھی برآمد ہوگئی۔ اس لیے اس دن سے ان کا لقب ذوالنّون پڑ گیا۔ **ہمت:** توجہ

بخدمتِ سلطاں مشغول می باشم وبخیرش امیدوار واز عقوبتش ترساں، ذوالنّون بگریست وگفت: اگر من خدائے عزَّ وجلّ راچناں ترسیدمے کہ تو سلطاں رااز جملہ صدیقاں[1] بودمے۔

قطعہ

گر نبودے امیدِ راحت و رنج   پائے درویش بر فلک بودے
گر وزیر از خدا بترسیدے   ہمچناں کز مَلِکْ[2] مَلَک بودے

حکایت[3] نمبر(۳۱): پادشاہے بکُشتنِ اسیرے اشارت کرد گفت: اے مَلِک خشمے کہ ترا بر من ست آزارِ خود مجوی کہ ایں عقوبت بر من بیک نفس سَر آید وبزۂ آں بر تو جاوید بماند۔

قطعہ

دورانِ[4] بقا چو بادِ صحرا بگذشت   تلخی و خوشی وزِشت و زیبا بگذشت
پنداشت سِتمگر کہ جَفا بر من کرد   بر گردنِ او بماند و برما بگذشت

مَلِک رانصیحت او سودمند آمد واز سرِ خونِ او در گذشت۔

حکایت[5] نمبر(۳۲): وزرائے نوشیرواں در مُہمّے از مصالحِ مملکت اندیشہ ہمی کردند، وہر یک از ایشاں دگرگونہ رائے ہمی زدند، ومَلِکْ ہمچناں تدبیرے اندیشہ کرد، بزرجمہر رارائے مَلِک

---

[1] صدیقان: صدیق بہت زیادہ سچے کو کہتے ہیں، لیکن صوفیا کی اصطلاح میں ولایت کا انتہائی مرتبہ ہے۔

[2] مَلِک: بفتح اول وکسر ثانی، بادشاہ۔ مَلَک: بفتحتین، فرشتہ۔

[3] حکایت نمبر(۳۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کو غصہ کی حالت میں بھی صحیح بات سننے سے گریز نہ کرنا چاہیے۔
موجب: سبب۔ سرآید: ختم ہوجائے گی۔ بزہ: بفتحتین، گناہ۔ جاوید: ہمیشہ

[4] دورانِ بقا: زندگی کا زمانہ۔ سودمند: مفید۔ از سرِ خونِ او در گذشت: اس کے قتل کرنے کا خیال ترک کردیا۔

[5] حکایت نمبر(۳۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ مقربانِ بادشاہ کو بلاضرورت بادشاہ کی رائے کے خلاف نہ کرنا چاہیے۔
مہم: بڑا معاملہ۔ مصالحِ مملکت: تدابیر سلطنت۔ بزرجمہر: بزرگ مہر کا معرب ہے۔ یہ نوشیرواں کے وزیراعظم کا لقب ہے۔

اختیار آمد، وزیراں در نہانش گفتند: رائے مَلِک راچہ مزیّت[1] دیدی بر فکرِ چندیں حکیم؟ گفت: بموجبِ آنکہ انجامِ کار معلوم نیست، ورائے ہمگناں در مشیّت ست کہ صواب آید یا خطا، پس موافقتِ رائے مَلِکْ اولیٰ ترست تا اگر خلافِ صواب آید بعلّتِ متابعت از معاتبت ایمن باشم کہ گفتہ اند:

مثنوی

خلافِ رائے سلطاں رائے جستن   بخونِ خویش باشد دست شستن
اگر شہ روز را گوید شب ست ایں   بباید گفت اینک ماہ و پرویں

حکایت[2] نمبر(۳۳): شیّادے گیسو بافت یعنی علوی ست، وبا قافلۂ حجاز بشہر در آمد و چناں نمود کہ از حج می آید وقصیدۂ نیکو پیش مَلِکْ بُرد، ودعویٰ کرد کہ وے گفتہ است، مَلِک نعمتش داد واکرام کرد ونوازشِ بیکراں فرمود، تا یکے از نُدمائے حضرتِ پادشاہ کہ دراں سال از سفرِ دریا آمدہ بود گفت: من اور اعیدِ اضحیٰ در بصرہ دیدم، معلوم شد کہ حاجی نیست۔ دیگر گفت: من او

---

[1] مزیّت: فوقیت۔ حکیم: دانا۔ مشیّت: یعنی خدائی ارادہ۔ صواب: درست۔ عِلّت: سبب۔
متابعت: پیروی۔ معاتبت: ناراضی۔ پرویں: ثریا۔

[2] حکایت نمبر(۳۳): اس حکایت کا مقصد یہ کہ بادشاہوں کو مسافروں اور غریبوں کے تھوڑے بہت جھوٹ سے ناراض نہ ہونا چاہیے بلکہ عفو اور درگذر سے کام لینا چاہیے۔ شیاد: مکار۔ گیسو: زلفیں۔
علوی است: یعنی اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ظاہر کرنے کے لیے زلفیں گوندھیں، گندھی ہوئی زلفیں علویوں کا نشان تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولادیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نہیں ہے علوی کہلاتی ہے۔
قافلہ: مسافروں کا گروہ۔ قصیدہ: اشعار کا وہ مجموعہ جو کسی کی تعریف میں کہا جائے اور جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرے اور بقیہ اشعار کے اخیر مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ بیکراں: غیر محدود۔ نُدما: ندیم کی جمع، مصاحب۔
عیدِ اضحیٰ: عید قربان۔ بصرہ: عراق کا مشہور شہر۔

راشناسم و پدرش نصرانی بود[1] در ملاطیه[2]، بدانستند کہ شریف نیست، وشعرش رادر دیوانِ انوری[3] یافتند۔ مَلِک فرمود: تابزنندش ونفی کنند تا چندیں دروغ درہم چرا گفت۔ گفت: اے خداوندِ روئے زمیں! سخنے ماندہ است درخدمت بگویم، اگر راست نباشد بہ ہر عقوبت کہ خواہی سزاوارِ آنم۔ گفت: آں چیست؟ گفت:

قطعہ

غریبے[4] گرت ماست[5] پیش آورد | دو پیمانہ آب ست و یک چمچہ دوغ
اگر راست میخواہی از من شنو | جہان دیدہ بسیار گوید دروغ

مَلِک راخندہ گرفت گفت: ازیں[6] راست تر سخن تا عمرِ او باشد نہ گفتہ است۔ فرمود: تا آنچہ مامولِ اوست مہیّا دارند و بدل خوشی اورا گُسیل کنند۔

حکایت[7] نمبر (۳۴): یکے از پسرانِ ہارون الرشید پیشِ پدر آمد، خشم آلودہ کہ مرا فلاں سرہنگ زادہ دُشامِ مادر[8] داد۔ ہارون الرشید ارکانِ دولت را گفت: جزائے چنیں کسے چہ باشد؟ یکے اشارت بکشتن کرد، ویکے بزبان بریدن، ودیگرے بمصادرت ونفی۔ ہارون گفت: اے پسر! کرم آنست کہ عفو کنی و اگر نتوانی تو نیزش دُشامِ مادر دہ چندانکہ از حد نہ گذرد، پس آنگہ ظلم از طرفِ تو باشد و دعویٰ از قبلِ خصم۔

---

[1] نصرانی: عیسائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے پاس ناصرہ قصبہ میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے ان کا ایک نام ''ناصری'' بھی ہے، اب ان کے مذہب کے ماننے والوں کو اس نام کی نسبت سے نصرانی کہا جاتا ہے، لیکن اس نسبت میں ''ناصری'' کا الف گرادیا ہے اور آخر میں الف نون کا اضافہ کردیا گیا ہے، جیسے ''حق'' کی طرف نسبت کرنے میں حقانی کہا جاتا ہے۔ [2] ملاطیہ: اور ملطیہ روم کے ایک شہر کا نام ہے جس میں اس وقت صرف نصرانی آباد تھے۔

[3] انوری: خراسان کے علاقہ کا رہنے والا فارسی کا مشہور شاعر ہے۔ نفی: جلاوطنی۔ درہم: پے درپے۔

[4] غریب: مسافر اجنبی۔ [5] ماست: دہی۔ دوغ: چھاچھ۔

[6] ازیں راست تر الخ: یعنی اس نے اپنی ساری عمر میں اس سے زیادہ سچی بات نہ کہی ہوگی۔

مامول: مقصود۔ گُسیل: بضمِ اول: رخصت کرنا۔

[7] حکایت نمبر (۳۴): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کے مطابق سزا دینی چاہیے، معمولی جرم پر سخت سزا مناسب نہیں، بلکہ معاف کردینا بہرحال بہتر ہے۔ ہارون الرشید: مشہور عباسی خلیفہ جس کی کنیت ابوجعفر ہے۔ [8] دُشامِ مادر: ماں کی گالی۔ مصادرت: جائداد کی ضبطی۔ نفی: شہر بدر کرنا۔ ازحد گذرد الخ: یعنی بدلہ حد سے زیادہ نہ ہو کہ تو ظالم قرار دیا جائے اور وہ مدعی بنے۔

قطعہ

نہ مَردست[1] آں بنزدیکِ خِردمند | کہ باپیلِ دماں پیکار جوید
بلے مرد آں کس ست از روئے تحقیق | کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

حکایت[2] نمبر (۳۵): باطائفہ بزرگان بہ کشتی نشستہ بودم، زورقے درپیے ما غرق شد دو برادر بگردابے درافتادند، یکے از بزرگاں گفت ملّاح را کہ بگیر ایں ہر دو را کہ بہر یکے پنجاہ دینارت بدہم۔ ملّاح درآب رفت تا یکے رابرہانید و آں دیگر ہلاک شد، گفتم: بقیّتِ عمرش نماندہ بود ازیں سبب درگرفتنِ او تاخیر کردی و درآں دیگر تعجیل، ملّاح بخندید و گفت: آنچہ تو گفتی یقین ست و سببے دیگرست، گفتم: آں چیست؟ گفت: میلِ خاطرِ من بہ رہانیدنِ ایں یکے بیشتر بود، کہ وقتے در بیاباں ماندہ بودم مرا بر شترے نشاند و از دست آں دِگر تازیانہ خوردہ بودم در طفلی۔ گفتم۔ صَدَقَ[3] اللہُ تعالیٰ: (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا)۔

قطعہ

تاتوانی درونِ کس مخراش | کاندریں راہ خارہا باشد

---

[1] نہ مردست الخ: یعنی عقلمندوں کے نزدیک پہلوان وہ نہیں ہے جو مست ہاتھیوں سے کشتی لڑتا پھرے، بلکہ حقیقتاً بہادری تو یہ ہے کہ انسان اپنے غصہ پر غالب آجائے اور بے قابو نہ ہو۔ دماں: اس میں الف نون فاعلی علامت میں ہے۔ اور ''دم'' بمعنی سانس سے بنا ہے۔ یعنی لمبے لمبے سانس لینے والا، مراد تیز دوڑنے والا غضبناک۔

[2] حکایت نمبر (۳۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عام انسانوں کو علی العموم اور بادشاہوں کو خصوصاً مردم آزاری نہ کرنی چاہیے اور مظلوموں کے انتقام سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

طائفہ: گروہ۔ بزرگان: بڑے لوگ۔ زورق: چھوٹی کشتی۔

ملّاح: کشتی کھینچنے والا۔ تازیانہ: کوڑا۔ چابک۔

[3] صدق اللہ الخ: اللہ نے سچ فرمایا ہے: جو نیک کام کرتا ہے اپنے ہی لیے کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے اس کا نقصان اس ہی کو پہنچتا ہے۔ [4]: سورۂ فصلت: ۴۶

کارِ درویشِ مستمند[1] بر آر　　که ترا نیز کارہا باشد

حکایت[2] نمبر (۳۶): دو برادر بودند یکے خدمتِ سُلطاں کردے و دیگر بسعیِ بازو خوردے، بارے ایں توانگر گفت درویش را کہ چرا خدمت نہ کنی تا از مشقّت کار کردن برہی؟ گفت: تو چرا کار نہ کُنی تا از مَذلَّتِ خدمت رستگاری یابی، کہ خردمندان گفتہ اند کہ نانِ جَو خوردن و نشستن بہ کہ کمرِ زرّیں بستن و بخدمت استادن۔

بیت

بدست آہکِ تفتہ کردن خمیر　　بہ از دست بر سینہ پیشِ امیر

قطعہ

عمر گرانمایہ دریں صرف شد　　تا چہ خورم صیف[3] وچہ پوشم شتا

اے شکمِ خیرہ بنانے بساز　　تا نہ کُنی پشت بخدمت دوتا

حکایت[4] نمبر (۳۷): کسے مُژدہ پیشِ نوشیروانِ عادل بردو گفت: شنیدم کہ فُلاں دشمنِ ترا خدائے تعالیٰ برداشت۔ گفت: ہیچ شنیدی کہ مرا بگذاشت۔

---

[1] مستمند: مرکب ہے ''مست'' بمعنی حاجت اور ''مند'' بمعنی صاحب ہے۔

[2] حکایت نمبر (۳۶): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بادشاہوں اور دیگر انسانوں کو چاہیے کہ قناعت سے کام لیں۔ اور دولت جمع کرنے کی حرص میں سرگرداں نہ ہوں۔ سعیِ بازو: گٹے کی کمائی۔ برہی: تو چھٹکارا پائے۔ مذلّت: ذلت۔ کمرِ زرّیں: سنہری پٹی۔ آہک: بالمد: چونہ۔ تفتہ: گرم۔ خمیر کردن: گوندھنا۔ پیش امیر: یعنی تعظیم کے لیے۔

[3] صیف: گرمیاں۔ شتا: جاڑا۔ جاڑوں میں کھانے سے زیادہ پہننے کی فکر ہوتی ہے۔

شکم خیرہ: وہ شخص جس کا کبھی پیٹ نہ بھرے۔ بساز: صبر کر۔

[4] حکایت نمبر (۳۷): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہونا چاہیے۔

دشمن ترا الخ: تیرے دشمن کو خدا نے اٹھالیا اس نے جواب دیا کہ تو نے کبھی یہ بھی سنا ہے کہ وہ مجھے چھوڑے رہے گا اور میں کبھی نہ مروں گا۔

فرد

اگر بمُردِ عدو[1] جائے شادمانی نیست　　کہ زندگانیٔ ما نیز جاودانی نیست

حکایت[2] نمبر (۳۸): گروہے حکماء در بارگاہِ کسریٰ بہ مصلحتے در سخن ہمی گفتند و بزرچمہر کہ مہترِ ایشاں بود خاموش بود، سوال کردنش کہ باما دریں بحث چرا سخن نگوئی؟ گفت وزیراں برمثالِ اطباء اند و طبیب دارو ندہد مگر بہ سقیم پس چوں بینم کہ رائے شما بر صواب ست مرا بر سرِ آں سخن گفتن حکمت نباشد۔

مثنوی

چو کارے بے فضولِ من برآید　　مرا در وے سخن گفتن نشاید

وگر بینم کہ نابینا وچاہ است　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

حکایت[3] نمبر (۳۹): ہارون الرشید را چوں مُلکِ مصر مسلّم شد گفتا بخلافِ آں طاغی کہ بہ غرورِ مُلکِ مصر دعویَ خدائی کرد، نہ بخشم ایں مُلک را الّا بخسیس ترین بندگاں سیاہے داشت خصیب نام مُلکِ مصر بوے ارزانی داشت، آوردہ اند کہ عقل و درایتِ او تا بجائے بود کہ

---

[1] عدو: دشمن ''اعداء'' جمع ہے۔ جاودانی: ہمیشہ رہنے والی۔

[2] حکایت نمبر (۳۸): اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بدون ضرورت کسی بات میں دخل نہ دینا چاہیے۔

کسریٰ: شاہانِ فارس کا لقب ہے۔ جیسے قیصر شاہانِ روم کا، نجاشی شاہان حبش کا، خاقان شاہان ترک کا اور فرعون شاہانِ مصر کا۔ بزرچمہر: نوشیرواں کا وزیر اعظم۔ دارو: دوا۔ سقیم: بیمار۔ حکمت: دانائی۔ فضول: بکواس۔

گناہ است: وہ اندھا کویں میں گر جائے گا تو اس پر مواخذہ آئے گا۔

[3] حکایت نمبر (۳۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ رزق رسانی صرف خدا ہی کا کام ہے۔ رزق کا معاملہ عقل و ہنر پر موقوف نہیں۔ ہارون الرشید: مشہور عباسی خلیفہ۔ مسلّم: یعنی حق تعالیٰ نے مُلکِ مصر اس کے سپرد کر دیا۔ طاغی: سرکش۔ مراد فرعون ہے۔ خسیس ترین: ذلیل ترین۔ سیاہ: کالا۔ مراد حبشی چونکہ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ درایت: سمجھ۔

طائفہ حُرّاثِ[۱] مصر شکایت آوردندش کہ پنبہ کاشتہ بودیم بر کنارِ نیل باراں بے وقت آمد و تلف شد[۲]، گفت: پشم[۳] بایستے کاشت تا تلف نہ شدے، صاحب دِلے[۴] ایں کلام بشنید و گفت:

مثنوی

اگر روزی[۵] بدانش در فزودے — زناداں تنگ تر روزی نبودے
بناداں آں چناں روزی رساند — کہ دانا اندراں حیراں بماند

مثنوی

بخت و دولت بکار دانی[۶] نیست — جز بتائید آسمانی نیست
کیمیا گر بغصہ مردہ بہ رنج — ابلہ اندر خرابہ[۷] یافتہ گنج
اوفتادہ است در جہاں بسیار — بے تمیز ارجمند[۸] و عاقل خوار

حکایت[۹] نمبر (۴۰): یکے را از ملوک کنیزکِ چینی آوردند، خواست در حالتِ مستی باوے جمع آید، کنیزک ممانعت کرد، مَلِک در خشم شد و مر او را بسیاہے بخشید کہ لبِ زبرینش از پرّہ بینی در گذشتہ بود و زیرینش بہ گریباں فرو ہشتہ، ہیکلے کہ صخر جنّی از طلعتِ او برمیدے و عینُ القِطر از بغلش بچکیدے۔

۱ حُرّاث: حارث کی جمع: کاشتکار۔ پنبہ: روئی۔ نیل: مصر کا مشہور دریا۔ ۲ تلف شد: یعنی کھیتی برباد ہوگئی ہے۔ لہٰذا لگان معاف کر دیا جائے۔ ۳ پشم: اون۔ ۴ صاحبدل: اللہ والا۔ ۵ اگر روزی الخ: یعنی اگر روزی کا مدار عقل پر ہوتا تو بیوقوف سے زیادہ تنگدست کوئی نہ ہوتا۔ ۶ کاردانی: ہنرمندی۔ ۷ تائید آسمانی: یعنی خدا کی مدد۔ خرابہ: ویرانہ۔ گنج: خزانہ۔

۸ ارجمند: مرکب ہے "ارج" بمعنی مرتبہ و "مند" بمعنی صاحب سے یعنی صاحب مرتبہ۔

۹ حکایت نمبر (۴۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کو بلا سوچے سمجھے کسی کو سزا نہ دینی چاہیے، ورنہ شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ نیز بادشاہ کو چاہیے کہ غصہ اور غضب کی حالت میں بھی نصیحت سننے سے گریز نہ کرے۔

کنیزک: نوعمر باندی۔ ک تصغیر کا ہے۔ سیاہ: حبشی غلام۔ لبِ زبرین: اوپر کا ہونٹ۔ پرّہ: بتشدید الرا: کنارہ۔

لبِ زیریں: نچلا ہونٹ۔ ہیکل: جسم۔ شکل۔ صخر: اس دیو کا نام ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری چرائی تھی۔ جنّی: جن کا واحد۔ طلعت: شکل و صورت۔

عین القطر: تارکول کا چشمہ۔ بغل کے پسینہ کو سیاہی اور بدبو کی وجہ سے تارکول سے تشبیہ دی ہے۔

فرد

تو گوئی[۱] تا قیامت زشت روئی — برو ختم ست و بر یوسف نکوئی

قطعہ

شخصے نہ چناں کریہ منظر — کز زِشتیٔ او خبر تواں داد
وانگہ بغلش نعوذ باللہ[۲] — مُردار بآفتابِ مرداد

آوردہ اند کہ دراں مدّت سیاہ را نفس طالب بود و شہوت غالب مِہرش بجنبید مُہرش برداشت، بامداداں کہ مَلِک کنیزک را بجست و نیافت، حکایت بگفتندش، خشم بگرفت و فرمود تا سیاہ را با کنیزک استوار بہ بندند و از بامِ جوسق بقعرِ خندق دراندازند، یکے از وزرائے نیک محضر روئے شفاعت بر زمین نہاد و گفت: سیاہ بیچارہ را دریں خطائے نیست کہ سائرِ بندگان بنوازشِ خداوندی مُتَعَوِّد اند، گفت: اگر در مفاوضتِ او شبے تاخیر کردے چہ شدے کہ من او را افزوں تر از بہائے کنیزک، بدادمے، گفت: اے خداوند! آنچہ فرمودی معلوم ست لیکن نشنیدی کہ حکماء گفتہ اند دریں معنیٰ

قطعہ

تشنۂ سوختہ بر چشمۂ حیواں چو رسد — تو مپندار کہ از پیلِ دماں اندیشد

۱ تو گوئی الخ: یعنی اس پر بدصورتی ختم ہوگئی ہے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی بدصورت نہیں۔

کریہ منظر: بدصورت۔ کز زِشتیٔ او: یعنی اس کی بدصورتی بیان سے باہر ہے۔

۲ نعوذ باللہ: خدا کی پناہ۔ آفتابِ مرداد: یعنی مرداد کے مہینہ کا سورج، مرداد کے مہینہ میں ایران میں ایسی ہی گرمی پڑتی ہے جیسی ہندوستان میں بھادوں کے مہینہ میں کہ ہر چیز جھٹ سڑ جاتی ہے۔

مِہر: بکسر المیم: محبت۔ مُہر: بضم المیم: اس لڑکی کا پردہ بکارت مراد ہے۔ استوار بہ بندند: مضبوط باندھ دیں۔

جوسق: کوشک کا معرب: قلعہ۔ قعر: گہرائی۔ خندق: کندہ کا معرب ہے: کھائی۔ نیک محضر: نیک خصلت۔

مُتعوّد: خوگر، عادی۔ مفاوضت: لین دین۔ مراد ہم بستری ہے۔ بہا: قیمت۔ چشمۂ حیواں: آبِ حیات کا چشمہ، جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کا پانی پی لینے والا کبھی نہیں مرتا۔ پیل دماں: لمبے لمبے سانس لینے والا ہاتھی۔ یعنی غضبناک ہاتھی۔

مُلحِد[1] گرسنہ در خانہٴ خالی برخواں عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

مَلِک را ایں لطیفہ پسند آمد و گفت: اکنوں سیاہ را بتو بخشیدم کنیزک راچہ کنم؟ گفت: کنیزک را ہم بہ سیاہ بخش کہ نیم خوردهٴ سگ[2] ہم اورا شاید۔

قطعہ

ہرگز او را بدوستی مپسند کہ رَوَد جائے ناپسندیدہ
تشنہ را دل نخواہد آبِ زلال نیم خوردهٴ دہانِ گندیدہ

حکایت[3] نمبر(۴۱): اسکندرِ رومی را پرسیدند کہ دیارِ مشرق و مغرب رابچہ گرفتی کہ مُلوکِ پیشیں را خزائن و عمر و مُلک و لشکر بیش ازیں بود و چنیں فتحے میسّر نہ شد؟ گفت: بعونِ اللہ عزَّ وجلّ، ہر مملکتے را کہ بگرفتم رعیّتش رانیازردم و رسومِ خیراتِ گذشتگاں باطل نہ کردم و نامِ پادشاہاں جز بہ نکوئی نبردم۔

بیت

بزرگش نخوانند اہلِ خرد کہ نامِ بزرگاں بزشتی برد

قطعہ

ایں ہمہ ہیچ ست چوں می بگذرد بخت و تخت و امر و نہی و گیر دار
نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نامِ نیکت برقرار

---

[1] ملحد: بددین جس کوشریعت کا کوئی خیال نہ ہو۔

[2] نیم خوردهٴ سگ: یعنی کتے کا جھوٹا کتے کے لیے مناسب ہے۔ تشنہ راالخ: یعنی گندہ دہن کا جھوٹا پانی پیاسا بھی پینا پسند نہیں کرتا۔ آبِ زلال: ستھرا پانی، مراد صاف ٹھنڈا پانی ہے۔ گندیدہ: گندہ دہن، جس کے منہ سے بدبو آتی ہو۔

[3] حکایت نمبر(۴۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کو مُلک فتح کر لینے کے بعد رعایا کو پامال نہ کرنا چاہیے اور پہلے بادشاہوں کا تذکرہ ادب واحترام سے کرنا چاہیے۔ دیارِ مشرق و مغرب: مشرقی اور مغربی ممالک۔ میسر: حاصل۔ عون اللہ: خدا کی مدد۔ ایں ہمہ: سے مراد دوسرے مصرع کی باتیں ہیں۔ گیر دار: لینا۔ رکھنا۔ مراد حکومت۔

بابِ دوم

دَر اخلاقِ دُرویشاں

حکایت[1] نمبر(۱): یکے از بزرگاں گفت پارسائے را: چہ گوئی در حق فُلاں عابد کہ دیگراں در حقِ وے بطعنہ سخنہا گفتہ اند؟ گفت: بر ظاہرش عیب نمی بینم و در باطنش غیب نمی دانم۔

قطعہ

ہر کہ را جامہٴ پارسا بینی پارسَا دان و نیک مرد انگار
وَر ندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درونِ خانہ چہ کار

حکایت[2] نمبر(۲): درویشے را دیدم کہ سر بر آستانِ کعبہ می مالید و می نالید و می گفت کہ یاغفور و یارحیم! تو دانی کہ از ظلوم وجہول چہ آید؟

---

[1] حکایت نمبر(۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو کسی پر بدگمانی نہ کرنی چاہیے خواہ دوسرے بدگمانی کریں۔ پارسائی: پرہیزگاری مرکب ہے ''پارس'' بمعنی پاس ونگہداشت اور الف سے جو علامت فاعلی ہے لہٰذا مجموعہ کے معنی پاسدار کے ہوئے، چوں کہ پرہیزگار انسان اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھتا ہے، لہٰذا اس کو پارسا کہا جاتا ہے۔ در باطنش الخ: یعنی اس کی ڈھکی چھپی باتیں نگاہوں سے غائب ہیں اور میں غیب داں نہیں ہوں۔ جامہٴ پارسا: یعنی جامہٴ کہ پارسیان را باشد، یا اضافتِ مقلوبی ہے یعنی پارسا جامہ (وہ شخص جس کا لباس پارساؤں کا سا ہو)۔ ورندانی: کی جزا محذوف ہے، یعنی کھود کُرید نہ کرو۔ محتسب: خلافِ شرع کاموں پر لوگوں سے مواخذہ کرنے والا۔

[2] حکایت نمبر(۲): اس حکایت کا مفاد یہ ہے کہ زاہد کی عبادت محض رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔ جنت کا حصول مقصد نہ ہونا چاہیے۔ آستان: چوکھٹ۔ ظلوم: سب سے زیادہ ظالم۔ جہول: بہت زیادہ نادان۔ ظلوم وجہول سے آیت۔(اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) (احزاب:۷۲): (ہم نے آسمانوں زمینوں، پہاڑوں پر امانت پیش کی انہوں نے اس کو برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ڈر گئے۔ انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بیشک یہ بڑا ظالم وجاہل ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

قطعه

عذر تقصیرِ خدمت[1] آوردم — که ندارم بطاعت استظهار
عاصیاں[2] از گناه توبه کنند — عارفاں از عبادت استغفار

عابداں جزائے طاعت خواہند و بازرگاناں بہائے بضاعت، من بنده امید آورده ام نه طاعت بدریُوزه آمده ام نه به تجارت۔ فقره: اِصۡنَعۡ بِنَا مَا أَنۡتَ أَهۡلُهٗ وَلَا تَفۡعَلۡ بِنَا مَا نَحۡنُ اَهۡلُهٗ۔

بیت

گر کُشتی ور جرم بخشی روی و سر بر آستانم — بنده را فرمان نباشد ہرچه فرمائی بر آنم

قطعه

بر دَرِ کعبه سائلے دیدم — که ہمی گفت و میگرستے خوش
می نگویم که طاعتم بپذیر — قلمِ عفو بر گناہم کش

حکایت[3] نمبر (۳): عبدالقادر گیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ دَر حرمِ کعبه روی بر حَصَا نہاده بود وی

[1] خدمت: یعنی عبادت۔ استظہار: مضبوط کمر باندھنا۔
[2] عاصیاں الخ: یعنی گنہگار تو اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں لیکن اولیاء اللہ عبادت کر کے اپنی عبادت کو ناقص تصور کرتے ہوئے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ بازرگانان: بازرگان کی جمع، سوداگر۔ بہا: قیمت۔
بضاعت: سرمایہ۔ دریوزه: بھیک اصنع بنا الخ: ہمارے ساتھ وہ کچھ کر جو تیری شایان شان ہے۔ اور وہ نہ کر جس کے ہم مستحق ہیں۔ سائل: سوال کرنے والا بھکاری۔ میگرستے خوش: خوب روتا تھا۔
خوش: بفتح الخاء وواؤ معدولہ خا کے فتح کو اس طرح پڑھا جائے گا کہ ضمہ کی بو آئے، ضمہ پڑھنا غلط ہے اس ہی لیے اس کا قافیہ کش۔ سرکش وغیرہ آئے گا۔ ہُش قافیہ میں لانا غلط ہے۔
[3] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عابد کو اپنی عبادت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ فضلِ خداوندی کا طالب رہنا چاہیے۔ گیلان: بغداد کے قریب اس گاؤں کا نام ہے جس میں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔
حرم: کعبۃ اللہ کے ارد گرد ایک معین زمین کو کہتے ہیں۔ حصا: کنکریاں۔

گفت: اے خداوند! بہ بخشائے واگر مستوجب[1] عقوبتم مرا روزِ قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں[2] شرمسار نباشم۔

قطعه

روئے بر خاکِ عجز میگویم — ہر سحر گہ که باد می آید
اے که[3] ہرگز فراموشت نکنم — ہیچت از بنده یاد می آید

حکایت[4] نمبر (۴): دُزدے بخانۂ پارسائے در آمد چندانکه طلب کرد چیزے نیافت، دل تنگ شد، پارسا را خبر شد گلیمے که بر آں خفته بود در راهِ دُزد انداخت تا محروم نشود۔

قطعه

شنیدم که مردانِ راهِ خدا — دلِ دشمناں را نکردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام — که با دوستانت خلافست و جنگ
مودّت[5] اہلِ صفا چه در روئے و چه در قفا، نه چناں که از پست عیب گیرند و در پیشت میرند۔

فرد

در برابر چو گوسپندِ سلیم — در قفا ہمچو گرگِ مردم دَر

[1] مستوجب: مستحق۔ [2] در روئے نیکاں: نیکوں کے سامنے۔ [3] اے که الخ: یعنی میں تو تجھے کسی وقت نہیں بھولتا۔ تو بھی کسی وقت یاد کرتا ہے۔ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلامِ کمال خصوصیت اور محبت کے ناز و نیاز پر مبنی ہے۔
[4] حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویش کو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی سے پیش آنا چاہیے اور غیبت کرنے اور سننے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ دل تنگ شد: رنجیدہ ہوا۔
گلیم: کمبلی۔ بادوستانت: یعنی تیرا تو دوستوں سے جھگڑا ہے۔
[5] مودّت: محبت۔ اہلِ صفا: روشن دل۔ چه در روئے و چه در قفا: یعنی آمنے سامنے اور پیٹ پیچھے یکساں ہے۔
در برابر: سامنے۔ گوسپند سلیم: غریب بکری۔ مردم در: مردم خور۔

هر کہ عیبِ دگراں پیش تو آورد و شمرد[1]   بیگماں عیبِ تو پیشِ دگراں خواہد بُرد

حکایت[2] نمبر (۵): تنے چند از روندگاں متفق سیاحت بودند و شریکِ رنج و راحت، خواستم کہ مرافقت کنم، موافقت نکردند، گفتم: ایں از کرمِ اخلاق بزرگاں بدیع ست روئے از مصاحبتِ درویشاں بگردانیدن و فائدہ دریغ داشتن کہ من در نفسِ خویش ایں قدر قوّت و سُرعت ہمی شناسم کہ در خدمتِ مرداں یارِ شاطر باشم، نہ بارِ خاطر۔

شعر

اِنْ لَمْ اَكُنْ رَاكِبَ الْمَوَاشِيْ   اَسْعٰى لَكُمْ حَامِلَ الْغَوَاشِيْ

یکے ازاں میاں گفت: ازیں سخن کہ شنیدی دلتنگ مدار کہ دریں روز ہا دُزدے بصورتِ درویشاں برآمدہ بود، خود را در سِلکِ صحبتِ ما منتظم کرد۔

شعر

چہ دانند مردم کہ در جامہ[3] کیست   نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

---

۱ آورد و شمرد: یعنی لایا اور بیان کیا۔

۲ حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کا دستور یہ ہے کہ جس کا ظاہر نیکوں کا سا ہوتا ہے اس کو نیک سمجھتے ہیں اور درویش ہمیشہ اصلاح باطن کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ظاہر کے زیادہ درپے نہیں ہوتے۔

سیاحت: سیر و سفر کرنا۔ مرافقت: ہم سفری۔ بدیع: نادر۔ شاطر: چست۔ مواشی: ماشیہ کی جمع: چوپایہ۔ غواشی: غاشیہ کی جمع: زین پوش۔ ان لم اکن الخ: میں اگرچہ سواریوں کا سوار نہیں ہوں۔ زین پوشوں کو لاد کر ہی تمہاری خدمت کروں گا۔ سِلک: لڑی۔

۳ جامہ: سے خط رکھنے کی تھیلی مراد ہے۔ یعنی دوسروں کو کیا معلوم تھیلی میں کیا ہے جس شخص نے وہ خط لکھا ہے وہی اس کے مضمون سے واقف ہے۔

از انجا کہ سلامتِ حالِ درویشاں ست گمانِ فضولش نبر[1] دند و بیاری قبولش کردند۔

مثنوی

صورتِ حالِ عارفاں[2] دلق[3] ست   ایں قدر[4] بس چو رُوئے در خلق ست
در عمل کوش[5] ہرچہ خواہی پوش   تاج بر سر نہ و عَلَم بر دوش
ترکِ دنیا و شہوت ست و ہوس   پارسائی نہ ترکِ جامہ و بس
در قزاگند مرد باید بود   بر مُخنث سلاحِ جنگ چہ سود

روزے تا بشب رفتہ بودیم و شبانگہ در پائے حصارے[6] خفتہ کہ دُزدِ بے توفیق ابریقِ رفیق برداشت کہ بطہارت می روم و بغارت برفت۔

فرد

پارسا بیں کہ خرقہ در بَر کرد   جامۂ کعبہ را جُلِ خر کرد

چندانکہ از درویشاں غائب شد بُرجے برفت و دُرجے بدزدید، تا روز روشن شد آں

---

۱ فضولش نبردند: اس کو بیہودہ نہ خیال کیا۔ ۲ عارفاں: اولیاء اللہ۔ ۳ دلق: گدڑی۔ یعنی اولیاء اللہ کی ظاہری علامت دلق پوشی ہے۔ ۴ ایں قدر بس الخ: یعنی جس کا مقصود رضائے خالق نہیں بلکہ مخلوق کو فریب دینا منظور نظر ہے اس کے مکر کے لیے گدڑی کافی ہے۔

اب آئندہ اشعار میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ درویش کو گدڑی کی چنداں حاجت نہیں بلکہ نیک کردار ضروری ہے، اگر درویشانہ لباس سے مکر و فریب کی بو آئے تو اس کا ترک ہی بہتر ہے۔

۵ در عمل کوش الخ: نیکی کی کوشش کرو۔ اور جو چاہے لباس پہنو، اگر بادشاہ ہو سر پر تاج رکھو اگر سپاہی ہو تو سپاہیانہ وضع اختیار کرو۔ کندھے پر جھنڈا رکھو۔ علَم: نیزہ جھنڈا۔ دنیا: یعنی دنیا سے دل لگانا۔ شہوت: جملہ لذتوں کی تلاش۔ ہوس: جاہ و مال کی تلاش۔ قزاگند: مرکب ہے "قز" بمعنی ریشم و "آگند" بمعنی "پُر" سے یعنی وہ لباس جو ریشم کا موٹا موٹا بنا ہوا جنگ کے موقع پر پہنا جاتا ہے تاکہ تلوار اور نیزہ اُس پر اثر نہ کرے۔ مُخنث: ہیجڑا، بزدل۔ سِلاح: ہتھیار۔

۶ حِصار: شہر پناہ۔ ابریق: معرب ہے آبریز (بمعنی پانی بہانے والا) کا یعنی لوٹا۔ خرقہ: کفنی۔ جُل: جھول۔ خرقہ کو غلاف کعبہ سے اور اس درویش نما چور کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ بُرج: یعنی شہر پناہ کا گنبد۔ دُرج: ڈبیہ۔

تاریک رُو[1] مَبغلے راہ رفتہ بودہ ورفیقانِ بے گناہ خفتہ، بامداداں ہمہ را بہ قلعہ درآوردند وبزدند ودَر زِنداں کردند، ازاں تاریخ ترکِ صحبت گفتیم وطریقِ عُزلت گرفتیم ''اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوَحْدَۃِ[2]''۔

قطعہ

چو از قومے یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمی بینی کہ گاوے در علف[3] زار — بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

گفتم: سپاس ومِنّتِ خدائے عزّ وجلّ را کہ از فوائد درویشاں محروم نماندم اگرچہ بصورت از صحبت جدا افتادم، وبدیں حکایت کہ گفتی مستفید[4] گشتم وامثالِ مرا ہمہ عمر ایں نصیحت بکار آید۔

مثنوی

بیک نا تراشیدہ در مجلسے — بر نجد دلِ ہوشمنداں بسے
اگر برکہَ پُر کنند از گلاب — سگے دروے افتد کند مُنْجَلاب

حکایت[5] نمبر (۶): زاہدے مہمانِ پادشاہے بود چوں بطعام بنشستند کمتر ازاں خورد کہ ارادتِ او بود، وچوں بنماز برخاستند بیشتر ازاں گذارد کہ عادتِ او بود تا ظنِّ صلاح در حقِ وے زیادت کنند۔

---

[1] تاریک رو: روسیاہ یعنی وہی چور۔ مبلغ: مقدار۔ زندان: قید خانہ۔ عزلت: یکسوئی۔

[2] السلامۃ فی الواحدۃ: تنہائی میں سلامتی ہے۔ کہ: کہتر: چھوٹا۔ مہ: مہتر: بڑا۔ منزلت: رتبہ۔
نمی بینی: یعنی گاؤں کی اگر ایک گائے کھیت کھا بھاگتی ہے تو سب ہی تہمت میں ملوث ہو جاتی ہیں۔

[3] علف: گھاس۔ علف زار سے یہاں کھیت مراد ہے۔ فوائد: مفید چیزیں۔

[4] مستفید: فائدہ حاصل کرنے والے۔ ناتراشیدہ: غیر مہذب۔ برکہ: حوض۔ منجلاب: چو بچہ۔

[5] حکایت نمبر (۶): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کو ریا کاری نہ کرنی چاہیے، ورنہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ارادت: ارادہ۔ صلاح: نیکی۔

فرد

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی[1] — کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

چوں بمقام خود آمد سُفرہ[2] خواست تا تناول کند، پسرے داشت صاحبِ فراست گفت: اے پدر! چرا در مجلسِ طعام نخوردی؟ گفت: در نظرِ ایشاں چیزے نخوردم کہ بکار آید[3]۔ گفت: نماز را ہم قضا کن کہ چیزے نکردی کہ بکار آید۔

قطعہ

اے[4] ہنرہا نہادہ بر کفِ دست — عیب ہا بر گرفتہ زیرِ بغل
تاچہ خواہی خریدن اے مغرور — روزِ درماندگی بسیمِ دغل

حکایت[5] نمبر (۷): یاد دارم کہ در ایامِ طفولیّت مُتعَبِّدْ بودم وشب خیز ومُوْلَعِ زہد و پرہیز، تا شبے در خدمتِ پدر رحمہ اللہ نشستہ بودم وہمہ شب دیدہ برہم نہ بستہ ومُصحفِ عزیز در کنار گرفتہ، وطائفہ گردِ ما خفتہ، پدر را گفتم: ازیں جماعت یکے سر برنمی دارد کہ دوگانہ بگذارد، چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔ گفت: اے جانِ پدر! اگر تو نیز بخفتی ازاں بہ کہ در پوستنِ خلق افتی۔

---

[1] اعراب: عرب کے بدو۔ بترکستان است: یعنی یہ راستہ تو ترکستان کو جاتا ہے اور کعبہ حجاز میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے راہ روی مقصود کو فوت کر دیتی ہے۔ [2] سفرہ: دستر خوان۔
تناول: لینا، کھانا۔ فراست: دانائی۔ [3] بکار آید: یعنی میرے کچھ کھانے سے بادشاہ کا اعتقاد بڑھے گا جو میرے لیے مفید ہوگا۔ ہر کہ چیزے نہ کردی کہ بکار آید: یعنی تو نے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آخرت میں کار آمد ہو سکے گی۔

[4] اے ہنرہا الخ: یعنی بھلائیوں کو دکھاتا پھرتا ہے اور برائیوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ مغرور: جو دھوکہ میں مبتلا ہو۔
سیم دغل: کھوٹی چاندی۔

[5] حکایت نمبر (۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویش کو اپنی عبادت پر گھمنڈ کر کے دوسروں کو کمتر نہ سمجھنا چاہیے۔
طفولیت: بچپنا۔ مُتعَبِّدْ: عبادت گذار۔ شب خیز: تہجد گذار۔ مُوْلَع: فریفتہ۔ پدر رحمہ اللہ: شیخ سعدی کے والد ماجد کا نام شیخ عبداللہ ہے۔ دیدہ برہم نہ بستہ: آنکھ نہ جھپکائی تھی۔ مُصحف: قرآن پاک۔ دوگانہ: یعنی دو رکعت نماز۔ لفظ ''گانہ'' اعداد کے آخر میں تعداد ظاہر کرنے کے لیے بڑھا دیتے ہیں۔ گوئی مردہ اند: جیسے مرے پڑے ہیں۔
پوستین خلق افتی: دوسروں کی عیب جوئی کرے۔

قطعہ

نہ بیند مدّعی[1] جُز خویشتن را
کہ دارد پردۂ پندار در پیش
گرت[2] چشمِ خدا بینی نہ بخشند
نہ بینی ہیچ کس عاجز تر از خویش

حکایت[3] نمبر (۸): یکے را از بزرگاں بمحفلے اندر ہمی ستودند و در اوصافِ جمیلش مبالغت ہمی کردند، سر برآورد و گفت: من آنم کہ من دانم۔

شعر

کُفِیْتَ[4] أَذَیً یَا مَنْ یَعُدُّ مَحَاسِنِیْ
عَلَانِیَتِیْ ھٰذَا وَلَمْ تَدْرِ بَاطِنِیْ

قطعہ

شخصم بچشمِ عالمیاں خوب منظر ست
وزخبثِ باطنم سرِ خجلت فگندہ پیش
طاؤس[5] را بہ نقش نگارے کہ ہست خلق
تحسیں کنند او خجل از زشتِ پائے خویش

حکایت نمبر[6] (۹): یکے از صلحائے کوہِ لُبنان کہ مقاماتِ او در دیارِ عرب مذکور بود و کرامتِ او

[1] مدعی: ڈینگیں مارنے والا۔ کہ دارد: یعنی اس کی آنکھوں پر تکبر کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ [2] گرت الخ: یعنی اگر خدا نے تجھے حق بینی کی نگاہ عطا فرمائی ہے تو تو کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھ سکتا۔

[3] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کو اپنی تعریف سن کر پھولنا نہیں چاہیے بلکہ اپنے عیبوں کی طرف دھیان کر لینا چاہیے۔ من آنم کہ من دانم: یعنی جیسا کچھ میں ہوں اس کو میں ہی خوب جانتا ہوں۔

[4] کفیت الخ: اے وہ شخص جو میری خوبیاں گنا رہا ہے تو نے ستانے میں حد اور بس کردی۔ یہ تو میرا ظاہر ہے تجھے میرے باطن کی کیا خبر۔ دوسرا ترجمہ: اے وہ شخص جو میری خوبیاں شمار کر رہا ہے تو ہی ستانے کو کافی ہے یہ تو میرا ظاہر ہے اور تجھے میرے باطن کی خبر نہیں۔ سرخجلت الخ: یعنی میں تو شرمندگی سے اوندھا ہوا ہوں۔

[5] طاؤس: یعنی مور کے نقش و نگار پر دنیا اس کی تعریف کرتی ہے اور وہ اپنے پیروں کی بدزیبی کو دیکھ کر شرمندہ ہوتا ہے۔ مور کے پیر بدنمائی میں ضرب المثل ہیں، مشہور ہے کہ مور ناچتا ہے اور پیروں کو دیکھ کر روتا ہے۔

[6] حکایت نمبر (۹): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کو روحانیت میں کبھی کچھ کمی محسوس ہو تو غمگین نہ ہونا چاہیے۔ صُلحا: صالح کی جمع، نیک انسان۔ لُبنان: شام کا مشہور پہاڑ ہے۔ جو فقرا کا مسکن رہا ہے۔ مقامات: یعنی روحانی مراتب۔ کرامات: کرامت کی جمع، بزرگی۔

مشہور بجامعِ دمشق در آمد بر کنارِ برکہ[1] کِلاسہ طہارت ہمی ساخت، پایش، بلغزید و بحوض در افتاد، بمشقّتِ بسیار ازاں جائگہ خلاص یافت، چوں از نماز پر داختند یکے از جملۂ اصحاب گفت: مُرا مُشکلے ہست، گفت: آں چیست؟ گفت: یاد دارم کہ شیخ برروئے دریائے مغرب برفت و قدمش ترنشد، امروز چہ حالت بود کہ دریں قامتے آب از ہلاک چیزے نماند؟ شیخ سر بجیبِ تفکُر فرو بردہ پس از تأمّلِ بسیار سر برآورد و گفت: نشنیدہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت: "لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ" و نہ گفت علی الدوام، وقتے چنیں بودے کہ بجبرئیل و مکائیل نپرداختے و دیگر وقت باحفصہؓ و زینبؓ درساختے، "مُشَاھَدَۃُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاِسْتِتَارِ" می نمایند و می رُبایند۔

فرد

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتش ما تیز می کنی

قطعہ

أُشَاھِدُ[2] مَنْ أَھْوٰی بِغَیْرِ وَسِیْلَۃٍ
فَیَلْحَقُنِیْ شَانٌ أُضِلُّ طَرِیْقًا
یُؤَجِّجُ نَارًا ثُمَّ یُطْفِیْ بِرَشَّۃٍ
لِذَاکَ تَرَانِیْ مُحْرَقًا وَّغَرِیْقًا

[1] برکہ: حوض۔ کِلاسہ: بکسر اول کلس سے ماخوذ، جو چونہ اور گچ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا کلاسہ چونہ و گچ کی بنی ہوئی چیز کو کہیں گے۔ پر داختند: فارغ ہوئے۔ کہ شیخ: یعنی جناب۔ لی مع اللہ الخ: میرے اللہ کے ساتھ کوئی ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں میرے ساتھ اس وقت میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے، نہ نبی مرسل کی۔

نپرداختے: مصروف نہ ہوتے۔ حفصہؓ و زینبؓ: دونوں ازواج مطہرات میں سے ہیں۔

مشاھدۃ الابرار: یعنی اولیاء اللہ کے لیے حضرت حق کا دیدار نمودار ہونے اور مستور ہونے میں دائر رہتا ہے یعنی کبھی حضرت حق تجلی فرما کر دیدار کرا دیتے ہیں، کبھی پوشیدہ ہو کر محروم کر دیتے ہیں۔

دیدار می نمائی الخ: یعنی جلوہ بھی دکھاتے ہو اور پھر بچتے بھی ہو۔ اپنے بازار کو اور ہماری آتش محبت کو تیز کرتے ہو۔

[2] أشاھد الخ: میں اپنے معشوق کا بدون واسطہ کے نظارہ کرتا ہوں تو میرے اوپر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو مجھے راستہ سے بھٹکا دیتی ہے، وہ محبوب کبھی آتش عشق کو بھڑکا دیتا ہے کبھی وصال کا ایک چھینٹا ڈال کر اس کو بجھاتا ہے، اس ہی بنا پر تم مجھے جلا بھنا اور ڈوبا ہوا دیکھتے ہو، یعنی آتشِ عشق میں جلا ہوا ہوں اور وصال کے چھینٹے میں غرق ہوں۔

مثنوی

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند[1] | کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی | چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہان[2] ست | دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم | گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر حالے بماندے | سَرِ دست از دو عالم برفشاندے

حکایت نمبر[3] (۱۰): در جامعِ بعلبک وقتے کلمۂ چندے ہمی گفتم بطریقِ وعظ با جماعتے افسردہ دل مردہ راہ از عالمِ صورت بعالمِ معنی نبردہ، دیدم کہ نَفَسم درنمی گیرد و آتشم در ہیزمِ تر اثر نمی کند، دریغ آمدم تربیتِ سُتوَراں و آئینہ داری در محلّتِ کوراں، ولیکن درِ معنی باز بود و سلسلۂ سخن دراز در معنیٔ ایں آیت کہ (وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ)

---

[1] **گم کردہ فرزند:** یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام جنہوں نے اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کو گم کر دیا تھا۔ **روشن گہر:** روشن دل۔
زمصرش: یعنی یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو تو مصر سے تجھے پہنچ گئی لیکن کنعان کے کنویں میں تو اس کو نہ دیکھ سکا۔

[2] **برق جہان:** کوندنے والی بجلی۔ **طارم:** بالا خانہ۔ **پشت پائے:** یعنی کبھی ایسا غافل نہ ہوتا ہوں کہ پیش پا افتادہ چیزیں بھی نظر نہیں آتیں۔ **اگر درویش الخ:** یعنی اگر درویش محض انبساطی حالت میں رہے تو دونوں جہانوں میں بھی نہ سما سکے۔

[3] **حکایت نمبر (۱۰):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر مرید کسی وقت متاثر نہ ہوں تو پیر کو بددل نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ تاثیر اوقات پر موقوف ہے، اور مریدوں کو چاہیے کہ ریاضت کے ذریعہ اپنے باطن کا تصفیہ کریں، تاکہ پیر کے اثرات قبول کر سکیں۔ **بعلبک:** شام میں ایک مشہور شہر ہے۔ **افسردہ دل:** یہ جماعت کی پہلی صفت ہے۔ **مردہ راہ:** یہ دوسری صفت ہے۔ **از عالم صورت الخ:** یہ تیسری صفت ہے۔ **نفسم:** یعنی میری بات۔ **درنمی گیرد:** اثر نہیں کرتی۔
ہیزم: لکڑیوں کا گٹھا۔ **سُتور:** بضمتین واو مجہول: چار پایہ۔ **نحن اقرب الیہ الآیۃ:** ہم اس بندے سے اس کی شہ رگ

سخن بجائے رسانیدہ بودم کہ می گفتم:

قطعہ

دوست نزدیک تر از من بمن ست | ویں عجب تر کہ من از وے دورم[1]
چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او | در کنارِ من و من مہجورم

من از شرابِ ایں سخن مست بودم و فُضالۂ[2] قدح در دست کہ روندۂ بر کنارِ مجلس گذر کرد و دورِ آخر در وے اثر، نعرہ بزد کہ دیگراں بموافقت وے در خَروش[3] آمدند و حاضرانِ مجلس در جوش، گفتم: سبحان اللہ! دُورانِ باخبر در حضور و نزدیکانِ بے بصر دُور[4]۔

قطعہ

فہمِ سخن[5] گر نکند مُستمع | قوّتِ طبع از متکلّم مجوی
فُسحتِ میدانِ ارادت بیار | تا بزند مردِ سخن گوئے گوی

حکایت[6] نمبر (۱۱): شبے در بیابانِ مکّہ از بے خوابی پائے رفتنم بماند سر بنہادم و شُتربان را گفتم: دست از من بدار،

---

[1] **از وے دورم:** باوجود قرب کے بہت سے حجاب حائل ہیں۔

[2] **فضالہ:** بچا ہوا۔ **قدح:** پیالہ۔ [3] **خروش:** آہ و بکا۔ **دورانِ باخبر در حضور:** جان کار دور ہوتے ہوئے بھی قریب ہیں۔

[4] **ونزدیکان بے بصر دور:** یعنی دل کا اندھا قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہے۔

[5] **فہم سخن:** یعنی اگر سننے والا بات نہیں سمجھتا تو پھر کہنے والے کی طبیعت بجھ جاتی ہے۔
فسحت: کشادگی۔ **سُخن گوئے:** بات کہنے والا۔ **گوی:** گیند۔

[6] **حکایت نمبر (۱۱):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویش کو ساتھیوں کی نصیحت سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔
از بیخوابی الخ: صحرائے عرب میں گرمی کی وجہ سے عموماً رات کو سفر کرتے ہیں اور دوپہر کو کھانے پینے اور سونے کے لیے قیام کرتے ہیں۔ اس سفر میں غالباً شیخ پیادہ پا تھے اور قافلہ کا شُتربان کوئی دوست تھا۔

قطعہ

پائے مسکیں پیادہ چند رود کز تحمّل[۱] ستُوہ شد بُختی
تا شود جسمِ فربہے لاغر لاغرے مُردہ باشد از سختی

گفت اے برادر! حَرم[۲] در پیش ست و حرامی از پس، اگر رفتی بُردی و اگر خُفتی مُردی۔

نشنیدۂ کہ گفتہ اند:

بیت

خوش ست زیرِ مُغیلاں[۳] براہِ بادیہ خُفت شبِ رحیل ولے ترکِ جاں بباید گفت

حکایت نمبر[۴] (۱۲): پارسائے را دیدم بر کنارِ دریا کہ زخمِ پلنگ داشت و بہیچ دارُو بہ نمی شد، مدّت ہا دراں رنجور بود و شکرِ خدائے عزّ وجلّ علی الدّوام گفتے، پرسیدندش کہ شکر چہ میگوئی؟ گفت: شکرِ آنکہ بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے۔

قطعہ

اگرم زار[۵] بکشتن دہد آں یارِ عزیز تانگویم کہ دراں دم غمِ جانم باشد
گویم از بندۂ مسکیں چہ گنہ صادر شد کہ دل آزردہ شد از من غمِ آنم باشد

بلے مردانِ خدا مصیبت را بر معصیت اختیار کنند، نہ بینی کہ یوسفِ صدیق علیہ السلام دراں

---

۱ تحمّل: بوجھ اٹھانا۔ ستُوہ: عاجز۔ بُختی: وہ اونٹ جس کے دو کوہان ہوتے ہیں، چوں کہ یہ نسل بخت نصر بادشاہ نے تیار کی تھی لہٰذا اس نسل کے اونٹوں کو بختی کہا جاتا ہے۔ باشد: گردد۔ ۲ حرم: یعنی بیت اللہ۔ حرامی: چور ڈاکو۔

۳ مُغیلان: ببول۔ کیکر۔ بادیہ: بیابان۔ شبِ رحیل: کوچ کی رات۔

۴ حکایت نمبر (۱۲): اس حکایت کا مفاد یہ ہے کہ راضی برضا رہنا چاہیے۔ اور مصیبت پر صبر کرنا درویشوں کے لیے از حد ضروری ہے۔ زخمِ پلنگ داشت: یعنی چیتے کے کاٹے کا زخم تھا۔ علی الدوام: ہمیشہ۔ معصیت: گناہ۔

۵ اگرم الخ: یعنی اگر وہ دوست مجھ کمزور کو قتل کر ڈالنے کا بھی حکم دے گا تو اس وقت بھی ہرگز مجھے اپنی جان کا غم نہ ہوگا۔ بلکہ میں یہی عرض کروں گا کہ مجھ مسکین سے ایسی کیا خطا سرزد ہوئی جس کی وجہ سے جناب کو دلی تکلیف پہنچی، بس مجھے تو اس ہی کا غم ہے۔ تا: ہرگز۔

حالت چہ گفت؟ (قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ)۔[۱]

حکایت[۲] نمبر (۱۳): درویشے را ضرورتے روئے نمود گلیمے از خانۂ یارے بدُزدید و نفقہ کرد، حاکم فرمود کہ دستش بُرید[۳]، صاحبِ گلیم شفاعت کرد کہ من او را بحل کردم۔ گفتا: بشفاعتِ تو حدّ شرع فرو نگذارم۔ گفت: آنچہ فرمودی راست ست ولیکن ہر کہ از مالِ وقف چیزے بدُزدد قطعش لازم نیاید کہ "اَلْفَقِیْرُ لَا یَمْلِکُ"[۴] ہر چہ درویشاں راست وقفِ محتاجان ست۔ حاکم ازوے دست بداشت و ملامت کردن گرفت کہ جہاں بر تو تنگ آمدہ بود کہ دُزدی نکردی الّا از خانۂ چنیں یارے۔ گفت: اے خداوند! نشنیدۂ کہ گفتہ اند: خانۂ دوستاں برُوب[۵] و درِ دشمناں مکوب۔

شعر

چوں فرومانی بہ سختی تن بعجز اندر مدہ دشمناں را پوست برکن دوستاں را پوستیں

حکایت[۶] نمبر (۱۴): یکے از پادشاہاں پارسائے را دید گفت: ہیچت از ما یاد می آید۔ گفت: بلے وقتے کہ خدائے را فراموش می کنم۔

---

۱ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ الآیۃ: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے خدا! مجھے قید (کی مصیبت) اس (گناہ) سے زیادہ پسند ہے جس کی یہ مجھے دعوت دے رہی ہیں۔ (سورۂ یوسف: ۳۳)

۲ حکایت نمبر (۱۳): اس حکایت کا مفاد یہ ہے کہ درویشوں کو بد معاملہ دوستوں کے ساتھ بھی نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان کی بد معاملگی سے درگذر کرنا چاہیے۔ گلیم: کملی۔ نفقہ کرد: خرچ میں لے آیا۔

۳ دستش بُرید: شریعت کا حکم ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ شفاعت: سفارش۔ بحل: بکسر باء معاف کر دینا۔ حدّ: وہ سزا جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ وقف: کسی چیز کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ کے لیے کر دینا۔

۴ الفقیر لا یملک: فقیر کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ دست بداشت: معاف کر دیا۔ الاّ: مگر

۵ خانۂ دوستاں بروب: یعنی دوستوں کے گھر سمیٹ لاؤ۔ و درِ دشمناں مکوب: دشمن کا دروازہ کھٹکھٹا۔ پوست برکن:: چمڑی کھینچ لے۔ پوستین: وہ لباس جو کسی جانور کی کھال سے بنایا جائے۔

۶ حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کے لیے بادشاہوں کا تقرّب خدا سے دوری کی علامت ہے۔ ہیچت از ما یا می آید: یعنی تمہیں کبھی ہمارا خیال بھی آتا ہے۔

فرد

هرسو دود[1] آنکش ز دَرِ خویش براند — واں را کہ بخواند بدرِ کس نداوند

حکایت[2] نمبر (۱۵): یکے از صالحاں بخواب دید پادشاہے رَا دَر بہشت و پارسائے را در دوزخ، پرسید کہ موجبِ درجاتِ ایں چیست؟ وسببِ درکاتِ آں چہ کہ مردم بخلافِ آں می پنداشتند؟ ندا آمد کہ ایں پادشاہ بارادتِ درویشاں در بہشت ست، وایں پارسا بتقرّبِ پادشاہاں در دوزخ۔

قطعہ

دَلقت[3] بچہ کار آید و تسبیح و مُرَقَّعْ — خود را ز عملہائے نکوہیدہ بری دار

حاجت بکُلاہِ بَرَکی داشتنت نیست — درویش صفت باش و کُلاہِ تتَری دار

حکایت[4] نمبر (۱۶): پیادہ سروپا برہنہ با کاروانِ حجاز از کوفہ بدر آمد وہمراہِ ماشد نظر کردم کہ معلومے نداشت، خراماں ہمی رفت ومی گفت:

---

[1] ہرسو دود الخ: جس کو خدا اپنے در سے بھگا دیتا ہے وہ ہر طرف بھاگا پھرتا ہے اور جس کو اللہ اپنے دروازہ پر بلا لیتا ہے اس کو کسی دوسرے کے دروازہ پر نہیں دوڑاتا۔

[2] حکایت نمبر (۱۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو درویشانہ لباس بادشاہوں کے تقرّب کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے، بلکہ عوام کے لباس میں اپنے آپ کو مخفی رکھنا چاہیے۔

درجات: ''درجہ'' کی جمع، بلندی کا مرتبہ۔ درکات ''درکہ'' کی جمع، پستی کا مرتبہ۔

[3] دَلق: کمبل کا وہ لباس جس میں بال لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ مرقّع: پیوند لگی گدڑی۔ عملہائے نکوہیدہ: برے کام۔ برک: بوزنِ فلک، ایک قسم کا اونی موٹا کپڑا اکثر درویش جس کا کرتہ اور ٹوپی بناتے ہیں۔ تترَی: تاتاری۔ تاتار ترکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ تاتاری ٹوپی سپاہی اوڑھتے تھے۔ نیز تاتاریوں کی ٹوپی بیش قیمت ہوتی تھی۔

[4] حکایت نمبر (۱۶): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کو دنیاوی معاملات میں اسباب کی طرف زیادہ دھیان نہ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بدون اسبابِ ظاہری کے بھی مقاصد پورے کر دیتا ہے۔ کاروان: قافلہ۔ حجاز: عرب کا ایک حصہ جس میں مکہ ومدینہ بھی ہے۔ کوفہ: عراق کا مشہور شہر۔ معلوم: یعنی روپیہ پیسہ۔ خرامان: مستانہ۔

قطعہ

نہ بَاشتر[1] بر سوارم نہ چو اشتر زیرِ بارم — نہ خداوندِ رعیّت نہ غلامِ شہریارم

غم موجود و پریشانئ معدوم ندارم — نَفَسے میزنم آسودہ[2] وعمرے میگزارم

اشتر سوارے گفتش: اے درویش! کجا میروی؟ برگرد کہ بہ سختی بمیری، نشنید وقدم در بیاباں نہاد و برفت، چوں بہ نخلۂ محمود برسیدیم توانگر را اجل فرا رسید، درویش ببالینش فرود آمد وگفت: مصرع: مابہ سختی نہ بمردیم وتو بر بُختی بمردی۔

بیت

شخصے ہمہ شب برسرِ بیمار گریست — چوں روز آمد بمرد و بیمار بزیست

قطعہ

اے بسا اسپِ تیز رو کہ بماند — کہ خرِ لنگ جاں بمنزل بُرد

بسکہ در خاک تندرستاں را — دفن کردیم و زخم خوردہ نمرد

حکایت[3] نمبر (۱۷): عابدے را پادشاہے طلب کرد، اندیشید کہ داروئے بخورم تا ضعیف شوم تا مگر اعتقادے کہ در حقِ من دارد زیادت کند، آوردہ اند کہ داروئے قاتل بود بخورد وبمرد۔

---

[1] اشتر: اونٹ۔ بر: زائد ہے۔ خداوندرعیّت: بادشاہ ہے۔ شہریار: بادشاہ۔

[2] نَفَسے میزنم آسودہ: چین کا سانس لیتا ہوں۔ نخلۂ محمود: محمود کا کھجورستان۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ فرا: پہلے۔ اجل: موت، آجال جمع۔ بالین: سرہانہ۔ بخُت: اس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے تیار کی تھی۔

[3] حکایت نمبر (۱۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ریاکاری تصوف میں شرک کے مرادف ہے، لہٰذا درویشوں کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ عابد: عبادت گذار۔ دارو: دوا۔ مگر: شاید

قطعه

آنکہ[1] چوں پستہ دیدمش ہمہ مغز — پوست بر پوست بود ہمچو پیاز
پارسایانِ روئے در مخلوق — پشت بر قبلہ می کنند نماز

فرد

چوں بندہ[2] خدائے خویش خواند — باید کہ بجز خدا نداند

حکایت[3] نمبر (۱۸): کاروانے را در زمینِ یونان دزداں بزدند، ونعمتِ بے قیاس بردند، بازارگاناں گریہ وزاری بسیار کردند وخدا وپیمبر را بشفاعت آوردند، فائدہ نبود۔

شعر

چو پیروز[4] شد دُزدِ تیرہ رواں — چہ غم دارد از گریۂ کارواں

لقمان حکیم اندراں کارواں بود، یکے گفتش از کاروانیاں: ایناں را مگر نصیحتے کنی وموعظت گوئی باشد کہ برخے از مالِ مادست بدارند کہ دریغ باشد چندیں نعمت کہ ضائع شود۔ گفت: دریغ باشد کلمۂ حکمت بایشاں گفتن۔

---

۱ آنکہ الخ: یعنی جس کو میں نے پستہ خیال کیا تھا جو مغز ہی مغز ہوتا ہے وہ تو پیاز نکلا جس میں چھلکا ہی چھلکا ہے۔
پارسایان الخ: یعنی وہ ریاکار عابد جو دنیا دکھاوے کو عبادت کرتا ہے دراصل اس کی نماز قبلہ رو نہیں ہے، بلکہ قبلہ سے منہ موڑ کر مخلوق کے لیے سجدہ کرتا ہے۔
۲ چوں بندہ الخ: یعنی جب انسان خدا کو پکارے (نماز پڑھے) تو اس کے دل میں بھی ماسوا کا گذر نہ ہونا چاہیے۔
۳ حکایت نمبر (۱۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو اس ہی آدمی کو نصیحت کرنی چاہیے جس سے قبولیت کی کچھ توقع ہو۔ کاروان: قافلہ۔ دُزداں بزدند: ڈاکوؤں نے لوٹ مار کی۔ بازارگانان: سوداگران۔
۴ پیروز: فیروز، کامیاب۔ تیرہ رواں: سیاہ باطن۔
کاروانیاں: قافلہ والے۔ مگر: شاید۔ موعظت: نصیحت۔ برخے: تھوڑا سا۔ دریغ: افسوس، ظلم۔

قطعه

آہنے را کہ موریانہ[1] بخورد — نتواں برد ازو بہ صیقل زنگ
باسِیہ دل چہ سُود گفتنِ وعظ — نہ رَود میخِ آہنی در سَنگ

قطعه

بروزگارِ سلامت شکستگاں دریاب — کہ جبرِ خاطرِ مسکیں بلا بگرداند
چُو سائل از تو بزاری طلب کند چیزے — بدہ وگر نہ سِتمگر بزور بستاند

حکایت[2] نمبر (۱۹): چندانکہ مرا شیخِ اجل ابوالفرج بن جوزی رحمہ اللہ بترکِ سماع فرمودے وبخلوت وعُزلت[3] اشارت کردے، عنفوانِ شبابم غالب آمدے وہوا وہوس طالب ناچار بخلافِ رائے مُربّی قدمے چند برفتمے واز سماع ومخالطت حظّے برگرفتمے، وچوں نصیحتِ شیخم یاد آمدے گفتمے:

فرد

قاضی[4] ار با ما نشیند برفشاند دست را — محتسِب گر مے خورد معذور دارد مست را

---

۱ موریانہ: زنگ۔ صیقل: مانجھنا۔ نہ رَود میخ الخ: یعنی پتھر میں کیل نہیں ٹھکتی۔ روزگار: زمانہ۔ دریاب: مدد کر۔
جبرِ خاطر: دل شکستی دور کرنا۔ بزاری: رو کر۔
۲ حکایت نمبر (۱۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ مرید کو پیر کی نصیحت سے روگردانی نہ کرنی چاہیے، ورنہ شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ شیخ: پیر، استاذ۔ یہاں استاذ مراد ہے اس لیے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ شیخ سعدی کے استاد تھے۔ شیخ سعدی کے پیر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ ہیں۔ اجل: بڑا۔ سماع: یعنی گانا سننا۔
۳ خلوت وعُزلت: تنہائی، گوشہ نشینی۔ عنفوانِ شباب: نوجوانی۔ مُربّی: تربیت کرنے والا۔ مخالطت: گھول میل۔
۴ قاضی ار الخ: یعنی قاضی جو ہمیں گانے کی محفل سے روکتا ہے اگر ایک دفعہ بھی شریک محفل ہو جائے تو روکنے کی بجائے خود رقص کرنے لگے، محتسِب دراصل شراب کی لذّت سے ہی واقف نہیں ہے، ورنہ وہ میخوار کو میخواری میں معذور سمجھنے لگے۔ ار: اگر۔ برفشاند دست را: ہتھیلیاں بجانے لگے۔ محتسِب: خلافِ شرع کاموں پر محاسبہ کرنے والا۔
مست: شرابی۔

تا شبے بجمعے برسیدم و دراں میاں مُطرب[1] دیدم۔

بیت

گوئی رگِ جاں[2] میگسلد زخمہ[3] ناساز ش | ناخوشتر از آوازۂ مرگِ پدر آوازش
گاہے انگشتِ حریفاں[4] از و در گوش و گہے برلب کہ خاموش۔

شعر

نُهَاجُ اِلٰی[5] صَوْتِ الْأَغَانِیْ طَیْبَۃً | وَ أَنْتَ مُغَنٍّ اِنْ سَکَتَّ نَطِیْبُ

بیت

نہ بیند کسے[6] در سماعت خوشی | مگر وقتِ رفتن کہ دم در کشی

مثنوی

چوں باآواز[7] آمد آن بَربَط سرائے | کد خدا را گفتم از بہرِ خدائے
پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم | یا درم بکشای تا بیروں روم

---

[1] مُطرب: گوّیا۔ قوّال۔ [2] گوئی رگِ جان الخ: گویا کہ اس کی نامناسب مضراب شہرگ کو ہی توڑے ڈالتی ہے۔ باپ کے مرنے پر واویلا کی آواز سے بھی زیادہ اس کی آواز ناخوشگوار ہے۔ [3] زخمہ: یعنی مضراب وہ چھلّا وغیرہ جس سے باجے بجائے جاتے ہیں۔ [4] حریفان: شریک محفل۔

[5] نُهاجُ اِلی الخ: یعنی ہم گانوں کی آواز پر خوش دلی سے لپکتے ہیں۔ اور تو ایسا گویا ہے کہ اگر خاموش ہوجائے تو ہم خوش ہوں۔ [6] نہ بیند الخ: یعنی گانا سننے میں کوئی بھی خوشی محسوس نہیں کرتا۔ خوشی اس وقت محسوس ہوگی جب کہ تو رخصت ہو، اس لیے کہ تیری آواز تو بند ہوجائے گی۔

[7] چوں باآواز: یعنی جب سارنگی کا گویا گاتا آیا میں نے میزبان سے کہا: میرے کانوں میں روئی ٹھونس دو، تاکہ میں سن نہ سکوں۔ یا گھر کا دروازہ کھول دو کہ میں چلا جاؤں۔ کدخدا: یعنی خدائے کدہ۔ صاحبِ خانہ۔

فی الجملہ پاسِ[1] خاطر یاراں موافقت کردم و شبے بچندیں محنت بروز آوردم۔

قطعہ

مؤذّن بانگ[2] بے ہنگام برداشت | نمیداند کہ چند از شب گزشت ست
درازیٔ شب از مُژگانِ من پرس | کہ یکدم خواب در چشمم نہ گشت ست

بامدادان[3] بحکم تبرّک دستارے از سر و دینارے از کمر بکشادم و پیشِ مغنّی بنہادم و در کنار گرفتم و بسے شکر گفتم[4]۔ یاراں ارادتِ من در حقِّ وے خلافِ عادت دیدند و بر خفّتِ عقلم نہفتہ بخندیدند، یکے از آں میاں زبانِ تعرّض[5] دراز کرد و ملامت کردن آغاز کہ ایں حرکت مناسبِ رائے خردمنداں نکردی خرقۂ[6] مشائخ بچنیں مُطرب بے دادن کہ ہمہ عمرش درمے در کف نبودہ است و قُراضۂ در دُف۔

قطعہ

مُطرب بے دور ازیں[7] خجستہ سرائے | کس دوبارش ندید در یکجائے
راست چوں بانگش از دہن برخاست | خلق را موی بربدن برخاست[8]
مرغِ ایواں[9] زہولِ او برمید | مغزِ ما خورد و حلق خود بدرید

---

[1] فی الجملہ: خلاصۂ کلام۔ پاسِ خاطر یاران: دوستوں کی خاطر۔ بچندیں محنت: بڑی مصیبت سے۔

[2] بانگ: یعنی اذان۔ بے ہنگام: بے وقت یعنی مؤذن نے سوتے سے اٹھ کر اذان دے ڈالی اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا وقت ہوا ہے۔ [3] بامدادان: صبح کا وقت۔ تبرک: برکت حاصل کرنا۔ از کمر: یعنی ہمیانی سے۔ در کنار گرفتم: میں بغل گیر ہوا۔ [4] بسے شکر گفتم: اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ برخفت عقلم: بے وقوفی پر۔

[5] تعرض: طعنہ زنی۔ [6] خرقۂ مشائخ: یعنی وہ دستار جو بزرگوں سے منتقل ہوتی آئی ہے۔ قاعدہ ہے کہ پیر جب مرید کو خلیفہ بناتا ہے تو اس کو اپنا خرقہ و دستار تبرکاً دیدیتا ہے۔ دِرم: چاندی کا وہ سکہ جو عرب میں رائج ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے۔ قُراضہ: چاندی سونے کا کترا ہوا ریزہ۔ مُراد پیسہ کوڑی۔ دُف: گویوں کا قاعدہ ہے، کہ ان کو محفل میں جو کچھ ملتا ہے وہ ڈھولک میں ڈالتے رہتے ہیں۔

[7] دور ازیں خجستہ سرائے: خدا کرے وہ گویا اس مبارک مکان سے دور رہے۔ کس دوبارش: یعنی جو شخص ایک بار گانا سُن لیتا ہے کبھی دوبارہ بُلانا پسند نہیں کرتا۔ [8] موی بربدن برخاست: ہیبت ناک آواز سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ [9] مرغ ایوان: وہ پرندے جو اکثر قلعہ کے دروازوں اور فصیل میں گھونسلے بنالیتے ہیں۔ یا پرندوں کی وہ تصویریں جو قلعہ میں منقش ہوتی ہیں۔

گفتم: زبانِ تعرّض مصلحت آنست کہ کوتاہ کنی بحکمِ آں کہ مرا کرامت[1] ایں شخص ظاہر شد، گفت: مرا بر کیفیّتِ آں واقف گردان تا ہمچنیں تقرّب نمایم و بر مُطایبت کہ کردم استغفار کنم۔
گفتم: بعلّتِ آں کہ شیخ اجلّم بارہا بترکِ سماع فرمودہ است و مواعظِ بلیغ گفتہ، و در سمعِ قبولِ من نیامدہ تا امشب کہ مرا طالعِ میمون[2] و بختِ ہمایوں بدیں بُقعہ رہبری کرد، و بدستِ ایں توبہ کردم کہ بقیّتِ زندگانی گردِ سماع و مخالطت نگردم۔

قطعہ

آوازِ خوش از کام و دہان و لبِ شیریں گر نغمہ کند ور نکند دل بفریبد
ور پردۂ عُشاق و نہاوند و حجاز ست از حنجرۂ مطربِ مکروہ نزیبد

حکایت[3] نمبر (۲۰): لقمان را گفتند کہ اَدَب از کہ آموختی؟ گفت: از بے اَدَباں، ہر چہ از ایشاں در نظرم ناپسند آمد از فعلِ آں پرہیز کردم۔

قطعہ

نگویند از سرِ بازیچہ حرفے کزاں پندے نگیرد صاحب ہوش
وگر صد بابِ حکمت پیشِ ناداں بخوانند آیدش بازیچہ در گوش

---

[1] کرامت: کسی بزرگ کا وہ کارنامہ جس کو دوسرے نہ کر سکیں۔ تقرّب: نزدیکی۔ مُطایبہ: مذاق۔ دل لگی۔
[2] طالعِ میمون: نیک نصیبہ۔ بختِ ہمایوں: بابرکت مقدر۔ سماع: یعنی گانا سننا۔ مخالطت: گُھل مِلنا۔
کام: حلق۔ نغمہ: گانا۔ عُشاق: موسیقی کے بارہ پردوں میں سے ایک پردہ کا نام ہے۔ جو تیسرے پہر چھیڑا جاتا ہے۔
نہاوند: وہ پردہ جس کو آدھی رات میں چھیڑا جاتا ہے۔ حجاز: وہ پردہ جس کو دوپہر میں چھیڑا جاتا ہے۔ حنجرہ: گلا۔
[3] حکایت نمبر (۲۰): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کا فرض ہے کہ نادانوں کے انجامِ بد سے عبرت حاصل کریں۔
کہ: کدام۔ ہر چہ از ایشان: یعنی ان کا جو کام مجھے بُرا معلوم ہوا۔ اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ نگویند: یعنی مردان۔
از سر: بطور۔ بازیچہ: مرکب ہے "بازی" بمعنی کھیل کود۔ و "چہ" علامت نسبتی ہے۔ صاحبِ ہوش: عقلمند یعنی عقلمند ہر اس بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتا ہے جو بطورِ مذاق و دل لگی کے کہی جائے۔ حکمت: دانائی۔

حکایت[1] نمبر (۲۱): عابدے را حکایت کنند کہ بشب دہ من بخوردے و تا سحر ختمے بکردے۔ صاحبدلے بشنید و گفت: اگر نیمۂ نان بخوردے و بخفتے بسیار ازیں فاضل تر بودے۔

قطعہ

اندروں از طعام خالی دار تا درو نورِ معرفت[2] بینی
تہی از حکمتی بعلّتِ آں کہ پُری از طعام تا بینی

حکایت[3] نمبر (۲۲): بخشایشِ الٰہی گم شدہ را در مناہی چراغِ توفیق فرا راہ داشت تا بحلقۂ اہلِ تحقیق در آمد، بیُمنِ درویشاں و صدقِ نَفَسِ ایشاں ذمائمِ اخلاقِ او بحمائد مُبدّل گشت، دست از ہَوا و ہَوَس کوتاہ کرد، و زبانِ طاعناں در حقِ وے ہمچناں دراز کہ بر قاعدۂ اوّل ست، و زُہد و صلاحش بے مُعوّل۔

فرد

بعذر و توبہ تواں رستن از عذابِ خدائے ولیک مے نتواں از زبانِ مردم رُست[4]

طاقتِ جورِ زبانہا نیاورد و شکایت پیشِ پیرِ طریقت برد، و گفت: از زبانِ مردم برنجم۔

---

[1] حکایت نمبر (۲۱): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ کم کھانا درویشوں کا فرض ہے۔ ختمے بکردے: یعنی پورے قرآن کی تلاوت کر لینا۔ من: بہتر (۸۰) تولہ کا ہوتا ہے۔ [2] نورِ معرفت: خدا کی معرفت کا نور۔ تہی: خالی۔ بینی: ناک یعنی چونکہ تو ناک تک پیٹ بھر لیتا ہے اس لیے دانائی سے تو خالی ہے۔
[3] حکایت نمبر (۲۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دنیاداروں کے لعن طعن پر درویشوں کو رنجیدہ خاطر نہ ہونا چاہیے۔
بخشایش: مغفرت۔ مناہی: وہ باتیں جو حرام ہیں۔ چراغِ توفیق: شمع ہدایت۔ فرا: آگے۔ داشت: نہاد یعنی اللہ کی مہربانی نے ایک گنہگار کے سامنے ہدایت کے راستہ کو روشن فرما دیا۔ حلقہ: جماعت۔ اہلِ تحقیق: درویش۔
یُمن: قدم۔ یعنی ان کے دم قدم کی برکت سے۔ ذمائم: ذمیمہ کی جمع، برائی۔ حمائد: حمیدہ کی جمع، تعریف کے قابل بات۔
طاعنان: طاعن کی جمع، طعنہ زن۔ بے مُعوّل: نا قابلِ اعتماد۔
[4] رُست: اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن "توان" اور "تواند" اور "توانست" کے بعد ماضی مصدر کے معنی دیتی ہے۔
جور: ظلم۔ طریقت: تصوّف۔

جوابش داد کہ شکرِ ایں نعمت چگونہ گذاری[1] کہ بہتر ازانی کہ می پندارندت۔

قطعہ

چند گوئی کہ بد اندیش و حسود[2] عیب گویانِ من مسکینند
گہ[3] بخوں ریختنم بر خیزند گہ بہ بد خواستنم بنشینند
نیک باشی و بدت گوید خلق بہ کہ بدباشی و نیکت بینند

لیک مرا کہ حُسنِ ظنِّ خلائق درحقّ من بکمال ست[4] ومن درعینِ نقصان رَوا باشد اندیشہ کردن و تیمار خوردن۔

شعر

اِنِّیْ لَمُسْتَتِرٌ[5] مِنْ عَیْنِ جِیْرَانِیْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارِیْ وَ اِعْلَانِیْ

قطعہ

دَر بستہ بروئے خود زمردم تا عیب نہ گسترند[6] مارا
در بستہ چہ سود عالم الغیب دانائے نہان و آشکارا

حکایت[7] نمبر (۲۳): پیشِ یکے از مشائخِ کِبار گِلہ کردم کہ فلاں درحقِ من بفَساد گواہی[8] دادہ

---

[1] گزاری: ادا کنی۔ [2] حسود: حاسد۔ [3] گہہ: گاہ، کبھی۔
[4] بکمال است: یعنی انہیں میرے کامل بزرگ ہونے کا خیال ہے۔ اندیشہ: فکر۔ تیمار: غم۔
[5] اِنِّیْ لَمُسْتَتِرٌ الخ: یعنی میں اپنے پڑوسیوں کی نگاہ سے چھپا ہوا ہوں اور خدا میرے باطن اور میرے ظاہر کو جانتا ہے۔
[6] تا عیب نہ گسترند: یعنی میرا راز فاش نہ کردیں۔
[7] حکایت نمبر (۲۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو دوسروں کے اعتراضوں سے اپنی اصلاح حال کر لینی چاہیے اور اعتراض کرنے والوں سے امادہ پیکار نہ ہونا چاہیے۔ مشائخ: شیخ کی جمع۔ کِبار: بڑے۔
[8] بفساد گواہی دادہ است: مجھے مفسد کہا ہے۔

است، گفت: بصلاحش خجل کن[1]۔

رباعی

تو نیکو رَوِش باش تا بدسگال[2] بنقصِ تو گفتن نیابد مجال[3]
چو آہنگِ[4] بربط بود مستقیم کے از دستِ مُطرب[5] خورد گوشمال

حکایت[6] نمبر (۲۴): یکے را از مشائخ پرسیدند کہ حقیقت تصوّف چیست؟ گفت: از یں پیش طائفہ بودند در جہاں بصورت پراگندہ و بمعنیٰ جمع، واکنوں خلقے اندر بظاہر جمع و بدل پراگندہ۔

قطعہ

چو ہر ساعت[7] از تو بجائے رود دل بہ تنہائی اندر صفائے نہ بینی
ورت مال وجاہ است وزرع وتجارت چو دل باخدا یست خلوت نشینی

حکایت[8] نمبر (۲۵): یاد دارم کہ شبے در کاروانے[9] ہمہ شب رفتہ بودم، وسحر بر کنارِ بیشہ[10] خفتہ، شوریدۂ کہ دراں سفرِ ہمراہِ ما بود سحر گاہاں[11] نعرہ بزد وراہِ بیاباں گرفت ویک نَفَس آرام نیافت۔ چوں روز شد گفتمش: آں چہ حالت بود؟ گفت: بُلبلاں را دیدم کہ بنالش در آمدہ

---

[1] بصلاحش خجل کن: اس کو اپنی نیکی کے ذریعہ شرمندہ کردے۔ یعنی اپنے آپ کو نیک بنالے وہ اپنی غلط گوئی پر خود شرمندہ ہوجائے گا۔ [2] بدسگال: برائی سوچنے والا۔ نقص: عیب۔
[3] مجال: گنجائش۔ [4] آہنگ: آواز۔ بربط: سارنگی۔ [5] مُطرب: گویا۔ گوشمال: کان اینٹھنا۔
[6] حکایت نمبر (۲۴): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشی محض ترکِ دنیا کا نام نہیں ہے، بلکہ باطن کو مکمل درویشوں کی صفات کے ساتھ آراستہ کرنا چاہیے۔ مشائخ: شیخ کی جمع، بزرگ، پیر۔ تصوّف: لغوی معنی اون کے کپڑے پہننا۔ اصطلاحی معنی دل کو غیر اللہ سے پاک رکھنا۔ طائفہ: گروہ۔ بصورتِ پراگندہ: یعنی بظاہر پریشان چوں کہ گذر بسر کے اسباب ظاہری ان کے پاس نہ ہوتے تھے۔
[7] چو ہر ساعت: یعنی جب تیرا دل بھٹکتا پھرتا ہے تو خلوت نشینی میں بھی دل مصفا نہ ہوگا۔
ورت: اگر ترا۔ زرع: کھیتی۔ دل باخدایست: خدا سے لو لگی ہوئی ہے۔
[8] حکایت نمبر (۲۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو ذکرِ خداوندی کے ذریعہ دل میں نرمی پید کرنی چاہیے، تاکہ تھوڑی تحریک سے لذتِ شوق خداوندی پیدا ہوسکے۔ [9] کارواں: قافلہ۔ سحر: صبح۔ [10] بیشہ: بن۔
شوریدہ: عاشق مزاج۔ [11] سحر گاہان: صبح کے وقت۔ نالش: گریہ۔

بودند از درخت، و کبکاں[1] از کوہ و غوکاں[2] از آب و بہائم از بیشہ، اندیشہ کردم کہ مروّت[3] نباشد، ہمہ در تسبیح و من در غفلت خفتہ کجا روا باشد۔

قطعہ

دوش[4] مرغے بصبح مینالید | عقل و صبرم ببرد و طاقت و ہوش
یکے از دوستانِ مخلص را | مگر آوازِ من رسید بگوش
گفت باور نداشتم کہ ترا | بانگِ[5] مرغے چنیں کند مدہوش
گفتم ایں شرطِ آدمیت نیست | مرغ تسبیح خوان و من خاموش

حکایت[6] نمبر (۲۶): وقتے در سفرِ حجاز طائفہٗ جوانانِ صاحب دل ہمراہِ ما بودند ہمدم و ہمقدم وقتہا زمزمہ بکردندے و بیتے محققانہ برگفتندے و عارفے در سبیل منکرِ حالِ درویشاں بود و بے خبر از دردِ ایشاں تا برسیدیم بنخیل بنی ہلال کودکِ سیاہ از حیِّ عرب بدر آمد و آوازے برآورد کہ مرغ از ہَوا در آورد، شتر عابد را دیدم کہ برقص اندر آمد و عابد را بینداخت و راہِ بیاباں گرفت و برفت، گفتم: اے شیخ! در حیوانے اثر کرد و ترا ہمچناں تفاوت نمی کند۔

قطعہ

دانی چہ گفت مرا آں بلبل سحری | تو خود چہ آدمئی[7] کز عشق بے خبری
اُشتر بشعرِ عرب در حالتست و طَرب | گر ذوق نیست ترا کژطبع جانوری

[1] کبک: چکور۔ [2] غوکان: مینڈکیں۔ بہایم: چوپائے۔ [3] مروت: آدمیت۔

[4] دوش: یعنی آخری رات۔ طاقت وہوش: اے ببرد۔ مگر: شاید۔ [5] بانگ: آواز۔ تسبیح: سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنا۔

[6] حکایت نمبر (۲۶): اس حکایت کا مقصود بھی وہی ہے جو حکایت نمبر ۲۵ کا ہے۔

زمزمہ: گنگنانا۔ عارف: یعنی شریعت کو جاننے والا اور طریقت سے بے خبر۔ بہ نخیل بنی ہلال: مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

کودک: نابالغ بچہ۔ سیاہ: عموماً کالوں کی آواز اچھی ہوتی ہے۔ حیّ: قبیلہ۔ رقص: ناچ۔ تفاوت: تغیر۔

[7] چہ آدمئی: یعنی تو بھی کیا آدمی ہے۔ حالت: حال: کھیلنا۔ طرب: مستی۔ ذوق: یعنی گانے کا چسکہ۔

کژطبع: کج طبیعت، نادان۔

شعر

وَ عِنْدَ[1] هُبُوْبِ النَّاشِرَاتِ عَلَى الْحِمىٰ
تَمِيْلُ غُصُوْنُ الْبَانِ لَا الْحَجَرُ الصَّلْدُ

مثنوی

بذکرش ہر چہ بینی در خروش ست | ولے داند دریں معنیٰ کہ گوشت ست
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست | کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

حکایت[2] نمبر (۲۷): یکے را از ملوک مدّتِ عمر سپری شد و قائم مقامے نداشت وصیّت کرد کہ بامداداں نخستیں کسے کہ از شہر درآید تاجِ شاہی بر سرِ وے نہید و تفویضِ مملکت بوَے کنید، اتفاقاً اوّل کسے کہ در آمد گدائے بود، ہمہ عمر اولقمہ اندوختہ و رقعہ بر رقعہ دوختہ، ارکانِ دولت و اعیانِ حضرت وصیّت مَلِک بجا آوردند و تسلیم مفاتیح قلاع و خزائن بدو کردند، و مدّتے مُلک راند، تا بعضے امرائے دولت گردن از اطاعتِ او بہ پیچیدند و ملوک از ہر طرف بمنازعت برخاستند و بمقاومت لشکر آراستند۔ فی الجملہ سپاہ و رعیّت بہم برآمدند،

[1] وَعِنْدَ الخ: سبزہ زار میں تیز ہواؤں کے چلنے کے وقت بان کی شاخیں جھومتی ہیں، نہ کہ سخت پتھر۔

بذکرش: یعنی خدا کی یاد میں۔ ولے: لیکن۔ نہ بلبل: یعنی نہ صرف بلبل۔

[2] حکایت نمبر (۲۷): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ فقیر کو دنیاوی دولت کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے دنیا سے کبھی سیری نہیں ہوتی اور نہ مال و دولت سے حقیقی سکون میسّر آتا ہے۔ سپری شد: ختم شد۔ وصیّت: موت کے وقت کی باتیں۔

بامدادان: صبح کا وقت۔ نخستیں: ابتداء۔ تفویض: سپرد کرنا۔ مملکت: حکومت۔ لقمہ اندوختہ: یعنی ایک ایک لقمہ بھیک مانگ کر جمع کرتا تھا۔ رقعہ: پیوند۔ اعیان: بڑے لوگ۔ حضرت: دربار۔ مفاتیح: مفتاح کی جمع، چابی۔

قلاع: قلعہ کی جمع۔ خزائن: خزینہ کی جمع، خزانہ۔ بدو (باو): قاعدہ ہے کہ جب "با، این، آن، او" پر داخل کرتے ہیں تو الف کو دال سے بدل دیتے ہیں۔ منازعت: لڑائی جھگڑا۔ مقاومت: مقابلہ۔ بہم برآمدند: ناراض ہو گئے۔

وبرخے [1] طرفِ بلاد از قبضۂ تصرّفِ او بدر رفت، درویش ازیں واقعہ خستہ خاطر می بود تا یکے از دوستانِ قدیمش کہ در حالتِ درویشی قرینِ [2] او بود، از سفر باز آمد، و در چناں مرتبہ دیدش گفت: منت خدائے را عزوجل کہ بختِ بلندت یاوری کرد، و اقبال و دولت رہبری تا گلت از خار [3] و خارت از پا بر آمد، (اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) [4]۔

شعر

شگوفہ [5] گاہ شگفتہ ست و گاہ خوشیدہ　　درخت وقت برہنہ ست و وقت پوشیدہ

گفت: اے عزیز! تعزیتم گوی کہ جائے تہنیت نیست، آنگہ کہ تو دیدی غمِ نانے داشتم وامروز غمِ جہانے۔

مثنوی

اگر دنیا نباشد دردمندیم　　وگر باشد بمہرش [6] پائے بندیم
بلائے زیں جہاں آشوب ترنیست　　کہ رنجِ خاطر ست ار ہست [7] ور نیست

قطعہ

مَطلَب [8] گر توانگری خواہی　　جز قناعت کہ دولت است ہنی [9]
گر غنی زر بدامن افشاند　　تا نظر در ثواب او نہ کنی
کز بزرگاں شنیدہ ام بسیار　　صبرِ درویش بہ کہ بذلِ غنی [10]

---

۱ برخ: کچھ۔ بلاد: بلد کی جمع، شہر۔ ۲ قرین: ساتھی۔ یاوری: مدد۔
۳ گلت از خار...... برآمد: تیرا پھول کانٹے سے نکل گیا یعنی تو مصیبت سے چھوٹ گیا۔
۴ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا: بیشک ہر مصیبت کے ساتھ راحت ہے۔ (انشراح:۶)
۵ شگوفہ: کلی۔ خوشیدہ: خشک۔ تعزیت: پرسا دینا۔ تہنیت: مبارکبادی۔
۶ مہر: محبت۔ جہاں آشوب: دنیا کو پریشان کرنے والا۔ ۷ ار: اگر ۸ مطلب: نہ چاہ۔ قناعت: تھوڑے پر صبر کرنا۔
۹ ہنی: خوشگوار۔ غنی: مالدار۔ تا: ہرگز۔ کہ: بمعنی از۔ ۱۰ بذل غنی: مالدار کا خرچ کرنا۔

فرد

اگر بریاں کند بہرام [1] گورے　　نہ چوں پائے ملخ باشد زمورے

حکایت [2] نمبر (۲۸): ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر روز بخدمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدے، گفت: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! زُرْنِي غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ یعنی ہر روز میا تا محبت زیادہ شود۔ صاحبدلے را گفتند: بدیں خوبی کہ آفتاب ست نشنیدہ ایم کہ کسے اورا دوست گرفتہ است و عشق آوردہ، گفت: از برائے آنکہ ہر روز می توانش دید مگر در زمستاں کہ محجوب ست و محبوب۔

شعر

بدیدارِ مردم شدن عیب نیست　　ولیکن نہ چنداں کہ گویند بس

---

۱ بہرام: عراق کا مشہور بادشاہ جس کو گورخر کے شکار کا بہت شوق تھا۔ گور: گورخر۔ ملخ: ٹڈی۔ مور: چیونٹی۔
۲ حکایت نمبر (۲۸): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کو کثرتِ ملاقات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی، آپ کا نام عبدالرحمان ہے، چوں کہ ہریرہ بلی کے بچے کو کہتے ہیں اور ان کو بلی کا بچہ پالنے کا شوق تھا، اس لیے یہ لقب پڑ گیا تھا۔ زُرْنِي غِبًّا الخ: کبھی کبھی ملا کرو محبت بڑھے گی۔ محجوب: پردہ پوش۔

اگر خویشتن را ملامت کنی ملامت نباید شنیدن زکس

حکایت نمبر[۱] ۲۹: یکے از بزرگان بادے مخالف در شکم پیچیدن گرفت وطاقت ضبطِ آں نداشت، پس بے اختیار از وے صادر شد، گفت: اے درویشاں! مرا در پنچہ کردم اختیارے نبود وَ بَزَہ بر من نہ نوشتند، وراحتے بدرونِ من رسید، شما نیز بکرم معذور دارید۔

شعر

شکم زندانِ بادست اے خرد مند! ندارد ہیچ عاقل باد در بند
چو باد اندر شکم پیچد فروہل[۲] کہ باد اندر شکم باریست بردل

شعر

حریفِ گراں جانِ ناسازگار چو خواہد شدن دست پیشش مدار

حکایت[۳] نمبر (۳۰): از صحبتِ یارانِ دمشقم ملالتے پدید آمدہ بود، سر در بیابانِ قُدس نہادم وباحیوانات اُنس گرفتم، تاوقتے کہ اسیرِ قیدِ فرنگ شدم ودر خندقِ طرابُلس باجھودانم بکارِ گِل[۴]

[۱] حکایت نمبر (۲۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو کسی دوسرے کی ایسی حرکت پر مذاق نہ اڑانا چاہیے جو خود ان سے سرزد ہونی ضروری ہے اور اضطراری حرکت معافی کے قابل ہوتی ہے۔

بادمخالف: گوز۔ صادر شد: خارج ہوگیا۔ بَزَہ: اوّل اور دوم کا زبر، گناہ۔ نہ نوشتند: فرشتوں نے نہیں لکھا۔

[۲] فروہل: چھوڑ دے۔ حریف: مدمقابل۔ گراں جاں: جس کا طبیعت پر بوجھ ہو۔ ناسازگار: ناموافق۔

دست پیشش مدار: یعنی اس کو نہ روک۔

[۳] حکایت نمبر (۳۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویش کو خانگی رنجشوں پر صبر سے کام لینا چاہیے۔

دِمشق: مُلکِ شام کا مشہور شہر۔ ملال: رنج۔ قُدس: بیت المقدس کے اطراف۔ فرنگ: غالباً فرانس سے بنا ہے، تمام یورپ کے عیسائیوں پر فرنگی کا اطلاق ہوتا ہے۔ طرابلس: یہاں مراد شام کا مشہور شہر ہے۔ جھودان: یعنی عیسائی کفار۔

[۴] کارِ گل: مٹی اٹھانے کا کام۔

داشتند، یکے از رؤسائے حَلَب[۱] کہ سابقہ معرفتے در میان مابود، گذر کرد وبشناخت، گفت: ایں چہ حالتست کہ موجبِ ملالت[۲] ست، گفتم: چگویم۔

قطعه

ہمی گریختم از مردماں بکوہ[۳] وبدشت کہ از خدائے نبودم بدیگرے پرداخت
قیاس کن کہ چہ حالم بود دریں ساعت کہ در طویلہ[۴] نامردم بباید ساخت

فرد

پائے در زنجیر پیشِ دوستاں بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

برحالتِ من رحمت آورد وبدہ دینار از قیدِ فرنگم باز خرید وباخویشتن بہ حَلَب بُرد، دُخترے داشت، بنکاحِ من درآورد بکابینِ صد دینار، چوں مدّتے برآمد بدخوئی[۵] وستیزہ روئی آغاز کرد، وزباں درازی کردن گرفت وعیشِ مرا مُنَغّص میکرد۔

شعر

زن بد در سَرائے مردِ نکو ہمدریں عالم ست دوزخِ او
زینہار از قرینِ بد زنہار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

بارے[۶] زبانِ تعَنُّت دراز کردہ، ہمی گفت: تو آں نیستی کہ پدرم تراازقیدِ فرنگ بَدَہ دینار باز خرید۔ گفتم: بلے من آنم کہ بہ دَہ دینار از قیدِ فرنگم باز خرید وبصد دینار بدستِ تو گرفتار کرد۔[۷]

[۱] حلب: شام کا مشہور شہر جس کے آئینے مشہور تھے۔ [۲] ملالت: تکلیف۔

[۳] کوہ: پہاڑ۔ دشت: جنگل۔ پرداخت: مشغولی۔ [۴] طویلہ: اصطبل۔ بباید ساخت: موافقت کرنی پڑے۔

[۵] بدخوئی۔: کج خلقی۔ ستیزہ روئی: جنگجوئی۔ مُنَغّص: مکدر۔ سرائے مردنکو: نیک آدمی کا گھر۔ زینہار وزنہار: پناہ، الحذر۔ وَقِنَا الخ: خدا ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ [۶] بارے: ایک مرتبہ۔ تعَنُّت: سرکشی۔

[۷] بدست تو گرفتار کرد: یعنی مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ تیرا مہر سو دینار ادا کر کے طلاق دے سکوں۔

اشعار

شنیدم گوسپندے را بزرگے ۔۔۔ رہانید از دہان ودستِ گرگے[۱]
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید[۲] ۔۔۔ رَوانِ گوسفند از وے بنالید
کہ از چُنگالِ[۳] گرگم در ربودی ۔۔۔ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی[۴]

حکایت[۵] نمبر(۳۱): یکے از پادشاہان عابدے[۶] را پرسید کہ عیال داشت اوقاتِ عزیزت چوں میگزرد؟ گفت: ہمہ شب در مناجات[۷] وسحر در دعائے حاجات و ہمہ روز در بندِ اخراجات۔ مَلِک را مضمونِ اشارتِ عابد معلوم گشت، فرمود: تا وَجہِ کَفافِ او معیّن دارند تا بارِ عیال از دلِ او برخیزد۔

مثنوی

اے گرفتارِ پائے بندِ عیال ۔۔۔ دگر[۸] آزادگی مبند خیال
غمِ فرزند و نان و جامہؑ و قُوت ۔۔۔ بازت آرد زسَیر در ملکُوت
ہمہ روز اتفاق می[۹] سَازم ۔۔۔ کہ بشب با خدائی پردازم
شب چو عَقدِ نماز بر[۱۰] بندم ۔۔۔ چہ خورد بامداد فرزندم

---

۱ گُرگ: بھیڑیا۔ ۲ کارد بر حلقش بمالید: اس کے گلے پر چھری چلادی۔ رَوان: بالفتح جان۔ گوسفند: بکری۔
۳ چُنگال: پنجہ۔ ۴ عاقبت خود گرگ بودی: انجام کار تو خود بھیڑیا ثابت ہوا۔
۵ حکایت نمبر(۳۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فقرا کو حتی الامکان خانہ داری سے بچنا چاہیے، اس سے معنوی کمال میں فرق پڑتا ہے۔
۶ عابد: عبادت گذار۔ عیال: وہ لوگ جن کے اخراجات برداشت کرنے پڑیں۔
۷ مناجات: سرگوشی۔ بند اخراجات: اخراجات کا فکر۔ مضمون اشارت: اشارہ کا مطلب۔ کفاف: وہ مال جو ضروریات کے لیے کافی ہے۔
۸ دگر: پھر۔ ملکوت: یعنی عالم بالا۔ ۹ اتفاق می سازم: پختہ ارادہ کرتا ہوں۔ ۱۰ شب چو عقد نماز بر بندم: رات کو جب نماز کی نیت باندھتا ہوں۔ اس کی جزا محذوف ہے، یعنی ایں خطرہ بخاطر میگذرد۔ مصرع ثانی اس جزا کا بیان ہے۔

حکایت[۱] نمبر(۳۲): یکے از متعبدّاں در بیشہ زندگانی کردے و برگِ درختاں خوردے پادشاہے بحکمِ زیارت نزدیکِ وے رفت گفت: اگر مصلحت بینی بشہر از برائے تو مقامے بسازم کہ فراغ عبادت ازیں بہ دست دہد، و دیگراں ہم ببرکاتِ انفاسِ شما مُستفید گردند، بمصالحِ اَعمالِ شما اقتدا کنند۔ زاہد را ایں سخن قبول نیامد روئے برتافت، یکے وزیراں گفتش، پاسِ خاطرِ مَلِک را رَوا باشد کہ دو سہ روزے بشہر آئی و کیفیتِ معلوم کنی، پس اگر صفائی وقتِ عزیزاں را از صحبتِ اغیار کدورتے باشد اختیار باقیست۔ آوردہ اند کہ عابد بشہر در آمد و بستانِ سرائے خاصِ مَلِک بدو پرداختند، مقالے دلکشائے رَوان آسائے چوں بہشت۔

مثنوی

گلِ[۲] سُرخش چو عارضِ خوباں ۔۔۔ سنبلش ہمچو زُلفِ محبوباں
ہمچناں از نہیبِ بردِ عجوز ۔۔۔ شیر ناخوردہ طفلِ دایہ ہنوز

شعر

وَأَفَانِيْنُ[۳] عَلَيْهَا جُلْنَارٌ ۔۔۔ عُلِّقَتْ بِالشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارٌ

---

۱ حکایت نمبر(۳۲): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کو زر اور زر پرستوں سے احتراز چاہیے، ورنہ دنیا اور آخرت کی رسوائی اٹھانی پڑتی ہے۔ متعبد: بتکلف عبادت گزار۔ بیشہ: بن۔ بحکم زیارت: بنا بر ملاقات۔ فراغ: یکسوئی۔
انفاس: سانس۔ اقتدا: پیروی۔ وقت عزیزان: آنجناب کا وقت۔ اغیار: غیر لوگ۔
بستان سرائے: وہ محل جو باغ میں ہو۔ رَواں آسائے: روح کے لیے باعث سکون۔
۲ گلِ سرخ: گلاب کا پھول۔ عارض: رخسار۔ خوباں: حسین۔ سنبل: بالچھڑ۔ نہیب: لوٹ مار۔ برد: ٹھنڈک۔
عجوز: جاڑے کے چلے میں ایک ہفتہ جو سخت جاڑے کا آتا ہے اس کو ایام عجوز کہا جاتا ہے۔
ہم چناں الخ: یعنی اس باغیچہ کا گلاب و سنبل باوجود ایام عجوزی کی سردی کے (جو کہ خزاں کا موسم ہے) ایسا ہی تھا (جیسا کہ موسم بہار میں) ان کی نزاکت اس نرم و نازک بچہ کی طرح تھی جس نے ابھی دایہ کا دودھ بھی نہ پیا ہو۔
۳ وَأَفَانِيْنَ الخ: درختوں کی وہ شاخیں جن پر گل انار لگا ہوا ہے (ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ) سبز درخت پر آگ لٹکا دی گئی ہو۔ گل انار کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مَلِکْ درحال کنیزکِ ماہرو[1] پیشِ او فرستاد کہ وصفش اینست :

شعر

ازیں مہ پارۂ[2] عابد فریبے ملائک صورتے طاؤس زیبے
کہ بعد از دیدنش صورت نہ بندد وجودِ پارسیاں را شکیبے

ہمچناں در عقبش غلامے بدیع الجمال[3] لطیف الاعتدال[4]۔

قطعہ

هَلَکَ[5] النَّاسُ حَوْلَهٗ عَطَشًا وَهُوَ سَاقٍ يَرٰى وَلَا يَسْقِيْ
دیدہ از دیدنش نگشتے سیر ہمچناں کز فُرات مُستسقی[6]

عابد از طعامہائے لذیذ خوردن گرفت و کسوتہائے لطیف پوشیدہ و از فواکہ و مَشْمُوم[7] و حلاوات تمتع یافتن، و در جمالِ غلام و کنیزک نظر کردن، کہ خردمنداں گفتہ اند: زُلفِ خوباں زنجیرِ پائے عقل ست و دامِ[8] مرغِ زِیرک۔

بیت

درسرِ کارِ[9] تو کردم دل و دیں باہمہ دانش مرغِ زیرک بحقیقت منم اِمروز تو دامے

---

[1] ماہر: چاند جیسے مکھڑے والی۔ [2] ازیں مہ پارہ الخ: اس چاند کے ٹکڑے سے زاہد بھی فریب میں مبتلا ہو جائے۔ فرشتہ صورت، مور جیسی زینت والی۔ اس کے دیکھنے کے بعد متقیوں سے بھی صبر کی کوئی صورت نہیں بن پڑتی۔ [3] بدیع الجمال: نادر حسن والا۔ [4] لطیف الاعتدال: مناسب اعضاء والا۔

[5] هَلَکَ النَّاسُ الخ: دنیا اس کے اردگرد پیاسی مر رہی ہے، وہ ایسا ساقی ہے جو دیکھ رہا ہے اور کسی کو نہیں پلاتا۔ فرات: کوفہ کی مشہور نہر۔ [6] مُستسقی: وہ شخص جس کو استسقا کی بیماری ہو۔ جو پانی پینے سے کبھی سیراب نہیں ہوتا۔ کسوت: لباس۔ لطیف: پاکیزہ۔ فواکہ: فاکہہ کی جمع، پھل۔ [7] مَشْمُوم: خوشبو۔ حلاوات: حلوے۔

[8] دام: جال۔ مرغِ زیرک: چالاک پرند۔

[9] سرکار: خواہش۔ دانش: سمجھ۔

فی الجملہ دولتِ وقتِ مجموعش[1] بزوال آمد، چناں کہ گفتہ اند:

قطعہ

ہر کہ ہست از فقیہ و پیر و مرید وز زباں آورانِ[2] پاک نَفَس
چوں بہ دنیائے دُوں[3] فرود آمد بعَسل در بماند ہچو مگس

بارِ دیگر مَلِک بدیدن او رغبت کرد، عابد را دید از ہیأتِ نخُستین[4] بگردیدہ و سرخ و سفید برآمدہ و فربہ شدہ، و بر بالش[5] دیبا تکیہ زدہ و غلام پری پیکر بمروحۂ طاؤسی بر بالائے سرایستادہ، بر سلامت حالش شادمانی کرد و از ہر درے سخن گفتند تا مَلِک بانجامِ سخن گفت: چناں کہ مَن ایں ہر دو طائفہ را دوست میدارم کس ندارد: یکے علماء و دیگر زُہّاد۔ وزیرِ فیلسوف[6] جہاں دیدہ حاذق کہ باُو بود، گفت: اے خداوندِ روئے زمیں! شرطِ دوستی آنست کہ با ہر دو طائفہ نکوئی کنی عُلَماء را زَر بدِہ تا دیگر بخوانند، و زاہداں را چیزے مَدِہ تا زاہد بمانند

قطعہ

خاتونِ خوبصورت و پاکیزہ روئی را نقش و نگار و خاتمِ فیروزہ گو مباش[7]
درویشِ نیک سیرت و فرخندہ[8] روئی را نانِ رباط و لقمۂ دریوزہ[9] گو مباش

فرد

تا مرا ہست[10] دیگرم باید گر نخوانند زاہدم شاید

---

[1] وقت مجموع: حالتِ اطمینانِ قلبی (جو عبادت و ریاضت سے حاصل تھی)

[2] زباں آوراں: اہلِ سخن۔ پاک نَفَس: پاک کلام۔ [3] دوں: کمتر۔ عسل: شہد

[4] ہیأت نخُستین: پہلی حالت۔ [5] بالش: تکیہ۔ تکیہ زدن: ٹیک لگانا۔ پری پیکر: پری جیسے جسم والا۔ مروحہ طاؤسی: مور کے پروں کا بنا ہوا پنکھا۔ زُہّاد: زاہد کی جمع، پاکدامن، [6] فیلسوف: دانا۔ حاذق: ماہر۔ تا دیگر بخوانند: یعنی پڑھنے لکھنے کا کمال حاصل کرلیں۔ [7] گو مباش: کہہ دو کہ نہ ہو۔ یعنی کوئی ضرورت نہیں۔ [8] فرخندہ: مبارک۔ رباط: مسافر خانہ۔ [9] دریوزہ: بھیک۔

[10] تا مرا ہست الخ: یعنی جب تک میرے اندر "اور چاہیے" کا مضمون باقی ہے، تو میں اس قابل ہوں کہ مجھے درویش نہ کہیں۔

فرد

نہ زاہد را دِرم باید نہ دینار — چو بستد[1] زاہدے دیگر بدست آر

قطعہ

آں را کہ سیرتِ خوش و سرّ یست باخدائے — بے نانِ وقف ولقمۂ دریوزہ زاہدست

انگشت خوبروئی و بنا گوشِ دلفریب — بے گوشوار و خاتمِ فیروز شاہدست

حکایت[2] نمبر (۳۳): مطابقِ ایں سخن: ہم چنیں پادشاہے را مہمّے پیش آمد، گفت: اگر انجام ایں حالت بمرادِ من برآید چندیں دِرم دہم زاہداں را۔ چوں حاجتش برآمد وتشویشِ خاطرش برفت، وفائے نذرش بوجودِ شرط لازم آمد، یکے را از بندگانِ خاص کیسۂ دِرم داد تا بزاہداں صرف کند، گویند: غلامے عاقل و ہشیار بود، ہمہ روز بگردید و شبانگہ باز آمد و در مہارابوسہ داد و پیشِ مَلِک نہاد و گفت: زاہداں راچنداں کہ طلب کردم نیافتم۔ گفت: ایں چہ حکایت ست آنچہ من دانم دریں مُلک چہار صد زاہدست۔ گفت اے خداوندِ جہاں! آں کہ زاہدست نمی ستاند وآں کہ می ستاند زاہد نیست۔ مَلِک بخندید وندیماں را گفت: چندانکہ مرادر حقِ درویشاں وخدا پرستاں اِرادت ست و اِقرار ایں شوخ دیدہ راعداوت ست، وانکار وحق بجانبِ اوست۔

---

[1] چوبستد الخ: یعنی اگر کوئی زاہد وصول کرنے لگے تو وہ حقیقتاً زاہد نہیں ہے۔ کسی دوسرے زاہد کی تلاش کرو۔

سرّ یست باخدائے: خدا کے ساتھ راز ونیاز ہے۔ وقف: خیرات۔ دریُوزہ: بھیک۔

[2] حکایت نمبر (۳۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو مال وزر قبول کرنے سے احتراز چاہیے۔

مہم: دشوار کام۔ تشویش: پریشانی۔ نذر: منت۔ کیسہ: تھیلی۔

در مہارابوسہ داد: چونکہ درہموں پر بادشاہ کا نام کندہ تھا اس لیے ان کو چوما۔

ایں چہ حکایت است: یہ کیا قصہ ہے۔ ندیمان: ندیم کی جمع، مصاحب۔ شوخ دیدہ: بے حیا۔

شعر

زاہد کہ درم گرفت و دینار — زاہد[1] تر ازو یکے بدست آر

حکایت[2] نمبر (۳۴): یکے از علمائے راسخ را پرسیدند: چہ گوئی در نانِ وقف؟ گفت: اگر نان از بہرِ جمعیّتِ خاطر می ستاند حلال ست واگر جمع از بہرِ نان می نشیند حرام۔

بیت

نان از برائے کُنجِ عبادت گرفتہ اند — صاحبدلاں نہ کُنجِ عبادت برائے نان

حکایت[3] نمبر (۳۵): درویشے بمقامے درآمد کہ صاحبِ آں بُقعہ کریمُ النَّفس بود، طائفۂ اہلِ فضل در صحبتِ او، ہر یکے بذلہ ولطیفہ ہمی گفتند ودرویش راہِ بیاباں قطع کردہ بود و ماندہ شدہ وچیزے نخوردہ، یکے ازاں میاں بطریقِ ظرافت گفت: ترا ہم چیزے بباید۔ گفت: مرا چوں دیگراں فضل وادبے نیست وچیزے نخواندہ ام، بیک بیت ازمن قناعت کنید، ہمگناں برغبت گفتند: بگو، گفت:

شعر

من گرسنہ[4] در برابرِ سُفرۂ ناں — ہمچو عزبم بر درِ حمامِ زناں

---

[1] زاہدتر ازوالخ: یعنی حقیقی زاہد کو تلاش کرو۔

[2] حکایت نمبر (۳۴): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کا فرض ہے کہ خیرات کا روپیہ پیسہ بقدرِ ضرورت حاصل کریں۔

راسخ: کامل۔ نان وقف: خیراتی روٹی۔ جمعیت خاطر: سکون قلبی۔ کنج: گوشہ۔

[3] حکایت نمبر (۳۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویشوں کو کھانے پینے میں سادگی اختیار کرنی چاہیے۔

صاحب: مالک۔ بُقعہ: سرزمین۔ کریم النفس: شریف۔ بذلہ: عمدہ کلام۔ لطیفہ: پُرلطف بات۔

ظرافت: خوش طبعی۔ چیزے باید گفت: آپ بھی کچھ فرمائیں۔ قناعت: صبر۔

[4] گرسنہ: بھوکا۔ سُفرہ: دسترخوان۔ عزب: بے بیوی۔

یاراں نہایت عجز او بدانستند و سُفرہ پیشِ او آوردند صاحب دعوت گفت: اے یار زمانے! توقف کن[1] کہ پرستارانم کوفتہ بریاں ہمی سازند، درویش سر برآورد و بخندید و گفت:

شعر

کوفتہ بر سُفرہٴ من گو مباش[2] — کوفتہ را نانِ تہی کوفتہ است

حکایت[3] نمبر (۳۶): مریدے گفت پیررا: چہ کنم کز خلائق برنج اندرم از بس کہ بزیارت من ہمی آیند و اوقاتِ مرا از ترّدِدِ ایشاں تشویش می باشد۔ گفت: ہر چہ درویشانند مر ایشاں را دَامے بدہ، و آنچہ توانگرانند از ایشاں چیزے بخواہ کہ یکے گردِ تو نگردد۔

بیت

گر گدا پیشروِ لشکرِ اسلام بود — کافر از بیم توقُّع برود تا دژِ چین

حکایت[4] نمبر (۳۷): فقیہے پدر را گفت: ہیچ از سخنانِ دلاویز رنگین متکلماں در من اثر نمی کند، بحکم آنکہ نمی بینم مر ایشاں را کردارے موافقِ گفتار۔

مثنوی

ترکِ دنیا[5] بمردم آموزند — خویشتن سیم و غلّہ اندوزند

---

۱ توقف کن: ٹھہر جاؤ۔ پرستار: نوکر

گومباش: کہہ دو نہ ہو یعنی کوئی ضرورت نہیں۔ ۲ کوفتہ: تھکا ماندہ۔ نان تہی: خالی روٹی۔

۳ حکایت نمبر (۳۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ سوال کرنا بری بات ہے۔ درویشوں کو اُس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

برنج اندرم: میں تکلیف میں ہوں۔ ازبس: اس لیے۔ ترّدّد: آمد و رفت۔ تشویش: پریشانی۔ دام: قرض۔

نگردد: غریب قرض کے تقاضہ کے خوف سے اور مالدار سوال کے ڈر سے پھر نہ آئے گا۔ دژِ چین: ملک چین کا مشہور قلعہ ہے جس کو مستقر الشیاطین کہتے ہیں۔ اور مشرق میں اس پر دنیا کی آبادی ختم ہو جاتی ہے۔

۴ حکایت نمبر (۳۷): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کو عالموں کی شان میں کسی طرح گستاخی نہ کرنی چاہیے اور ان کی برائیوں سے قطع نظر کر کے ان کی بھلائیوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فقیہ: دین کی سمجھ رکھنے والا۔

متکلماں: واعظین۔ کردار: عمل۔ گفتار: قول۔ ۵ ترکِ دنیا الخ: دوسروں کو دنیا داری چھوڑنے کا وعظ سناتے ہیں۔

عالمے را[1] کہ گفت باشد و بس — ہرچہ گوید نگیرد اندر کس

عالم آں کس بود کہ بد نکند — نہ بگوید بخلق و خود نہ کند

آیت: (اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ)۔[2]

بیت

عالم کہ کامرانی[3] و تن پروری کند — او خویشتن[4] گم ست کرا رہبری کند

پدر گفت: اے پسر! بمجرّدِ ایں خیالِ باطل نشاید روئے از تربیتِ ناصحاں بگردانیدن و علماء را بضلالت منسوب کردن و در طلبِ عالم معصوم از فوائدِ علم محروم ماندن ہمچوں نابینائے کہ شبے در وَحَل[5] افتادہ بود و می گفت: آخر اے مسلماناں! چراغے فرا راہِ من دارید، زنے فارحہ بشنید و گفت: تو کہ چراغ نمی بینی بچراغ چہ بینی۔ ہمچنیں مجلسِ وعظ چوں کلبہٴ بزّاز ست آنجا تا نقدے ندہی بضاعتے نستانی و اینجا تا ارادتے نیاوری سعادتے نبری۔

قطعہ

گفتِ[6] عالم بگوشِ جاں بشنو — ور نماند بہ گفتنش کردار

---

۱ عالمے را: یعنی جو عالم اپنے کہے پر خود عامل نہ ہو۔ گفت: گفتگو۔ نگیرد اندر کس: کسی کے دل میں نہیں بیٹھتی۔

۲ اَتَاْمُرُوْنَ الآیۃ: آیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلائے بیٹھتے ہو۔ (البقرۃ: ۴۴)

۳ کامرانی: مقصد براری۔

۴ او خویشتن گم است: یعنی وہ خود بھٹکا ہوا ہے۔ دوسروں کو کیا راستہ دکھائے گا۔

نشاید: مناسب نہیں۔ ضلالت: گمراہی۔ معصوم: بے گناہ۔

۵ وَحَل: کیچڑ۔ فرا راہِ من: میرے راستے کے آگے۔ فارحہ: خوش طبع۔ کلبہ: کوٹھری، دوکان۔ بزاز: کپڑا فروش۔

بضاعت: سامان۔ ارادت: اچھا اعتقاد۔ سعادت: نیک بختی۔

۶ گفت: گفتگو۔ ورنماند الخ: یعنی اگر چہ اس کا عمل اس کے قول کے مانند ہو۔

باطل ست آنچہ مدّعی[1] گوید — خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

مرد باید کہ گیرد اندر گوش — ور نبشت ست پند بر دیوار

قطعہ

صاحبدلے بمدرسہ[2] آمد زخانقاہ — بشکستہ عہد صحبتِ اہل طریق را

گفتم میانِ عالم و عابد چہ فرق بود — تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را

گفت[3] اوگلیم خویش بدر میبرد زموج — ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

حکایت نمبر[4] (۳۸): یکے برسرِ راہے خفتہ بود و زمامِ اختیار از دست رفتہ، عابدے بروے گذر کرد و دراں حالتِ مستقبح او نظر کرد، جواں از خوابِ مستی سر برآورد و گفت: (وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا)۔[5]

شعر

اِذَا رَأَيْتَ[6] أَثِيْمًا كُنْ سَاتِرًا وَ حَلِيْمًا

يَا مَنْ يُقَبِّحُ أَمْرِيْ لِمَ لَاتَمُرُّ كَرِيْمًا

قطعہ

مَتاب[7] اے پارسا روئی از گنہگار — بجشایندگی دَر وَے نظر کن

---

[1] مدّعی: غلط دعویٰ کرنے والے۔ خفتہ راخفتہ کے کند بیدار: غلط ہے بسا اوقات برا بھلائی کا سبب بن جاتا ہے۔ نبشت: نوشت۔

[2] مدرسہ: جہاں شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خانقاہ: جہاں تصوف کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اہل طریق: صوفیا۔

[3] گفت الخ: یعنی صوفی صرف اپنی کملی کو بچاتا ہے اور عالم ڈوبوں کو پار لگاتا ہے۔ یعنی عابد کی عبادت کا صرف اس کی ذات کو فائدہ ہے اور عالم کے علم سے دوسرے بھی مستفید ہوتے ہیں۔

[4] حکایت نمبر (۳۹): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ گنہگاروں کو دیکھ کر درویش ترس کھائیں۔ ان کی پردہ پوشی کریں اور اپنی نیکی کو فضلِ خداوندی سمجھتے ہوئے اس پر گھمنڈ نہ کریں۔

خفتہ بود: یعنی اونگھ رہا تھا۔ زمام: باگ از دست رفتہ: یعنی بے قابو تھا۔ مستقبح: بری۔ خواب مستی: نشیلی نیند۔

وَاِذَا الآیۃ: جب وہ بیہودگی کے پاس سے گذرتے ہیں تو شریفانہ طور پر گذر جاتے ہیں۔ [5]: الفرقان: ۷۲۔

[6] اِذَا رَأَيْتَ الخ: جب تو کبھی گنہگار کو دیکھے تو پردہ پوش اور بردبار بن جا۔ اے وہ شخص جو میرے کام کو برا سمجھتا ہے تو شریف بن کر کیوں نہیں گذر جاتا۔

[7] متاب: یعنی اے پارسا! گنہگار کو دیکھ کر منہ نہ موڑ۔ بجشایندگی: مہربانی۔

اگر من ناجواں[1] مردم بہ کردار — تو برمن چوں جوانمرداں گذر کن

حکایت[2] نمبر (۳۹): طائفہٴ رِنداں بخلافِ درویشے بدر آمدند وسخنانِ ناسزا گفتند وبزدند و برنجانیدند، شکایت از بیطاقتی پیشِ طریقت برد کہ چنیں حالے رفت، گفت: اے فرزند! خرقہٴ[3] درویشاں جامہٴ رضاست، ہر کہ دریں کسوت تحمل بیمرادی نکند مدّعی ست نہ درویش، وخرقہ بروحرام ست۔

فرد

دریائے فراواں[4] نشود تیرہ بسنگ — عارف کہ برنجد تنک آبست ہنوز

قطعہ

گر گزندت رسد تحمل کن — کہ بعفو از گناہ پاک شوی

اے برادر چو عاقبت خاک ست — خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی

حکایت[5] نمبر (۴۰)۔ منظوم

ایں حکایت شنو کہ در بغداد — رایت و پردہ را خلاف افتاد

---

[1] ناجوان مرد: بے ہمت۔ جوان مرد: بہادر۔

[2] حکایت نمبر (۳۹): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویشوں کو جاہلوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنا چاہیے۔

رِندان: بے شرع لوگ۔ ناسزا: نامناسب۔ [3] خرقہ: کفنی۔ جامہٴ رضا: یعنی اس کو پہن کر راضی رہنا چاہیے۔

کِسوت: لباس۔ تحمل: برداشت۔ بیمرادی: ناکامی۔ مدّعی: یعنی جھوٹا دعویٰ کرنے والا۔

[4] دریائے فراوان: جس میں بہت زیادہ پانی ہو۔ تیرہ: گدلا۔ تنک آبست: تھوڑے پانی میں ہے۔

کہ بعفو الخ: دوسروں کو معاف کرنے سے تیرے گناہ جھڑیں گے۔ خاک شو: یعنی مر کر مٹی میں ملنے سے پہلے ہی مری مٹی کے بن جا۔ [5] حکایت نمبر (۴۰): اس حکایت میں ”رایت“ (جھنڈا) سے مراد وہ سالک ہے جو راہِ سلوک میں محنتِ شاقہ کرنے کے بعد اپنی ریاضت پر فخر کرتا ہے اور محروم رہ جاتا ہے۔ ”پردہ“ سے مراد وہ آدمی ہے جو بدون ریاضت و محنت اپنی فروتنی اور انکساری کی بنا پر تجلّیاتِ خداوندی کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ غرض یہ کہ مقصد یہ ہے کہ تکبر اور غرور بری بلا ہے۔ خلافِ افتاد: اختلاف ہوگیا۔

رایت از گردِ راہ و رنجِ رکاب[1] گفت با پردہ از طریقِ عتاب
من وتو ہر دو خواجہ[2] تاشانیم بندۂ بارگاہِ سلطانیم
من ز خدمت دمے نیا سودم گاہ و بیگاہ در سفر بودم
تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار[3] نہ بیابان و باد و گرد و غبار
قدمِ من بسعی پیشتر ست پس چرا عزتِ تو بیشتر ست
تو بر بندگانِ مہ روئی با کنیزانِ یاسمن بوئی
من فتادہ بدستِ شاگرداں بسفر پائے بند و سرگرداں
گفت من سر بر آستاں[4] دارم نہ چو تو سر بر آسماں دارم
ہر کہ بیہودہ گردن افرازد خویشتن را بگردن اندازد

حکایت[5] نمبر (۴۱): یکے از صاحبدلان زور آزمائے را دید بہم برآمدہ وکف بردَہاں انداختہ، گفت: ایں راچہ حالتست؟ گفتند: فُلاں دُشنام دادش، گفت: ایں فرومایہ ہزار من سنگ برمیدارد وطاقتے سخنے نمی آرد۔

قطعہ

لافِ[6] سرپنجگی و دعوئے مردی بگذار عاجزِ نفسِ فرومایہ چہ مردے چہ زنے
گرت از دست برآید[7] دہنے شیریں کن مَردی آں نیست کہ مشتے زنی بر دہنے

[1] رکاب: شاہی سواری۔ عتاب: غصہ۔ [2] خواجہ تاش: دراصل تاش خواجہ ہے۔ تاش: غلام۔ خواجہ: آقا۔ بارگاہ: دربار۔ گاہ وبیگاہ: وقت بے وقت۔ [3] نہ حصار: یعنی تو نے کبھی لڑائی کو بھی نہیں آزمایا۔ سعی: بھاگ دوڑ۔ یاسمن: چنبیلی۔ شاگردان: ملازمان۔ بسفر پائے بند: پیر میں سفر کی بیڑی ہے۔ [4] سر بر آستان دارم: چوکھٹ پر سر رگڑتا ہوں۔ سر بر آسمان داشتن: تکبر کرنا۔ بگردن اندازد: سر کے بل گراتا ہے۔

[5] حکایت نمبر (۴۱): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بہادری دراصل نفس پر قابو حاصل کرلینا ہے۔ زور آزما: پہلوان۔ بہم برآمدہ: غصہ میں بھرا ہوا۔ کف بردَہان انداختہ: منہ سے جھاگ نکالے ہوئے۔ [6] لاف: خودستائی۔ سرپنجگی: پہلوانی۔ مردی: مردانگی۔ نفس فرومایہ: کمینہ نفس۔ چہ مردے چہ زنے: خواہ مرد ہو یا عورت۔ [7] گرت از دست برآید: اگر تیرے ہاتھ سے ہوسکے۔

قطعہ

نہ مردست آنکہ دروے مردمی[1] نیست اگر خود بردرد پیشانئے پیل
اگر خاکی نباشد آدمی نیست بنی آدم سرشت از خاک دارند

حکایت[2] نمبر (۴۲): بزرگے را پرسیدم از سیرتِ[3] اخوانِ صفا، گفت: کمینہ آنکہ مرادِ خاطرِ یاراں برمصالحِ خویش[4] مقدم دارد، حکماء گفتہ اند: برادر کہ دربندِ خویش ست نہ برادرست ونہ خویش ست۔

فرد

ہمرہ[5] اگر شتاب کند درسفر بایست دِل در کسے مبند کہ دل بستۂ تونیست

فرد

چوں نبود خویش را دیانت[6] وتقویٰ قطعِ رحم بہتر از مودّتِ قربیٰ

یاد دارم کہ یکے مدعی دریں بیت برقولِ من اعتراض کردہ بود وگفتہ کہ حق تعالیٰ در کتابِ مجید از قطعِ رحم نہی کردہ است وبمودّتِ ذوالقربیٰ فرمودہ، وانیچہ توگفتی مناقضِ[7] آنست۔ گفتم آیت:

(وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا)[8]

[1] مردمی: انسانیت۔ خاکی: متواضع۔

[2] حکایت نمبر (۴۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے کے لیے ایثار کرنا درویش کا فرضِ اوّلین ہے۔ نیز خدا کے نافرمانوں سے اُنس ومحبت کسی طرح مناسب نہیں خواہ وہ قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔

[3] سیرت: خصلت۔ اخوانِ صفا: فقرائے کامل۔ کمینہ: کمتر۔ مرادِ خاطر یاراں: دوستوں کی دلی تمنّا۔ [4] برمصالح خویش: یعنی اپنی مصلحتوں پر دوستوں کے مقاصد کو ترجیح دے۔ دربند خویش است: اپنی فکر میں لگا ہوا ہے۔ نہ خویش است: نہ اپنا ہے۔ [5] ہمراہ: ساتھی۔ اگر شتاب کند: یعنی اگر تیرا ساتھی سفر میں جلدی کرتا ہے تو ٹھہر جا۔ [6] دیانت: دینداری۔ تقویٰ: پرہیز گاری۔ قطع رحم: رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کرنا۔ مودّت: محبت۔ قربیٰ: رشتہ دار۔ [7] مناقض: برخلاف۔ [8] وَاِنْ جَاهَدَاكَ الخ: یعنی اگر والدین تیرے مُصر ہوں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنائے جن کا تجھے علم بھی نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان۔

بیت

ہزار خویش کہ بیگانہ[1] از خدا باشد   فدائے یک تنِ بیگانہ کآشنا باشد

حکایت[2] نمبر (۴۳)۔ منظوم

پیر مردے لطیف در بغداد   دخترک را بہ کفش دوزے داد
مردکِ سنگدل چناں بگزید   لبِ دختر کہ خون از و بچکید
بامداداں پدر چناں دیدش   پیشِ داماد رفت و پرسیدش
کائے فرومایہ ایں چہ دندانست[3]   چند خائی لبش نہ انبان ست
بمزاحت نگفتم ایں گفتار   ہزل بگذار وجد از و بردار
خوئے بد در طبیعتے کہ نشست   نہ رَوَد جز بوقتِ مرگ از دست

حکایت[4] نمبر (۴۴): آوردہ اند کہ فقیہے دخترے داشت بغایت زِشت رو بجائے زناں رسیدہ باوجودِ جہاز ونعمت کسے در مناکحت اور غبت نمی کرد۔

فرد

زِشت باشد دِبیقی و دیبا   کہ بود بر عروسِ نازیبا

[1] بیگانہ از خدا: خدا سے دور۔ بیگانہ: غیر۔ آشنا: غیر شناس۔
[2] حکایت نمبر (۴۳): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ درویشوں کو (بری) عادتیں چھوڑ دینا ضروری ہیں۔
دخترک: یعنی بیچاری لڑکی۔ کفش دوز: موچی۔ مردک: یعنی ذلیل مرد۔ سنگدل: بے رحم۔
[3] ایں چہ دندان است: ایسے بھی کیا دانت۔ انبان: نری۔ مزاح: مذاق۔ ہزل: مذاق۔ جد: سنجیدہ بات۔
[4] حکایت نمبر (۴۴): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ درویش کو دوسروں کے فائدے کی خاطر اپنا نقصان گوارہ کرنا چاہیے۔
فقیہ: دانشمند۔ زشت رو: بدصورت۔ بجائے زناں رسیدہ: یعنی جوان ہوگئی۔ جہاز: جہیز۔ مناکحت: نکاح کرنا۔
دِبیقی: مصر کے گاؤں دبیق کا بنا ہوا ریشمی کپڑا۔ دیبا: زربفت۔ عروس: دلہن۔

فی الجملہ بحکم ضرورت[1] باضریرے عقدِ نکاحش بستند وآوردہ اند کہ حکیمے دراں تاریخ از سراندیپ آمدہ بود کہ دیدۂ نابینا را روشن ہمی کرد، فقیہ را گفتند: چرا دامادِ خود را علاج نکنی؟ گفت: ترسم کہ بینا شود و دخترم را طلاق دہد۔

ع شوئے زنِ زشت روئے نابینا بہ

حکایت[2] نمبر (۴۵): پادشاہے بدیدۂ استحقار در طائفۂ درویشاں نظر کردے، یکے ازاں میاں بفراست بجای آورد و گفت: اے مَلِک! ما دریں دنیا بہ عیش از تو خوشتریم و بہ جیش از تو کمتریم و بمرگ برابریم وبقیامت بہتر انشاء اللہ تعالیٰ۔

مثنوی

اگر کشور کشائے کامران ست   وگر درویش حاجتمندِ نان ست
دراں ساعت[3] کہ خواہند ایں وآں مرد   نخواہند از جہاں بیش از کفن برد
چو رخت از مملکت بر بست خواہی   گدائی بہتر ست از پادشاہی

طریقت: ظاہرِ درویشی جامۂ[4] ژندست وموئے سترده، وحقیقتِ آن دل زندہ ونفس مردہ۔

قطعہ

نہ آں کہ بر درِ دعویٰ نشیند از جَلفی   وگر خلاف کنندش بجنگ برخیزد
کہ گر زکوہ فرو غلطد آسیا سنگے   نہ عارفست کہ از راہِ سنگ برخیزد

[1] بحکم ضرورت: مجبوراً۔ ضریر: نابینا۔ حکیم: طبیب۔ سراندیپ: سیلون۔ شوئے: شوہر۔
[2] حکایت نمبر (۴۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ درویش کو اپنی اصلاح کے لیے فقر پر راضی اور باطنی اوصاف کے ساتھ شریعت پر قائم رہنا چاہیے۔ دیدۂ استحقار: ذلت کی نگاہ۔ فراست: سمجھداری۔ جیش: لشکر۔ کامران: کامیاب۔
[3] ساعت: گھڑی۔ خواہند: علامت استقبال ہے۔ بر بست خواہی: یعنی خواہی بست۔ گدائی بہتر است از پادشاہی حدیث میں آیا ہے غریب امیروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
[4] ژندہ: پرانا۔ موئے سترده: یعنی سر منڈا ہوا۔ دل زندہ: یعنی خدا کی یاد سے۔
جلفی: کمینہ پن۔ آسیا سنگے: چکی کا پتھر۔

طریقت: طریقِ درویشاں ذکر[1] ست وشکر وخدمت وطاعت وایثار وقناعت وتوحید وتوکّل وتسلیم وتحمل ہر کہ بدیں صفتہا کہ گفتم موصوف ست، بحقیقت درویش ست واگر درقباست۔[2] اماہَرزہ گرد، بے نماز، ہوا پرست، ہَوس باز کہ روز ہابشب آرد دربندِ شہوت، وشُبہا روز کند در خوابِ غفلت، وبخورد ہر چہ درمیاں آید وبگوید ہر چہ برزباں آید رندست واگر درعباست۔

قطعہ

اے درونت برہنہ از تقویٰ — کز بروں جامۂ ریا داری
پردۂ ہفت رنگ در بگذار — تو کہ در خانہ بوریا داری

مثنوی

دیدم گلِ تازہ چند دستہ — بر گنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہِ ناچیز — تا در صفِ گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ و گفت خاموش — صحبت نہ کند کرم فراموش[3]

---

۱ ذکر: یعنی خدا کی یاد۔ طاعت: فرماں برداری۔ ایثار: اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا۔ قناعت: تھوڑے پر صبر کرنا۔ توکّل: خدا پر بھروسہ کرنا۔ تسلیم: راضی برضا ہونا۔ تحمل: برداشت کرنا۔

۲ قبا: یعنی دنیاداروں کا لباس۔ ہرزہ گرد: مٹرگشت کرنے والا۔ روز ہابشب آرد: دن سے رات کردے۔ وشبہا روز کند: رات کو دن بنادے۔ درمیاں آید: ہاتھ لگے۔ عبا: یعنی درویشوں کا لباس۔ اے درونت الخ: دعویٰ ہے اور مصرع ثانی اس کی دلیل ہے۔ جامۂ ریا: ریا کاری کا لباس۔ پردۂ ہفت رنگ در الخ: یعنی اپنے دروازہ پر ہفت رنگا پردہ ڈال کر اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کی کوشش نہ کر۔ جبکہ گھر میں بوریا بھی نہیں ہے۔

دیدم گل تازہ الخ: یعنی ایک گنبد پر چند گلدستے گھاس سے بندھے ہوئے رکھے دیکھے۔ گیاہ: سبز گھاس۔

۳ صحبت نکند کرم فراموش: شریف انسان دوستی نہیں بھلاتا۔

گر نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نہ گیاہِ باغ اویم
من بندہ[1] حضرتِ کریم — پروردۂ نعمتِ قدیم
گر بے ہنرم و گر ہنرمند — لطف ست امیدم[2] از خداوند
با آنکہ بضاعتے ندارم — سرمایۂ طاعتے ندارم
او چارۂ کارِ بندہ داند — چوں ہیچ وسیلتش نماند
رسم ست کہ مالکانِ تحریر — آزاد کنند بندۂ پیر
اے بار[3] خدائے عالم آرائے — بر سعدئ پیرِ خود ببخشائے
سعدی رہِ کعبۂ[4] رضا گیر — اے مردِ خدا رہِ خدا گیر
بدبخت کسیکہ سر بتابد — زیں در کہ درِ دگر نیابد

حکایت[5] نمبر (۴۶): حکیمے را پرسیدند از سخاوت وشجاعت کہ کدام بہتر ست؟ گفت: آں کس را کہ سخاوت ست بشجاعت حاجت نیست۔

فرد

نبشت ست[6] بر گورِ بہرام گور — کہ دستِ کرم بہ کہ بازوئے زور

قطعہ

نماند حاتم طائی[7] ولیک تا بہ ابد — بماند نامِ بلندش بہ نیکوئی مشہور
زکوٰۃِ مال بدر کن کہ فضلۂ[8] رَزرا — چو باغباں بزند بیشتر دہد انگور

---

۱ من بندہ الخ: یعنی میں خداوند کریم کی بارگاہ کا غلام ہوں۔

۲ لطف است امیدم: مجھے مہربانی کی امید ہے۔ چارۂ کار: تدبیر۔ مالکانِ تحریر: جو غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۳ بار: بزرگ۔ ۴ کعبۂ رضا: یعنی رضائے خداوندی جس کی طرف متوجہ ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ کعبہ کی طرف۔ کہ: اس لیے۔

۵ حکایت نمبر (۴۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ باطنی مراتب حاصل کرنے کے لیے سخاوت بہترین عبادت ہے، لہٰذا فقرا کو سخی ہونا چاہیے۔ ۶ نبشت است: نوشتہ است۔ گور: قبر۔ گور: گورخر کا مخفف۔

۷ حاتم طائی: قبیلۂ طے کا مشہور سخی۔ ابد: ہمیشہ۔ بدر کن: نکال۔ ۸ فضلۂ رز: انگور کی بیل کی بیکار شاخیں۔

بابِ سوم

در فضیلتِ قناعت

حکایت[1] نمبر (۱): خواہندۂ مغربی در صف بزّ ازانِ حلب می گفت: اے خداوندانِ نعمت! اگر شمارا انصاف بودے و مارا قناعت رسمِ سوال از جہاں برخاستے۔

قطعہ

اے قناعت توانگرم گرداں — کہ ورائے[2] تو ہیچ نعمت نیست
کنجِ صبر اختیارِ لقمانؒ ست — ہر کہ را صبر نیست حکمت نیست

حکایت[3] نمبر (۲): دو[(۲)] امیر زادہ در مصر بودند، یکے علم آموخت و دیگر مال اندوخت، عَاقِبَةُ الْاَمْر[4] یکے علّامہ گشت و آں دگر عزیزِ مصر شد، پس ایں توانگر بچشمِ حقارت در فقیہ نظر کردے و گفتے: من بہ سلطنت رسیدم و ایں ہمچناں در مسکنت بماند، گفت: اے برادر! شکرِ نعمت باری عزّ اِسْمُہٗ ہمچناں برامن افزوں ترست کہ میراثِ پیغمبراں یافتم، یعنی علم، و ترا میراثِ فرعون وہامان رسید، یعنی مُلکِ مصر۔

---

[1] حکایت نمبر (۱): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ سوال کرنا بدترین عیب ہے۔ انسان کو زیورِ قناعت سے آراستہ رہنا چاہیے۔

خواہندہ: بھکاری۔ مغربی: یعنی افریقہ کا باشندہ۔ صف: لائن۔ بزّ ازان: پارچہ فروش۔ حلب: شام کا مشہور شہر۔

شمارا انصاف بودے: تم لوگ انصاف سے کام لے کر خود فقیروں کو ان کا حق دیتے۔ قناعت: تھوڑے پر صبر کرنا۔

[2] ورائے تو: تجھ سے بڑھ کر۔ کنج: گوشہ۔ حکمت: دانائی۔

[3] حکایت نمبر (۲): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ قناعت میں دین و دنیا کا بھلا ہے۔ [4] عاقبۃ الامر: انجام کار۔

علّامہ: بہت بڑا عالم عصر: زمانہ۔۔ عزیز: ابتداءً یہ مصر کے وزراء کا لقب تھا، پھر شاہانِ مصر کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ حقارت: ذلت۔ مسکنت: افلاک۔

میراث پیغمبراں: علم کو رسولوں کی میراث قرار دیا گیا ہے۔ فرعون: شاہِ مصر۔ ہامان: اس کا وزیر تھا۔

مثنوی

مَن آں مورم[1] کہ در پایم بمالند — نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ ایں نعمت گزارم — کہ زورِ مردم آزارے ندارم

حکایت[2] نمبر (۳): درویشے رَا شُنیدم کہ در آتشِ فاقہ می سوخت و خرقہ بخرقہ می دوخت و تسکینِ خاطر خود را می گفت:

شعر

بنانِ خشک قناعت کنیم و جامۂ دلق — کہ رنجِ محنتِ خود بہ کہ بارِ منّتِ خلق

کسے گفتش چہ نشینی کہ فلاں دریں شہر طبعے کریم[3] دارد و کرمے عمیم میاں بخدمتِ آزادگاں بستہ و بردرِ دِلہا نشستہ اگر بر صورت چنانکہ ہست وقوف یابد پاسِ خاطر عزیزاں داشتن منّت دار و غنیمت شمارد گفت: خاموش کہ در پستی مردن بہ کہ حاجت پیش کسے بردن۔

---

[1] مور: چیونٹی۔ زنبور: بھڑ۔ نیش: ڈنک۔

[2] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ فقر و فاقہ پر صبر کرنا چاہیے۔ اور سوال کی ذلت کو جو جہنّم کے برابر ہے، کبھی برداشت نہ کرنا چاہیے۔

خرقہ بخرقہ دوخت: پیوند پر پیوند لگاتا تھا۔ تسکینِ خاطر: تسلّی۔

دلق: پرانا۔ کہ: اس لیے۔ منّت: احسان۔ خلق: مخلوق

[3] طبع کریم: سخی طبیعت۔ عمیم: عام۔ آزادگان: دنیا کے بندھنوں سے آزاد، یعنی فقرا۔

بردرِ دلہا نشستہ: لوگوں کے دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے۔ وقوف: اطلاع۔ عزیزان: آنجناب۔

منّت دارد: احسان مانے گا۔ وغنیمت شمارد: یعنی آپ کی خدمت کرنے کو غنیمت سمجھے گا۔ پستی: ذلت۔

قطعہ

هم رقعه دوختن[1] به و الزامِ کنجِ صبر — کز بهرِ جامه رقعه بر خواجگاں نبشت
حقا که باعقوبتِ دوزخ برابر ست — رفتن بپائے مردیئے همسایه در بهشت

حکایت[2] نمبر (۴): یکے از ملوکِ عجم طبیبے حاذق را بخدمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ فرستاد، سالے چند در دیارِ عرب بود کسے بتجربتے پیشِ وے نیاید ومعالجتے ازوے درنخواست، پیشِ پیغمبر ﷺ آمد وگله کرد که مرا ایں بنده را برائے معالجتِ اصحاب بخدمت فرستاده اند دریں مدّت کسے التفاتے نه کرد تا خدمتے که بر بنده معیّن است بجا آرد۔ رسول علیه الصلوٰة والسلام گفت: ایں طائفه را طریقے هست که تا اشتها غالب نه شود نخورند وهنوز اشتها باقی بود که دست از طعام بدارند، حکیم گفت: همیں ست موجبِ تندرستی، زمینِ خدمت ببوسید ورفت۔

مثنوی

سخن آنگه کند حکیم آغاز — یا سرِ انگشت[3] سوئے لقمه دراز

---

[1] رقعه دوختن: پیوند لگانا۔ الزام کنج صبر: صبر کے گوشہ کو لازم پکڑ لینا۔ رقعه نبشت: یعنی خط لکھنا۔
حقا: یقیناً۔ عقوبت: سزا۔ بپائے مردی: مدد۔ همسایه: پڑوسی۔
[2] حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ کم کھانا جسم اور روح کی تندرستی کے لیے ضروری ہے۔
عجم: سرزمین عرب کے علاوہ تمام دنیا کو کہا جاتا ہے۔ حاذق: ماہر۔ دیار عرب: عرب کے شہر۔
بتجربہ: آزمائش کے لیے۔ معالجہ: علاج کرانا۔ گلہ: شکایت۔ التفات: توجہ۔ بر بنده معین است: مجھ پر فرض ہے۔
اشتہا: کھانے پینے کی خواہش۔ وهنوز اشتهاء الخ: یعنی بھوک رکھ کر کھانا کھاتے ہیں۔
زمینِ خدمت ببوسید: تعظیم بجالایا۔
[3] سرانگشت: یعنی ہاتھ۔ لقمه دراز: یعنی کند۔

که ز ناگفتنش خلل[1] زاید — یا ز ناخوردنش بجاں آید
لا جرم حکمتش بود گفتار — خوردنش تندرستی آرد بار

حکایت[2] نمبر (۵): در سیرتِ اردشیر بابکاں آمده است که حکیمِ عرب را پرسیدند که روزے چه مایه طعام باید خوردن، گفت: صد درم سنگ کفایت کند، گفت: ایں قدر چه قوت دهد، گفت: "هٰذَا الْمِقْدَارُ يَحْمِلُكَ، وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَأَنْتَ حَامِلُهٗ" یعنی ایں قدر ترا برپا میدارد وهرچه بریں زیادت کنی حمّالِ آنی۔

شعر

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست
تو معتقد که زیستن از بهر خوردن ست

حکایت[3] نمبر (۶): دو(۲) درویشِ خراسانی ملازمِ صحبتِ یکدیگر[4] سفر کردندے، یکے ضعیف بود که بعد

---

[1] خلل: نقصان۔ زاید: پیدا ہو۔ بجان آید: مرنے لگے۔ لا جرم: لامحالہ۔ بار: پھل۔
[2] حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصد بھی وہ ہے جو حکایت نمبر (۴) کا تھا۔
سیرت: عادت۔ اردشیر: مشہور قہار بادشاہ۔ بابکان: چونکہ یہ بابک کا نواسہ تھا اور بابک نے اس کی پرورش کی تھی، لہٰذا اس کی طرف منسوب ہے۔ چه مایه: کس قدر۔ صد درم: یعنی اونتیس تولہ۔ سنگ: وزن۔
هذا المقدار الخ: یہ مقدار تو تجھے اٹھائے گی (زندہ رکھے گی) اور اس سے زیادہ کو تو اٹھائے گا، یعنی تجھ پر بار ہوگی۔
برپا: قائم۔ حمال: بوجھ اٹھانے والا۔ تو معتقد: تو اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے۔
[3] حکایت نمبر (۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ کم خوری اور روزہ داری کی عادت ڈالنی چاہیے۔ آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیا میں مصیبت کے موقع پر یہ عادت کام آتی ہے۔
[4] ملازم صحبت یکدگر: یعنی ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑتے تھے۔

دوشب[1] افطار کردے، ودیگر قوی کہ روزے سہ بار خوردے۔ اتفاقاً بردرِ شہرے بہ تہمتِ[2] جاسوسیٔ گرفتار آمدند، ہر دو را بخانہ در کردند و بہ گل برآوردند، بعد از دو (۲) ہفتہ کہ معلوم شد کہ بے گناہاند در بکشادند قوی را دیدند مردہ وضعیف جاں بسلامت بردہ مردم۔ دریں عجب بماندند حکیمے گفت: خلافِ ایں عجب[3] بودے کہ ایں بسیار خوار بودہ است طاقتِ بے نوائی نیاورد وہلاک شد وآں دگر خویشتن دار بود لاجرم برعادتِ خویش صبر کرد و بسلامت خلاص یافت۔

قطعہ

چو کم خوردن طبیعت شد کسے را — چو سختی پیشش آید سہل گیرد
وگر تن پرورست اندر فراخی — چو تنگی بیند از سختی بمیرد

حکایت[4] نمبر (۷): یکے از حکما پسر را نہی ہمی کرد از بسیار خوردن کہ سیری مردم را رنجور کند، گفت: اے پدر گرسنگی را بکشد نشنیدۂ کہ ظریفاں گویند: بہ سَیری مردن بہ کہ گرسنگی بردن، گفت: اندازہ نگہدار۔ (کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا)۔[5]

---

[1] بعد دوشب افطار کردے: یعنی ہمیشہ دو راتیں چھوڑ کر تیسری رات کو کھانا کھاتا۔

[2] تہمت: بدگمانی۔ جاسوس: مخبر۔ بخانہ در کردند: کوٹھری میں بند کر دیا۔ بہ گل برآوردند: یعنی قید خانہ کا دروازہ مٹی سے لیپ دیا۔ جان بسلامت بردہ: یعنی زندہ رہا۔

[3] خلاف ایں عجب بودے: یعنی اگر اس کے خلاف ہوتا تو تعجب ہوتا۔ بے نوائی: یعنی فاقہ کشی۔
خویشتن: یعنی صابر۔ لاجرم: لامحالہ۔ طبیعت: عادت۔ تن پرور: آرام پسند۔

[4] حکایت نمبر (۷): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ دنیاداروں کو اعتدال سے کھانا چاہیے۔ اور درویشوں کو اس سے بھی کم۔
نہی: منع۔ سَیری: پیٹ بھر کر کھانا۔ رنجور: بیمار۔
گرسنگی: بھوک۔ ظریفان: خوش طبع۔ اندازہ نگہدار: یعنی خوراک متعیّن کر لو۔

[5] کُلُوْا الخ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ (الاعراف:۳۱)

شعر

نہ چنداں بخور[1] کز دہانت برآید — نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

قطعہ

باآنکہ در وجودِ طعامَست عیشِ نَفس — رنج آورد طعام کہ بیش از قدر بود
گر گلشکر خوری بہ تکلّف زیاں کند — ورنانِ خشک دیر خوری گلشکر بود

حکایت[2] نمبر (۸): رنجورے را گفتند: دِلت چہ میخواہد؟ گفت: آنکہ دِلم چیزے نخواہد۔

شعر

معدہ چو پر گشت شکم دَرد خاست — سود ندارد ہمہ اسباب راست

حکایت[3] نمبر (۹): بقّالے[4] را درمے چند بر صوفیاں گرد آمدہ بود در واسط ہر روز مطالبت کردے وسخنہای باخشونت گفتے واصحاب از تعنتِ او خستہ خاطر ہمی بودند واز تحمل چارہ نبود صاحبدلے دراں میاں گفت: نفس را وعدہ دادن بطعام آساں ترست کہ بقّال را بدرم۔

---

[1] نہ چنداں بخور: اس قدر نہ کھا۔ دہانت: یعنی از دہن تو۔ جانت برآید: تیرا دم نکل جائے۔
عیش نفس: نفس کی لذت۔ قدر: اندازہ۔ گلشکر: گلقند کو کہتے ہیں اس کے علاوہ ایک مٹھائی کا نام بھی ہے۔
زیان: نقصان۔ دیر خوری: ٹھہر کر کھائے گا۔

[2] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بسیار خوری سے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔
رنجور: بیمار۔ دِلت چہ میخواہد: تیرا دل کیا چاہتا ہے۔ آنکہ دِلم: یعنی میری یہ خواہش ہے کہ میرا دل کسی چیز کو نہ چاہے۔
اسباب راست: مناسب تدبیریں۔

[3] حکایت نمبر (۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اُدھار سے کام چلانا بدترین خصلت ہے۔

[4] بقّال: غلّہ فروش۔ دِرم: ساڑھے تین ماشہ چاندی کا سکہ۔ واسط: ایک شہر کا نام ہے۔ مطالبت: تقاضہ۔
خشونت: سختی۔ تعنت: سرکشی۔ تحمل: برداشت۔

قطعہ

ترکِ احسانِ خواجہ[1] اولیٰ تر
کاحتمالِ جفائے بوّاباں
بہ تمنائے گوشت مُردن بہ
کہ تقاضائے زِشتِ قصاباں

حکایت[2] نمبر(۱۰): جواں مردے را در جنگ تاتار جراحتے رسید، کسے گفت: فلاں بازرگان نوشدارو دارد اگر بخواہی باشد کہ دریغ ندارد گویند بازرگان بہ بُخل معروف بود۔

شعر

گر بجائے نانش اندر سفرہ بودے آفتاب
تا قیامت روزِ روشن کس ندیدے در جہاں

جواں مرد گفت: اگر دارو خواہم از و دہد یا ندہد و اگر دہد نفع کند یا نکند بارے خواستن از و زہر کُشندہ است۔

شعر

ہرچہ از دوناں[3] بہ مِنّت خواستی
در تن افزودی واز جاں کاستی

حکیماں گفتہ اند: اگر آبِ حیات فروشند فی المثل بآبروئے دانا نخرد کہ مُردن بعزت

---

[1] خواجہ: مالک۔ اولیٰ تر: زیادہ مناسب۔ احتمال: برداشت کرنا۔ بوّابان: ڈیوڑھی بان۔ قصاب: قصائی۔

[2] حکایت نمبر(۱۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بخیل سے غذا مانگنا تو درکنار، مرض کی حالت میں دوا بھی نہ مانگنا چاہیے۔

جواں مردے: سپاہی۔ تاتار: ترکستان کا ایک ملک ہے۔ جنگ تاتار سے ہلاکو خاں اور چنگیز خان کے دو حملے مراد ہیں، جوانہوں نے اسلامی ملک پر کیے تھے۔ جراحت: زخم۔ بازرگان: تاجر۔ نوش دارو: دوا کا نام ہے۔

بخواہی: تو مانگے گا۔ باشد کہ دریغ ندارد: شاید منع نہ کرے۔ سفرہ: دسترخوان۔ بارے: بہر صورت۔

زہر کُشندہ: قاتل زہر۔

[3] دوناں: کمینے۔ فروشند فی المثل بآبرو: مثلاً آبرو کے عوض فروخت کریں۔

بہ از زندگانی بمذلت[1]۔

شعر

اگر حنظل[2] خوری از دستِ خوشروی
بہ از شیرینی از دستِ ترشروئے

حکایت[3] نمبر(۱۱): یکے از علماء خورندۂ بسیار داشت و کفاف اندک، یکے را از بزرگاں کہ معتقدِ او بود گفت، روی از توقعِ او درہم کشیدہ تعریضِ سوال از اہلِ اَدَب در نظرش قبیح آمد۔

قطعہ

زبخت رُوی ترش کردہ[4] پیشِ یارِ عزیز
مرو کہ عیش برو نیز تلخ گردانی
بحاجتے کہ رَوِی تازہ رُوی و خنداں رو
فرو نہ بندد کار کشادہ[5] پیشانی

آوردہ اند کہ اندکے در وظیفۂ او زیادت کرد و بسیاری از ارادت کم، دانشمند چوں پس از چندروز مودتِ معہود برقرار ندید گفت:

شعر

بِئْسَ الْمَطَاعِمُ[6] حِيْنَ الذُّلِّ تَكْسِبُهَا
اَلْقِدْرُ مُنْتَصِبٌ وَّالْقَدْرُ مَخْفُوْضٌ

---

[1] مذلت: ذلت۔ [2] حنظل: ایلوا۔ ترشرو: بدمزاج۔

[3] حکایت نمبر(۱۱): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ سوال کرنا عزت و آبرو کھونے کے ہم معنی ہے۔

خورندۂ بسیار داشت: یعنی اس کے متعلقین بہت تھے۔ کفاف: روزینہ۔ توقّع: امید۔ روی درہم کشید: منہ پھیر لیا۔

تعریضِ سوال: سوال دھرنا۔ قبیح: برا۔ بخت: مقدر۔ [4] رُوی ترش کردہ: منہ بنا کر۔ خنداں رو: ہنس مکھ۔

[5] کشادہ پیشانی: خوش مزاج۔ وظیفہ: روزینہ۔ ارادت: اچھا اعتقاد۔ مودت معہود: گذشتہ دوستی۔

[6] بِئْسَ الْمَطَاعِمُ الخ: وہ بدترین کھانے ہیں جو تو ذلت سے حاصل کرے۔ (اس لیے کہ) ہانڈی بے شک (چولہے پر) چڑھ جاتی ہے۔ (لیکن) عزّت گھٹ جاتی ہے۔

فرد

بے نوائی[1] بہ از مذلّتِ خواست — نانم افزود و آبرویم کاست

حکایت[2] نمبر (۱۲): درویشے راضرورتے پیش آمد، کسے گفت: فلاں نعمتے دارد کاملِ و کرم نفسی شامل اگر بر حاجتِ تو واقف گردد ہمانا کہ در قضائے آں توقف رَوَا ندارد، گفت: من اورا ندانم، گفت: مَنَت رہبری کنم، دستش گرفت تا بمنزلِ آں شخص درآورد یکے رادید لب فروہشتہ وتند نشستہ برگشت وسخن نگفت، کسے گفتش: چہ کردی؟ گفت: عطائے اورا بہ لقائے او بخشیدم۔

قطعہ

مبر حاجت بنزدیکِ ترش روی — کہ از خوئے بدش فرسودہ گردی

اگر حاجت بَری نزدِ کسے بر — کہ از رُویش بنقد آسودہ گردی

حکایت[3] نمبر (۱۳): خشک سالی در اسکندریہ پدید آمد چنانکہ عنانِ طاقت درویشاں از دست رفتہ بود، ودرہائے آسماں برزمیں بستہ وفریاد اہل زمین بہ آسماں پیوستہ۔

---

[1] بے نوائی: مفلسی۔ مذلّت خواست: سوال کی ذلّت۔

[2] حکایت نمبر (۱۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بدخُلق بخیل سے کبھی اپنی حاجت نہ کہو۔

کرم نفسی: سخاوت۔ شامل: عام۔ واقف: باخبر۔ ہمانا: یقیناً۔ قضا: پورا کرنا۔ توقف: ٹھہرنا۔

منت: یعنی من ترا۔ لب فروہشتہ: ہونٹ لٹکائے۔ تند: بدمزاج۔ لقا: ملاقات۔

ترش روی: بدمزاج۔ فرسودہ گردی: تو دل شکستہ ہوگا۔ نقد: فوراً۔

[3] حکایت نمبر (۱۳): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عزّتِ نفس کا تقاضا یہ ہے کہ بدون مکرّر تقاضہ کے کسی کی دعوت میں بھی نہ جائے۔ خشک سالی: قحط سالی۔ اسکندریہ: مُلکِ مصر کا مشہور شہر۔ عِنان: باگ۔ درہائے آسمان الخ: یعنی بارش نہ ہوتی تھی۔ بہ آسمان پیوستہ: یعنی مصیبتوں کی وجہ سے مسلسل گریہ وزاری کررہے تھے۔

قطعہ

نماند[1] جانور از وحش وطیر و ماہی ومور — کہ بر فلک نشد از بیمرادی افغانش

عجب کہ دُودِ[2] دِل خلق جمع می نشود — کہ ابر گردد و سیلاب دیدہٗ بارانش

درچنیں سالے مخنثے دور از دوستاں کہ سخن در وصفِ او ترکِ ادب است خاصۃً در حضرتِ بزرگاں و بطریق اہمال ازاں درگذشتن ہم نشاید کہ طائفہ بر عجز گوینده حمل کنند بریں دو بیت اختصار کنیم کہ اندک دلیلِ بسیارے باشد ومشتے نمونۂ خروارے۔

شعر

تتری گرکشد مخنّث را — تتری را دگر نباید کشت

چند باشد چو جسرِ[3] بغدادش — آب در زیر و آدمی بر پشت

چنیں شخصے کہ یک طرف از نعتِ او شنیدی دریں سال نعمتِ بیکراں داشت تنگدستاں

---

[1] نماند: باقی نہ رہا۔ وحش: وحشی کی جمع، جنگلی جانور۔ طیر: پرندے۔ افغان: فریاد۔

[2] دُودِ دِل: یعنی آہیں۔ می نشود: نمی شود۔ سیلاب دیدہ بارانش: یعنی اس مخلوق کی آنکھ کے آنسو بارش بن جائیں۔

مخنث: ہیجڑا۔ دور از دوستاں: یعنی خدا کرے وہ ہیجڑا دوستوں سے دور ہی رہے۔

ترک ادب است: چونکہ فحش گوئی کرنی پڑتی ہے۔

اہمال: کسی چیز کو اس کی حالت پر ڈالے رکھنا۔ خروار: ایک گدھے کا بوجھ۔

تتری: تاتاری۔ نباید کشت: حالانکہ تتری کافر حربی ہے، لیکن وہ ہیجڑا اس سے بھی بدتر ہے۔

[3] جسر بغداد: بغداد کا پل وسط شہر میں ہے اور اس پر کثرت سے آمد ورفت ہے۔

آب درزیر وآدمی برپشت: اس ہیجڑے کے فعل بد کی طرف اشارہ ہے۔

طرف: کچھ حصہ۔ نعت: تعریف۔ بیکراں: لامحدود۔

راسیم وز دادے ومسافراں را سفرہ[۱] نہادے، گروہے درویشاں از جورِ فاقہ بطاقت رسیدہ بودند، آہنگِ دعوت اوکردند ومشورت بمن آوردند سراز موافقت باززدم و گفتم:

قطعہ

نخورد شیر نیم خوردۂ سگ　　گر بہ سختی بمیرد اندر غار

تن بہ بیچارگی و گرسنگی　　بنہ و دست پیش سفلہ مدار

گر فریدوں[۲] شود بہ نعمت و مُلک　　بے ہنر را ہیچ کس مشمار

پرنیان و نسیج بر نا اہل　　لاجورد و طلاست بر دیوار

حکایت[۳] نمبر (۱۴): حاتم طائی را گفتند از خود بزرگ ہمّت تر در جہاں دیدہ یا شنیدہ، گفت: بلے روزے چہل شتر قربان کردہ بودم امرائے عرب را پس بگوشۂ صحرائے بحاجتے بروں رفتہ بودم خار کشے را دیدم پشتۂ خار فراہم آوردہ گفتمش: بمہمانِ حاتم چرا نروی کہ خلقے برسماطِ اوگرد آمدہ اند؟ گفت

فرد

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد　　مِنّتِ حاتم طائی نبرَد

انصاف دادم کہ من اورا بہ ہمّت وجوانمردی بیش از خود دیدم۔

۱ سفرہ نہادے: یعنی کھانا کھلاتا۔ جور: ظلم۔ آہنگ: قصد۔ نیم خوردۂ سگ: کتے کا جھوٹا۔ سفلہ: کمینہ۔

۲ فریدون: اگر بے ہنر مال ودولت کی وجہ سے اپنے وقت کا فریدون بھی بن جائے تو بھی اسے کسی شمار میں نہ لا۔

پرنیان: ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے۔ نسیج: زربفت۔ لاجورد: نیلم۔ طلا: سونا۔

۳ حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے: اپنے گٹوں کی کمائی کھانا اصل شرافت ہے۔

حاتم طائی: قبیلہ طے کا مشہور سخی۔ امرائے عرب: عرب کے سردار۔ صحراء: جنگل۔

خارکش: لکڑہارا۔ پشتہ: گٹھ۔ سماط: دستر خوان۔

حکایت[۱] نمبر (۱۵): موسیٰ علیہ السلام درویشے را دید از برہنگی بریگ اندر شدہ گفت: اے موسیٰ علیہ السلام دعا کن تا خدائے عزَّ وجل مرا کفافے دہد کہ از بیطاقتی بجاں آمدم۔ موسیٰ علیہ السلام دعا کرد و برفت، پس از چند روزے کہ باز آمد از مناجات مرا اُورا دید گرفتار و خلقے انبوہ بروے گرد آمدہ گفت: ایں چہ حالت ست؟ گفتند: خمر خوردہ وعربدہ کردہ و کسے را کشتہ اکنوں بقصاص فرمودہ اند۔

قطعہ

گربۂ مسکیں اگر پَر داشتے　　تخم کنجشک[۲] از جہاں برداشتے

ہیچ کس را گردِ خود نگذاشتے　　ایں دو شاخِ گاوٗ گرخر داشتے

فرد

عاجز باشد کہ دستِ قوت باید　　برخیزد و دستِ عاجزاں برتابد

(وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ)[۳]

۱ حکایت نمبر (۱۵): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ مفلس اپنے افلاس کو حکمتِ خداوندی پر محمول کر کے راضی برضا رہے۔

برہنگی: ننگا پن۔ بریگ اندر شد: چونکہ پہننے کے لیے کپڑا نہ تھا اس لیے اپنے جسم کو ریت میں چھپائے پڑا تھا۔ دوسرا ترجمہ: جو ننگا ہونے کی وجہ سے ریت میں گھسا ہوا تھا۔

کفاف: گذارہ۔ انبوہ: مجمع۔ عربدہ: جنگجوئی۔ قصاص: خون کا بدلہ۔

۲ تخم کنجشک الخ: چڑیوں کا بیج ماردیتی۔ دوشاخ گاوٗ: بیل کے دو سینگ۔

گرخرداشتے: ہیچ کس را گرد خود نگذاشتے۔

دست عاجزاں برتابد: کمزوروں کے ہاتھ مروڑے۔

شعر

مَاذَا[1] أَخَاضَکَ یَا مَغْرُوْرُ فِی الْخَطَرِ
حَتّٰی هَلَکْتَ فَلَیْتَ النَّمْلُ لَمْ تَطِرِ

نظم

سفلہ چو جاہ آمد وسیم وزرش
سِیلی خواہد بضرورت سرش
آں نشنیدی کہ فلاطوں چہ گفت
مور ہماں بہ کہ نباشد پرش

پدر را عسل بسیارست ولیکن پسر گرمی دارست۔

فرد

آں کس کہ توانگرت نمی گرداند
او مصلحتِ تو از تو بہتر داند

حکایت[2] نمبر (۱۶): اعرابئے را دیدم در حلقۂ جوہریانِ بصرہ کہ حکایت می کرد کہ وقتے در بیاباں راہ گرم کردہ بودم، واز زادِ معینے چیزے بامن نماندہ دل بر ہلاک نہادہ کہ ناگاہ کیسۂ یافتم پراز مروارید ہرگز آں ذوق وشادی فراموش نکنم کہ پنداشتم کہ گندم بریان ست باز آں تلخی ونومیدی کہ معلوم کردم کہ مروارید ست۔

---

[1] مَاذَا الخ: اے مغرور! تجھے خطرہ میں کس نے ڈال دیا کہ تو ہلاک ہوگیا۔ اے کاش چیونٹی (کے پر نہ نکلتے اور وہ) نہ اڑتی (چیونٹی کے پر نکلنا اس کی موت کی نشانی ہے) جاہ: مرتبہ۔ سِیلی: بکسر اول و ثالث و ہر دو یائے معروف، یا یائے اول مجہول، طمانچہ۔ مور ہماں بہ: چیونٹی کی جب ہی تک خیر ہے جب تک اس کے پر نہ نکلیں۔ حکمت: دانائی۔ عسل: شہد۔ گرمی دارست: مزاج گرم ہے جس میں شہد مضر پڑتا ہے۔

[2] حکایت نمبر (۱۶): اس حکایت کا اور حکایت نمبر ۱۷، ۱۸ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو طمع ولالچ کی بناپر شہر بشہر مارا مارا نہ پھرنا چاہیے۔ نیز سفر میں اپنا توشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ اعرابی: بدو۔ بیابان: جنگل۔ زاد: توشہ۔ دل بر ہلاک نہادم: مرنے کا یقین ہوگیا۔ کیسہ: تھیلی۔ مروارید: سچے موتی۔ بریاں: بھنے ہوئے۔

قطعہ

در بیابانِ خشک وریگِ رواں[1]
تشنہ را در دہاں چہ دُر چہ صدف
مَردِ بے توشہ کاوفتاد زپائے
بر کمر بند او چہ زر چہ خزف

حکایت[2] نمبر (۱۷): یکے از عرب در بیابانے از غایتِ تشنگی می گفت:

نظم

یَا لَیْتَ قَبْلَ مَنِیَّتِیْ
یَوْمًا أَفُوْزُ بِمُنْیَتِیْ
نَهْرٌ تَلَاطَمَ رُکْبَتِیْ
وَأَظَلُّ أَمْلَأُ قِرْبَتِیْ

حکایت[3] نمبر (۱۸): ہمچناں درویشے در قاعِ بسیط گم شدہ، وقوت وقوتش نماندہ دِرمے چند داشت بسیار بگردید رہ بجائے نبرد وپس بہ سختی ہلاک شد طائفہ برسیدند درمہا دیدندش پیش روئے نہادہ وبرخاک نبشتہ۔

قطعہ

گر ہمہ[4] زرِ جعفری دارد
مرد بے توشہ برنگیرد گام
در بیاباں فقیرِ سوختہ را
شلغمِ پختہ بہ کہ نقرۂ خام

---

[1] ریگِ رواں: وہ ریتا جو ہوا سے بہہ رہا ہو۔ تشنہ: پیاسا۔ دُر: موتی۔ صدف: سیپ۔ خزف: کنکری۔

[2] حکایت نمبر (۱۷): یَا لَیْتَ الخ: اے کاش میں اپنے مرنے سے قبل کسی دن اپنی آرزو حاصل کرسکوں (وہ یہ) ایک نہر ہو جو میرے گھٹنوں پر پٹاریں مارتی ہو اور اس سے میں اپنا مشکیزہ پر کرلوں۔

[3] حکایت نمبر (۱۸): قاع: میدان۔ بسیط: لمبا چوڑا۔ قوت: توشہ۔ رہ بجائے نبرد: کسی جگہ نہ پہنچ سکا۔

[4] زرِ جعفری: جعفر برمکی کے زمانہ کی اشرفی جس میں کھوٹ بالکل نہیں تھا۔ گام: قدم
کہ: یا۔ نقرۂ خام: کچی چاندی جس میں کھوٹ نہیں ہوتا۔

حکایت[1] نمبر (۱۹): هرگز از دورِ زماں ننالیده ام و روئے از گردشِ ایام درهم نه کشیده، مگر وقتیکه پایم برهنه بود و استطاعتِ پائے پوشی نداشتم بجامعِ کوفه درآمدم دلتنگ یکے را دیدم که پائے نداشت سپاسِ نعمتِ حق بجائے آوردم و بر بے کفشی صبر کردم۔

قطعه

مرغِ بریاں بچشمِ مردمِ سیر — کمتر از برگِ تره بر خوان ست
وانکه را دستگاه و قدرت نیست — شلغمِ پخته مرغِ بریان ست

حکایت[2] نمبر (۲۰): یکے از ملوک با تنے چند خاصاں در شکارگاهے بزمستاں از عمارت دُور افتادند تا شب درآمد خانهٔ دهقانے را دیدند مَلِک گفت: شب آنجا رویم تا زحمتِ سرما نباشد۔ یکے از وزرا گفت: لائق قدرِ[3] بلند پادشاهاں نباشد بخانهٔ دهقانے رکیک التجا کردن هم اینجا خیمه بزنیم و آتش افروزیم، دهقاں را خبر شد ماحضرے که داشت ترتیب کرد و پیش آورد و زمین ببوسید و گفت: قدرِ بلند سُلطان بدیں قدر نازل نشدے، ولیکن نخواستند که قدرِ دهقان بلند شود، سلطان را سخن گفتنِ او مطبوع آمد شبانگه بمنزلِ او نقل کردند، بامدادش

[1] حکایت نمبر (۱۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی زبوں حالی کی کوئی حد نہیں ہے۔ لہٰذا جس حال میں ہے اس پر شکر کرے، اور ڈرے کہ اس سے زیادہ زبوں حالی نہ پیدا ہو جائے۔ دورِ زماں: زمانہ کی گردش۔
پایم برهنه بود: میں ننگے پاؤں تھا۔ استطاعت: طاقت۔ پائے پوشی: جوتا پہنا۔
بے کفشی: ننگے پاؤں ہونا۔ برگ تره: ساگ۔ مرغ بریاں: مرغ مسلم۔
[2] حکایت نمبر (۲۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ مالدار کو بھی تنگی کے ذائقہ سے آشنا رہنا چاہیے۔
زمستاں: جاڑا۔ دهقان: دیہاتی، کاشتکار۔ رکیک: کمزور۔ التجا: خوشامد۔ ماحضر: جو کچھ تیار ہو۔
[3] قدرِ بلند: اونچا مرتبہ۔ نازل: پست۔
مطبوع: طبیعت کے موافق۔ شبانگه: رات کے وقت۔ منزل: قیامگاہ۔

خلعت[1] و نعمت فرمود، شنیدندش که قدَمے چند در رکابِ سلطان بود و می گفت:

قطعه

ز قدر و شوکتِ سلطاں نگشت چیزے کم — از التفات بمهمان سرائے دهقانے
کلاهِ گوشهٔ دهقاں بآفتاب رسید — که سایه بر سرش انداخت چون تو سلطانے

حکایت[2] نمبر (۲۱): گدائے سوّول را حکایت کنند که نعمتے وَافر اندوخته بود، یکے از پادشاهاں گفتش: همی نمایند که مالِ بے کراں داری و مارا مهمّے ست، اگر ببرخے ازاں دستگیری کنی چوں ارتفاع برسد وفا کرده شود و شکر گفته آید گفت: اے خداوندِ روئے زمین! لائقِ قدرِ بزرگوارِ پادشاه نباشد بمالِ چوں منِ گدائے آلوده کردن که جَو جَو بگدائی فراهم آورده ام، گفت غم نیست که بکافری دهم که (اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ)

شعر

گر آب چاهِ نصرانی نه پاک ست — جهودِ مرده می شوئی چه باک ست

[1] خلعت: شاہی جوڑا۔ رکاب: سواری۔
شوکت: دبدبہ۔ التفات: توجہ۔ کلاه گوشه: یعنی گوشۂ کلاہ۔
[2] حکایت نمبر (۲۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کا کچھ مال چھین لیا جائے تو اس کو صبر کر لینا چاہیے۔
گدا: فقیر۔ سوّول: بہت زیادہ بھیک مانگنے والا۔ وَافر: زیادہ۔
مهم: دشوار معاملہ۔ برخ: کچھ حصہ۔ ارتفاع: پیداوار۔ قدر: مرتبہ۔
غم نیست: کوئی پرواہ نہیں۔ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ: بری بروں کے لیے ہیں۔
گر آب الخ: یعنی نصرانی کے کنویں کا پانی ناپاک ہے، اگر اس میں کافر کا مردہ نہلا دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

شعر

قَالُوْا [1] عَجِيْنُ الْكَلْسِ لَيْسَ بِطَاهِرٍ قُلْنَا نَسُدُّ بِهِ شُقُوْقَ الْمَبْرَزِ

شنیدم کہ سَراز فرمان مَلِک باز زد و حجّت آوردن گرفت و شوخ چشمی کردن، مَلِک بفرمود تا مضمونِ خطاب را از وے بز جرو توبیخ مخلّص کردند۔

مثنوی

به لطافت چو بر نیاید کار — سَر بہ بے حرمتی کشد ناچار
ہر کہ بر خویشتن نہ بخشاید — گر نہ بخشد برو کسے شاید

حکایت [2] نمبر (۲۲): بازرگانے را دیدم کہ صد و پنجاہ شتر بار داشت و چہل بندہ و خدمتگار، شبے در جزیرۂ مرا بہ حُجرۂ خویش برد ہمہ شب نیارمید از سخنہائے پریشاں گفتن کہ فلاں انبارم بہ ترکستان است وفلاں بضاعت بہ ہندوستاں، و ایں قبالۂ فلاں زمین است وفلاں

---

[1] قَالُوْا الخ: لوگوں نے کہا: اس چونہ کا خمیر پاک نہیں ہے۔ ہم نے کہا: اس سے بیت الخلا کی درزیں بند کردیں گے۔ یعنی ناپاک کو ناپاک جگہ پر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

رَد: انکار۔ حُجّت: دلیل بازی۔ شوخ چشمی: بے باکی۔ کردن: یعنی کردن گرفت۔ بفرمود: بادشاہ نے حکم دیا۔

مضمون خطاب: یعنی بادشاہ کے حکم کا مقصود۔ مخلّص کردند: چھین لیا۔

لطافت: نرمی۔ بہ: جانب۔ بے حرمتی: بے عزتی۔ ناچار: مجبوراً۔

ہر کہ برالخ: یعنی جو خود اپنے کو معاف نہیں کرتا مناسب ہے کہ کوئی اسے معاف نہ کرے۔

[2] حکایت نمبر (۲۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان قناعت کو چھوڑ کر حرص میں مبتلا ہوجاتا ہے، تو ایک ناپید کنار مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ بازرگان: تاجر۔ شتر بار: لادو اونٹ۔

کیش: ایک جزیرہ کا نام ہے۔ سخنہائے پریشان: بہکی بہکی باتیں۔ انبار: ذخیرہ۔

بضاعت: پونجی۔ قبالہ: دستاویز۔

چیز را فلاں کس ضمین [1] ست، وگاہ گفتے کہ خاطرِ اسکندریہ دارم کہ ہَوائے خوش ست باز گفتے نہ کہ دریائے مغرب مشوّش ست، سعدیا سفرے، دیگر در پیش ست، اگر آں کردہ شود بقیّتِ عمرِ خویش، بگوشۂ بنشینم وقناعت کنم۔ گفتم: آن کدام سفرست، گفت: گوگرد پارسی خواہم بردن بہ چین کہ شنیدم کہ قیمتے عظیم دارد، وکاسۂ چینی [2] بروم آرم، ودیبائے رومی بہ ہند و پولادِ ہندی بہ حلب و آبگینۂ حلبی بہ یمن، وبردِ یمانی بپارس، وازاں پس ترکِ سفر کنم وبدُکانے بنشینم انصاف ازیں ماخولیا چنداں فرو گفت کہ بیش طاقت گفتنش نماند گفت: اے سعدی تو ہم سخنے بگوئی از انہا کہ دیدہ وشنیدہ، گفتم:

قطعہ

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور — بارِ سالارے بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگِ دنیا دار را — یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

حکایت [3] نمبر (۲۳): مالدارے را شنیدم کہ بہ بخل اندر چناں معروف بود کہ حاتم طائی در کرم۔

---

[1] ضمین: ذمہ دار۔ خاطر: خیال۔ دریائے مغرب مشوّش: یعنی مغربی سمندر میں طغیانی ہے۔ گوگرد: گندھک۔

[2] کاسۂ چینی: یعنی چینی برتن۔ رُوم: اٹلی۔ پولاد: فولاد۔ آبگینہ: شیشہ۔ برد: چادر۔

انصاف: یعنی صحیح بات تو یہ ہے۔ ماخولیا: ''مالیخولیا'' کا مخفف ہے، پاگل پن۔ فرو: زیادہ۔

دیدہ وشنیدہ: تونے دیکھا ہے اور سنا ہے۔ صحراء: جنگل۔ غور: مشہور شہر ہے۔ بار: یعنی پار سال۔ سالار: یعنی تاجروں کا سردار۔ ستور: اونٹ۔ خاکِ گور: قبر کی مٹی۔

[3] حکایت نمبر (۲۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان دولتِ قناعت سے محروم ہوتا ہے تو اس کا جمع کردہ مال انہی عزیزوں کے کام آتا ہے جو اس کی زندگی میں اس کے درپے آزار رہتے ہیں۔

بخل: کنجوسی۔ کرم: سخاوت۔

ظاہر حالش بہ نعمتِ دنیا آراستہ، وخسّتِ[1] نفسِ ہمچناں درْوے متمکن، تا بجائے رسید کہ نانے از دست بجانے ندادے وگربۂ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ را بہ لقمہ نوا ختے، وسگِ اصحاب کہف را استخوانے نینداختے، فی الجملہ خانۂ او راکس ندیدے درکشادہ سفرۂ او را سر۔

بیت

درویش بجز بوئے طعامش نہ شنیدے
مرغ از پئے ناں خوردنِ او ریزہ نہ چیدے

شنیدم کہ بہ دریائے[2] مغرب اندر راہِ مصر پیش گرفتہ بود وخیالِ فرعونی در سَر (حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ) بادِ مخالف بہ کشتی برآمد، چنانکہ گویند۔

فرد

باطبع ملولت چہ کند دل کہ نسازد | شرطہ ہمہ وقتے نبود لائقِ کشتی

دست بدعا برآورد وفریادِ بے فائدہ خواندن گرفت (فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ)۔[3] (آیت:۶۵)

---

[1] خست: بخل۔ متمکن: ثابت۔ بجائے: میں یا عوض کی ہے، یعنی اگر کوئی اس کی خدمت میں جان بھی قربان کردے تو اس کے عوض اس کو ایک روٹی بھی نہ دے۔ یا مقابلہ کی ہے، یعنی جان کے مقابلہ میں بھی روٹی دینا پسند نہ کرتا اپنی جان دیدیتا۔ گربۂ ابوہریرہ: مشہور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بلی کا بچہ تھا اس ہی سے ان کی یہ کنیت پڑی ہے۔

[2] دریائے مغرب: یعنی خلیج مصر۔ خیال فرعونی: تکبر یا دعویٰ خدائی۔ حتیٰ الخ: ڈوبنے نے اس کو آگھیرا۔ (یونس:۹۰) باطبع ملولت: اس مصرع کا اصل حکایت سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ شرط: وہ خوشگوار ہوا جو طوفان کے بعد سمندر میں چلتی ہے۔ دست دعا برآوردہ: دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ [3] فاذا الخ: جبکہ وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو دین کو خالص اس کے لیے مانتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ (العنکبوت، آیت ۶۵)

شعر

دستِ تضرع[1] چہ سود بندۂ محتاج را | وقتِ دعا بر خدا وقتِ کرم در بغل

قطعہ

از زر وسیم راحتے برساں | خویشتن ہم تمتعے برگیر
وانگہ ایں خانہ کز تو خواہد ماند | خشتے از سیم وخشتے از زرگیر

آوردہ اند کہ درمصر اقارب درویش داشت بعد از ہلاکِ وے بہ بقیّتِ مالِ وے توانگر شدند جامہائے کہن بمرگِ اُو بدریدند وخزّ دمیاطی بعوضِ آں ببریدند، ہمدراں ہفتہ یکے را دیدم از ایشاں بر بادپائے سَوار رَواں وغلامِ پری پیکر در پئے او دواں۔

قطعہ

وہ[2] کہ گر مُردہ باز گردیدے | بہ سَرائے قبیلہ وپیوند
ردِّ میراث سخت تر بودے | وارثاں را مرگِ خویشاوند

بسابقہ معرفتے کہ درمیانِ ما بود آستینش[2] گرفتم وگفتم:

---

[1] تضرع: عجز وزاری۔ وقت کرم در بغل: یعنی سخاوت کرنے کے وقت بغلوں میں ہاتھ دے لے۔ دینے کو ہاتھ نہ بڑھائے۔ تمتع: نفع حاصل کرنا۔ گیر: فرض کر یعنی یہ گھر لامحالہ تجھے چھوڑنا پڑے گا۔ خواہ فرض کر کہ تو نے ایک چاندی اور ایک سونے کی اینٹ رکھ رکھ کر اس کو تعمیر کیا ہو۔ اقارب: رشتہ دار۔

بمرگ او بدریدند: یعنی اس کی موت کے سوگ کے بہانے پھاڑ ڈالے۔ خزّ: ریشمی صاف کپڑا۔

دمیاطی: دمیاط کا بنا ہوا ریشمی کپڑا۔

ببریدند: یعنی سلوانے کے لیے ترشوائے۔ بادپا: یعنی صبا رفتار گھوڑا۔

[2] وہ: ہائے۔ قبیلہ: خاندان۔ پیوند: برادری۔ ردّ: واپس کرنا۔ خویشاوند: اپنے۔

آستینش گرفتم: یعنی اس کا ہاتھ پکڑا۔

بیت

بخور اے نیک سیرت سرہ مَرد
کاں فرومایہ گرد کرد و نخورد

حکایت[۱] نمبر (۲۴): صیّادِ ضعیف را ماہیٔ قوی بہ دام افتاد طاقتِ حفظِ آں نداشت ماہی برو غالب آمد و دام از دستش در بود۔

قطعہ

شد غلامے کہ آبِ جو آرد آبِ جو آمد و غلام ببرد
دام ہر بار ماہی آوردے ماہی ایں بار رفت و دام ببرد

بیت

صیّاد نہ ہر بار شکارے ببرد
یک روز بہ بینی کہ پلنگش بخورد

دیگر صیّاداں دریغ خوردند و ملامتش کردند کہ چنیں صیدے دَر دَامت افتاد و نہ توانستی نگاہ داشتن، گفت: اے براداراں! چہ تواں کرد مرا روزی نبود و اُورا ہم چنیں[۲] روزی ماندہ۔

حکمت: صیّادِ بے روزی در دجلہ نگیرد و ماہیٔ بے اجل بر خشکی نمیرد۔

سرہ: بفتحتین، کھرا۔ **گرد کرد:** جمع کیا۔

[۱] **حکایت نمبر (۲۴):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ہر نقصان کو خدا کی جانب سے خیال کر کے صبر کرنا چاہیے، یہی قناعت کا آخری مرتبہ ہے۔ **صیّاد:** شکاری۔ **شد:** رفت۔ **غلام:** بچہ۔ **جو:** بواؤ معروف، نہر۔ **دریغ:** افسوس۔
نگاہ داشتن: حفاظت کرنا۔

[۲] **روزی ماندہ بود:** یعنی مچھلی کے مقدر میں کچھ اور رزق باقی تھا، جو اس کو زندہ رہ کر کھانا تھا۔ **بے اجل:** بدون موت کے۔

حکایت[۱] نمبر (۲۵): دست و پا بریدہ ہزار پائے را بکشت، صاحبدلے برو بگذشت و گفت: سبحان اللہ باہزار پائے کہ داشت چوں اجلش فراز آمد از بیدست و پائے گریختن نتوانست۔

مثنوی

چو آید پے دشمنِ جاں ستاں بہ بندد اجل پائے مردِ دَوان
دراں دم کہ دشمن پیاپے رسید کمانے کیانی نباید کشید

حکایت[۲] نمبر (۲۶): ابلہے را دیدم سمین و خلعتے ثمین در برو مرکبِ تازی در زیر و قصبے مصری بر سَر کسے گفت: سعدی چگونہ ہمی بینی ایں دیبائے مُعلَّم بریں حیوانِ لایعلم، گفتم:

شعر

قَدْ شَابَہَ بِالْوَرٰی حِمَارٌ عِجْلًا جَسَدًا لَہٗ خُوَارٌ

گفتہ اند: یک طلعتِ زیبا نہ از ہزار خلعتِ دیبا۔

---

[۱] **حکایت نمبر (۲۵):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ مصیبت کا دفع کرنا انسان کے مقدور سے باہر ہے، لہٰذا اس کو راضی برضائے الٰہی رہ کر اس کو جھیلنا چاہیے۔
دست و پا بریدہ: یعنی سانپ۔ **ہزار پائے:** کن کھجورا۔ **اجلش فرا رسید:** اس کی موت پہلے آگئی۔
مردِ دَوان: تیز دوڑنے والا۔ **دشمن:** یعنی بہت سے دشمن۔ **کیانی:** یعنی وہ کمان جو شاہانِ ایران کے شایان شان ہے۔

[۲] **حکایت نمبر (۲۶):** اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ کسی جاہل کمینہ کی مالداری کو دیکھ کر قدرت کا شاکی نہ ہونا چاہیے بلکہ اپنی کسی ایسی نعمت کا تصور کر کے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے جو اس کو حاصل نہیں ہے۔
ابلہ: بے وقوف۔ **سمین:** موٹا۔ **ثمین:** قیمتی۔ **مرکب تازی:** تازی گھوڑا۔ **قصب:** ایک قسم کا پھولدار ریشمی کپڑا ہے۔
معلّم: منقش۔ **لایعلم:** بے علم۔ **قَدْ شَابَہَ بِالْوَرٰی حِمَارٌ:** ایک گدھا انسانوں کے مشابہ ہو گیا ہے۔
عِجْلًا جَسَدًا لَہٗ خُوَارٌ: ایک گوسالے کا جسم بولتا ہے۔ **طلعت:** صورت۔

قطعہ

شریف اگر متضعّف[1] شود خیال مبند — کہ پائگاہِ بلندش ضعیف خواہد شد
ور آستانۂ بہ میخ زر بزند — گماں مبر کہ یہودی شریف خواہد شد

قطعہ

بآدمی نتواں گفت ماند ایں حیواں — مگر دراعہ و دستار نقش بیرونش
بہ گرد در ہمہ اسبابِ ملک و ہستیٔ او — کہ ہیچ چیز نہ بینی حلال جز خونش

حکایت[2] نمبر (۲۷): دزدے گدائے را گفت: شرم نمی داری از برائے جوے سیم دستِ پیش ہر لئیم دراز کردن، گفت:

بیت

دستِ دراز پئے یک حبۂ سیم — بہ کہ ببرند بہ دانگے دو نیم

---

[1] متضعّف: کمزور۔ پائگاہ: مرتبہ۔ ور: اگر۔ آستانۂ سیمیں: چاندی کی چوکھٹ۔
شریف: سید، خاص طور پر مکّہ کا حاکم۔
بآدمی نتواں گفت الخ: یعنی نتواں گفت کہ ایں بآدمی ماند۔ دراعہ: بضم دال وتخفیف را، پیراہن۔
نقش بیروں: یعنی کرتہ پاجامہ تلوار وغیرہ۔ بہ گرد: یعنی اس ابلہ کے تمام چیزوں کی دیکھ بھال کر، بجز اس کے خون کے کوئی چیز حلال نہ ملے گی۔ یعنی وہ واجب القتل ہے اور اس کا خون بہا دینا جائز ہے۔

[2] حکایت نمبر (۲۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جس دولت میں ایمان وآبرو کا خطرہ ہو اس کا ٹھکرا دینا بہتر ہے۔
دُزد: چور۔ گدا: فقیر۔ جوے سیم: جو بھر چاندی۔ لئیم: کمینہ۔
حبہ: رتی۔ دانگ: چھ رتی۔ دو نیم: یعنی چوری کی بنا پر ہاتھ کٹے۔

حکایت[1] نمبر (۲۸): مشت زنے را حکایت کنند کہ از دہرِ مخالف بہ فغاں آمدہ بود و از حلقِ فراخ دوست تنگ بہ جاں رسیدہ، شکایت پیش پدر برد و اجازت خواست کہ عزمِ سفر دارم مگر بہ قوتِ بازو دامنِ کامے فرا چنگ آرم کہ بزرگاں گفتہ اند:

بیت

فضل و ہنر ضائع ست تا ننمایند — عود بر آتش نہند و مشک بسایند

پدر گفت: اے پسر! خیالِ محال از سر بدر کن و پائے قناعت در دامنِ سلامت کش کہ خرد منداں گفتہ اند: دولت نہ بکوشیدن ست و چارۂ آں کم جوشیدن[2] ست۔

شعر

کس نتواند گرفت دامنِ دولت بزور
کوششِ بے فائدہ ست وسمہ برابروئے کور

فرد

اگر بہر سرِ مویت ہنر دو صد باشد — ہنر بکار نیاید چو بختِ بد باشد

---

[1] حکایت نمبر (۲۸): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ رزق کی ہوس میں انسان کو مارا مارا نہ پھرنا چاہیے۔
مشت زن: پہلوان۔ چونکہ وہ اپنے بدن کو مکے مار کر مضبوط بناتا ہے۔ دہر: زمانہ۔ فغاں: فریاد۔
حلق فراخ: چوڑا حلق، یعنی بسیار خوری۔ عزم: ارادہ۔
عود: اگر۔ بسایند: یعنی نہ گھسیں۔ محال: ناممکن۔ بدر کن: نکال دے۔

[2] کم جوشیدن: یعنی صبر کرنا۔ وسمہ برابروئے کور: ایران میں زیب وزینت کے لیے ابروؤں کو وسمے سے سیاہ کرتے ہیں۔ لیکن اندھے کی ابروؤں پر وسمہ ہی لگاؤ تو حسن نہیں پیدا ہوگا۔
اگر الخ: یعنی اگر تیرے ہر بال میں دو سو ہنر بھی ہوں۔ بخت بد: برا مقدر

بیت

چه کند زور مند واژون بخت[1]   بازوئے بخت بہ کہ بازو سخت

پسر گفت: اے پدر! فوائدِ سفر بسیارست: از نزہتِ خاطر و جرِ منافع و دیدنِ عجائب وشنیدنِ غرائب وتفرّجِ بلدان و محاوراتِ خلّان وتحصیل جاہ و ادب و مزید مال ومکتسب و معرفتِ یاراں وتجربتِ روزگاراں، چنانکہ سالکانِ طریقت گفتہ اند:

نظم

تا بدکّانِ خانہ در گروی   ہرگز اے خام آدمی نشوی
برو اندر جہاں تفرّج کن   پیش ازان روز کز جہاں بروی

پدر گفت: اے پسر! منافعِ سفر چنیں کہ تو گفتی بے شمارست، لیکن مسلّم[2] پنج طائفہ راست: نخستیں: بازرگانے را کہ باوجودِ نعمت ومکنتِ غلاماں وکنیزاں دارد وشاگردانِ چابک ہر روز بشہرے وہر شب بمقامے وہردم بتفرّج گاہے وہر لحظہ از نعیم دنیا متمتع۔

قطعہ

مُنعم بکوہ ودشت و بیاباں غریب نیست   ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

---

[1] واژون بخت: الٹے مقدر والا۔ بازوئے بخت: یعنی نصیبہ قوی ہوتو کام چلتا ہے۔قوت بازو کسی کام نہیں آتی۔
خاطر: تفریح طبع۔ جرِ منافع: منفعتیں حاصل کرنا۔
غرائب: عجیب باتیں۔ تفرّج بلدان: شہروں کی تفریح۔ محاورات: گفتگو۔ خلّان: خالص دوست۔ مکتسب: کمائی۔
سالکانِ طریقت: بزرگی۔ خام: کچا۔ تفرّج کن: سیر کر۔ از جہاں بروی: یعنی مرنے سے پہلے۔
[2] مسلّم: مناسب۔ طائفہ: گروہ۔ مکنت: طاقت۔ شاگردان چابک: چالاک نوکر۔ تفرّج گاہ: تفریح گاہ۔
نعیم: نعمت۔ مُنعم: مالدار۔ غریب: مسافر۔ خیمہ زد: خیمہ تانا۔ بارگاہِ ساخت: دربار جمایا۔

واں را کہ بر مرادِ جہاں نیست دسترس[1]   در زاد بوم[2] خویش غریب ست وناشناخت

دوم: عالمے کہ بہ منطقِ[3] شیریں وقوتِ فصاحت ومایۂ بلاغت ہر جا کہ رَوَد بخدمتِ او اقدام[4] نمایند واکرام کنند۔

قطعہ

وجودِ مردمِ دانا مثالِ زرِ[5] طلاست   کہ ہر کجا کہ رود قدر وقیمتش دانند
بزرگ زادۂ ناداں بشہر وا ماند   کہ در دیارِ غریبش بہیچ نستانند

سوم: خوبروئے کہ درونِ صاحبدلاں بہ مخالطتِ[6] او میل کند کہ بزرگاں گفتہ اند: اندکے جمال بہ از بسیاریئے مال، وگویند: روئے زیبا[7] مرہمِ دلہائے خستہ ست وکلیدِ درہائے بستہ، لاجرم[8] صحبتِ او ہمہ جا غنیمت شناسند وخدمتش رامنّت دانند۔

شعر

شاہد آنجا کہ رود عزّت وحرمت[9] بیند   ور برانند بقہرش پدر و مادرِ خویش
پر طاؤس دَر اوراقِ مصاحف دیدم   گفتم ایں منزلت از قدرِ تومی بینم بیش
گفت خاموش کہ ہر کس کہ جمالے دارد   ہر کجا پائے نہد دست بدارندش[10] پیش

---

[1] دسترس: قابو۔ [2] زاد بوم: یعنی بوم زاد، پیدائشی وطن۔
[3] منطق: گفتگو۔ مایہ: سرمایہ۔ [4] اقدام: پیش قدمی۔ اکرام: اعزاز۔
[5] زر: سونا چاندی۔ طلا: سونا۔ وَاماند: عاجز رہے۔ [6] مخالطت: میل جول۔
[7] روئے زیبا: حسین چہرہ۔ کلید: چابی۔ [8] لاجرم: لامحالہ۔
[9] حرمت: احترام۔ قہر: غصہ۔ طاؤس: مور۔ مصاحف: قرآن پاک۔ قدرے: مرتبہ۔
[10] دست بدارندش پیش: یعنی اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

قطعہ

چوں در پسر موافقت[1] و دلبری بود | اندیشہ نیست گر پدر از وے بری بود
او جوہر ست گو صدف اندر میاں مباش | دُرِّ یتیم را ہمہ کس مشتری بود

چہارم: خوش آوازے کہ بہ حنجرۂ داؤدی[2] آب از جریان و مرغ از طیران باز دارد، پس بوسیلتِ آں فضیلت دل مشتاقان صید کند و اربابِ معنی بمنادمتِ او رغبت نمایند و بانواع خدمت کنند۔

شعر[3]

سَمۡعِیۡ اِلیٰ حُسۡنِ الۡاَغَانِیۡ | مَنۡ ذَالَّذِیۡ جَسَّ الۡمَثَانِیۡ

قطعہ

چہ خوش باشد آہنگِ نرم و حزیں | بگوش حریفانِ مستِ صبوح
بہ از روئے زیبا ست آوازِ خوش | کہ ایں حظِّ نفس ست و آں قوتِ روح

---

۱ موافقت: محبت۔ دلبری: یعنی لوگوں کے دلوں کو مائل کرلے۔ بری بود: باپ اس کی ذمہ داری سے ہاتھ اٹھالے۔
صدف: سیپی۔ دُرِّ یتیم: بے مثال موتی۔ مشتری: خریدار۔

۲ حنجرۂ داؤدی: حضرت داؤد علیہ السلام کا سا گلا۔ آب از جریان: مشہور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا یہ معجزہ تھا کہ ان کی آواز کو سن کر اڑتے پرند اور بہتا پانی رک جاتا تھا۔
اربابِ معنی: اہل دل۔ منادمت: ہم نشینی۔ انواع: طرح طرح۔

۳ سَمۡعِیۡ الخ: میرا کان گانوں کی خوبی کی طرف متوجہ ہے، کون ہے جس نے ستار چھیڑ رکھا ہے۔
آہنگ: الاپ۔ حزیں: پرغم۔ حریفان: محفل، شراب کے ساتھی۔ صبوح: وہ شراب جو صبح کو پی جائے۔
حظ: حصہ۔ قوت: روزی۔

پنجم: پیشہ ورے[1] کہ بہ سعیِ بازو کفافے حاصل کند تا آبرو از بہرِ لقمہ ریختہ نگردد، چنانکہ بزرگان گفتہ اند۔

قطعہ

گر بغریبی رود از شہرِ خویش | سختی و محنت نکشد پنبہ دوز
ور بخرابی فتد از مُلکِ خویش | گرسنہ خفتند مَلِکِ نیمروز

چنیں صفتہا کہ بیان کردم اے پسر! درسفر موجبِ جمعیّتِ خاطر ست و داعیۂ طِیبِ[2] عیش، و آنکہ ازیں جملہ بے بہرہ ست بخیالِ باطل در جہاں برود و دیگر کَسش نام و نشان نشنود۔

قطعہ

ہر آنکہ گردشِ گیتی بکینِ او برخاست | بغیرِ مصلحتش رہبری کند ایام
کبوترے کہ دگر آشیاں نخواہد دید | قضا ہمی بردش تا بسوئے دانہ و دام

پسر گفت: اے پدر! قولِ حکما را چگونہ مخالف کنم کہ گفتہ اند: رزق اگرچہ مقسوم ست بہ اَسبابِ حصول آں تعلّق شرط ست، وبلا اگرچہ مقدور ست از ابوابِ دخولِ آں حذَر کردن واجب۔

---

۱ پیشہ ورے: جس کا پیشہ کم درجہ کا ہو، جیسے حجام، درزی، موچی۔
غریبی: سفر۔ پنبہ دوز: رفوگر۔ گرسنہ: بھوکا۔ نیمروز: ولایت سیستان۔ لہٰذا نیمروز سے مراد رستم ہے۔
جمعیت خاطر: دل کا اطمینان۔ داعیہ: سبب۔

۲ طیب عیش: زندگی کا مزا۔ بے بہرہ: محروم۔
گیتی: جہاں۔ کین: مخالفت۔ بغیر مصلحتش: یعنی زمانہ اس کو اسی طرف لے جاتا ہے جس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔
کبوترے کہ: یعنی وہ کبوتر جس کے مقدر میں دوبارہ گھونسلا دیکھنا نہیں ہے۔ مقسوم: قسمت میں لکھا ہوا۔
اسبابِ حصول: حاصل ہونے کے طریقے۔ ابوابِ دخول: آنے کے دروازے۔ حذر: پرہیز۔

قطعہ

رزق ہر چند بے گماں برسد   شرطِ عقل ست جستن از درہا
ور چہ کس بے اَجَل [1] نخواہد مرد   تو مَرَو در دہانِ اژدرہا

دریں صورت کہ منم باپیلِ دماں بزنم و باشیرِ ژیاں پنجہ درافگنم، پس مصلحت آنست اے پدر! کہ سفرکنم کہ ازیں پیش طاقتِ بے نوائی ندارم۔

قطعہ

چوں مرد برفتاد زجائے و مقامِ خویش
دیگر چہ غم خورد ہمہ آفاق جائے اوست
شب ہر توانگرے بسرائے ہمی رود
درویش ہر کجا کہ شب آمد سَرائے اوست

ایں بگفت و پدر راوداع کرد وہمّت خواست وروان شدو باخویشتن ہمی گفت:

شعر

ہنر ور چو بختش نباشد بکام   بجائے رود کش ندانند نام

ہم چُنیں تا برسید برکنارِ آبے کہ سنگ از صلابتِ او برسنگ ہمی آمد، وخروشش بفرسنگ می رفت۔

[1] بے اجل: بے موت۔ اژدر: اژدہا۔ دریں صورت: درایں حالت۔ دماں: مست۔ ژیاں: غضبناک۔
بے نوائی: افلاس۔ دیگر چہ غم خورد: پھر کیارنج کرے۔ درویش ہر کجاالخ: فقیر کو جہاں رات آجائے وہی اس کی سرائے ہے۔ وداع: رخصت۔ ہمت: دعا۔ بکام: مقصد کے مطابق۔
صلابت: سختی۔ فرسنگ: تین میل۔

بیت

سہمگیں [1] آبے کہ مرغابی درو ایمن نبودے
کمتریں موج آسیا سنگ از کنارش در ربودے

گروہے مردماں رادید ہریک بقراضہ درمعبر نشستہ ورختِ سفر بستہ، جواں رادستِ عطا بستہ بود زبانِ ثنا برکشود، چندانکہ زاری کرد یاری نہ کردند، ملّاحِ بے مروّت ازو بخندہ برگردید وگفت:

شعر

بے زر [2] نتوانی کہ کنی برکس زور   ور زر داری بزور محتاج نہ

شعر

زر نداری نتواں رفت بزور از دریا
زورِ دہ مرد چہ باشد زرِ یک مرد بیار

جواں رادل ازطعنۂ ملّاح بہم برآمد خواست کہ ازو انتقامے کشد، کشتی رفتہ بود، آواز داد کہ اگر بدیں جامہ کہ پوشیدہ ام قناعت کنی دریغ نیست، ملّاح طمع کردہ وکشتی بازگردانید۔

بیت

بدوزد شرہ [3] دیدۂ ہوشمند   در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

[1] سہمگین: خوفناک۔ مرغ آبی: پانی کا جانور۔ ایمن: محفوظ۔ آسیاسنگ: چکی کا پاٹ۔
قراضہ: ریزگاری۔ معبر: کشتی۔ زاری: عاجزی۔ یاری: مدد۔
[2] بے زرالخ: یعنی پیسہ بدون کوئی زور نہیں اور اگر یہ ہو تو پھر زور کی بھی ضرورت نہیں۔
انتقام: بدلہ۔ قناعت: صبر۔ دریغ: ممانعت۔
[3] شرہ: لالچ۔ بند: جال۔

چندانکہ دستِ جواں بہ ریش وگریبانش رسید بخود درکشید[1] و بے محابا فروکوفت، یارش از کشتی بدر آمد کہ پشتی[2] کند، ہمچنیں درشتی دید پشت، بگردانید، مصلحت آں دیدند کہ با او بمصالحت گرایند و بہ اجرتِ کشتی مسامحت نمایند۔

مثنوی

چو پرخاش بینی تحمل بیار — کہ سہلے بہ بندد در کارزار
بہ شیریں زبانی و لطف و خوشی — توانی کہ پیلے بموئے کشی
لطافت[3] کن آنجا کہ بینی ستیز — نبرّد قزِ نرم را تیغِ تیز

بعذرِ ماضی بقدمش درافتادند و بوسۂ چند بہ نفاق برسر و چشمش دادند، پس بہ کشتی درآوردند و رواں شدند تا برسیدند بہ ستونے کہ از عمارتِ یونان در آب ایستادہ بود، ملاح گفت: کشتی را خللے ہست یکے از شما کہ زورآورتر ست باید کہ بریں ستون برود، خطام کشتی بگیرد تا عمارت کنیم۔ جواں بہ غرورِ دلاوری کہ در سَر داشت از خصمِ آزردہ دل نیندیشید و قولِ حکما را کار نہ فرمود کہ گفتہ اند: ہر کہ را رنجے بدل رسانیدی اگر درعقبِ آں صد راحت برسانی از پاداشِ آں یک رنجش ایمن مباش کہ پیکاں از جراحت بدر آید و آزار در دل بماند۔

نظم

چہ خوش گفت یکتاش[4] باخیلتاش — چو دشمن خراشیدی ایمن مباش

[1] بخود درکشید: اپنی طرف کھینچ لیا۔ بے محابا: بے تحاشا۔
[2] پشتی: مدد۔ مسامحت: چشم پوشی۔ پرخاش: لڑائی۔ سہل: نرمی۔ پیلے بموئے کشی: ہاتھی کو بال میں باندھ لائے۔
[3] لطافت: نرمی۔ ستیز: لڑائی۔ قز: ریشمی کپڑا۔ بعذر ماضی: پہلے معاملہ کی عذرخواہی کے لیے۔ خلل: بگاڑ۔
خطام: مہار۔ عمارت کنیم: یعنی ٹوٹے کو بنالیں۔ خصم آزردہ دل: ستایا ہوا دشمن۔ عقب: پیچھے۔
پاداش: بدلہ۔ پیکان: تیر۔
[4] یکتاش باخیلتاش: ''تاش'' بمعنی غلام و آقا۔ لہٰذا یکتاش ایک غلام۔ اور ''خیلتاش'' میں اضافت مقلوبی ہے یعنی ''تاش خیل'' بمعنی جماعت کا آقا۔ بعض صاحبان نے لکھا ہے کہ یہ دو آدمیوں کے نام ہیں۔
ایمن: بے خوف۔

قطعہ

مشو ایمن کہ تنگ دل گردی — چوں زدستت دلے بہ تنگ آید
سنگ بربارۂ[1] حصار مزن — کہ بود کز حصار سنگ آید

چندانکہ مِقوَدِ کشتی بساعد بہ پیچید و بالائے ستون رفت، ملاح زمام از کفش درگسلانید و کشتی براند، بیچارہ متحیّر بماند، روزے دو بلا و محنت کشید سختی دید، سوم روز خوابش گریباں گرفت و در آب انداخت، بعد از شباروزے[2] دگر برکنار افتاد از حیاتش رمقے ماندہ بود، برگِ درختاں خوردن گرفت و بیخ گیاہاں برآوردن تا اندکے قوّت یافت، سر در بیاباں نہاد و برفت تا تشنہ و بے طاقت شد و برسرِ چاہے رسید قومے را دید شربت آب بہ پشیزے ہمی آشامیدند، جواں را پشیزے نبود طلب کرد و بیچارگی نمود رحمت نیاوردند، دستِ تعدّی دراز کرد دو تنے چند را فروکوفت، مرداں غلبہ کردند و بے محابا بزدندش مجروح شد۔

قطعہ

پشہ چو پُرشد بزند پیل را — با ہمہ مردی و صلابت کہ اوست
مورچگاں را چو بود اتفاق — شیرِ ژیاں را بدر آرند پوست

[1] بارۂ حصار: دیوارِ قلعہ۔ مقود: رسی۔ ساعد: گٹا۔ زمام: مہار۔ تحیّر: حیرنا۔
[2] بعد از شباروزے: ایک دن ایک رات بعد۔ رمق: یعنی تھوڑی سی جان۔
سر در بیاباں نہاد: جنگل کی طرف چل دیا۔ شربت آب: یعنی پانی کے گھونٹ۔
پشیزہ: یعنی پیسہ۔ تعدّی: ظلم۔ مجروح: زخمی۔ پرشد: بہت ہوا۔
صلابت: سختی۔ مورچگان: چیونٹیاں۔ بدر آرند پوست: کھال کھینچ لیں۔

بحکمِ ضرورت[۱] در پیئے کارواں افتاد و برفت، شبانگہ برسیدند بمقامے کہ از دزداں پرخطر بود کاروانیاں را دید لرزہ براندام افتادہ و دل بر ہلاک نہادہ، گفت: اندیشہ مدارید کہ دریں میاں یکے منم کہ بہ تنہا پنجاہ مرد را جواب گویم و دیگر جوانان ہم یاری کنند، ایں بگفت و مردمِ کارواں بلافِ[۲] او قوی دل شدند و بہ صحبتش شادمانی کردند و بزاد و آبش دستگیری واجب دانستند، جواں را آتش معدہ بالا گرفتہ بود و عنانِ طاقت از دست رفتہ لقمۂ چند از سرِ اشتہا تناول کرد و دمے چند آب در پیئے آں آشامید تا دیو درونش بیارمید و بخفت۔ پیر مردے جہاں دیدہ دراں کارواں بود گفت: اے جماعتِ من! ازیں بدرقۂ شما اندیشناکم بیش از انکہ از دزداں، چنانکہ حکایت کنند اعرابیؔ را درمے چند گرد آمدہ بود و بہ شب از تشویش لوریان در خانہ نمی خفت، یکے را از دوستاں برخود خواند تا وحشتِ تنہائی بدیدارِ وے منصرف[۳] کند، شبے در صحبتِ او بود چندانکہ بر درمہاش وقوف یافت ببرد و بخورد و سفر کرد، بامداداں دیدند غریب گریاں و عریاں، کسے گفت: حال چیست مگر آں درمہائے ترا دزد بُرد؟ گفت: لَا وَ اللّٰہِ! بدرقہ برد۔

قطعہ

ہرگز ایمن ز یار نہ نشستم ۔۔۔ تا ندانستم آنچہ عادتِ اوست

۱۔ بحکم ضرورت: مجبوراً۔ کاروانیان: قافلے والے۔ اندیشہ مدارید: فکر نہ کرو۔
جواب گویم: مقابلہ کروں گا۔
۲۔ لاف: شیخی۔ زاد: توشہ۔ آتش معدہ: یعنی بھوک۔ عنان: باگ۔
تناول کرد: کھائے۔ دیو درونش: یعنی نفس۔ بدرقہ: راہبر۔ تشویش: پریشانی۔
لوریاں: ایک گروہ تھا جو عموماً گانے بجانے اور حجامت کا پیشہ کرتا تھا اور لوگوں کو پھنسا کر لوٹ بھی لیتا تھا۔
۳۔ منصرف: دور۔ وقوف: اطلاع۔ عریاں: ننگا۔

زخمِ دندانِ[۱] دشمنے تیز ست ۔۔۔ کہ نماید بچشمِ مردم دوست

چہ دانید کہ اگر ایں ہم از جملہ دزداں باشد بہ عیّاری[۲] درمیانِ ما تعبیہ شدہ تا بوقتِ فرصت یاراں را خبر کند، مصلحت آں بینم کہ مریں خفتہ را بگذاریم و رخت برداریم۔ جواناں را پندِ پیر استوار آمد و مہابتے عظیم از مشت زن در دل گرفتند و رخت برداشتند و جوان را خفتہ بگذاشتند، آنگہ خبر یافت کہ آفتابش بر کتف سر برآورد و کارواں رفتہ دید، بے چارہ بسے بگردیدہ رہ بجائے نبرد و تشنہ و بے نوا روی بر خاک و دل بَر ہلاک نہادہ می گفت:

شعر

مَنْ ذَا يُحَدِّثُنِىْ وَزُمَّ الْعِيْسُ ۔۔۔ مَالِلْغَرِيْبِ سِوَى الْغَرِيْبِ أَنِيْسُ

فرد

درشتی کند بر غریباں کسے ۔۔۔ کہ نابودہ باشد بغربت۔ بسے

مسکیں دریں سخن بود کہ پادشہ پسرے بہ صید از لشکریاں دور افتادہ بود و بالائے سرش ایستادہ ہمی شنید و در ہیئاتش ہمی نگرید، صورتش پاکیزہ دید و حالش پریشاں، پرسید: از کجائی و بدیں جاگہ چوں افتادی؟ برخے از آنچہ بر سرِ او رفتہ بود اعادت کرد مَلِک زادہ را بر حالِ تباہِ او رحمت آمد و خلعت و نعمت داد و معتمدے را با وے بفرستاد تا بشہرِ خویش باز آمد۔

۱۔ زخم دندان: یعنی اس دشمن کے دانتوں کا زخم گہرا لگتا ہے جو بظاہر دوست بنا ہوا۔
۲۔ عیّاری: چالاکی۔ تعبیہ: پوشیدہ۔ مہابت: خوف۔ کتف: مونڈھا۔
۳۔ مَنْ ذَا الخ: مجھ سے اب کون باتیں کرے گا۔ اونٹوں کی مہار چڑھا دی گئی (وہ روانہ ہوگئے) مسافر کا تو مسافر ہی دوست ہوتا ہے۔ غربت: مسافرت۔ صید: شکار۔ ہیئات: حالت۔
اعادت کرد: دہرایا۔ معتمد: بھروسہ کا آدمی

پدرش بدیدنِ او شادمانی[1] کرد و بر سلامتِ حالش شکر گفت۔ شبانگہ از آنچہ بر سر او رفتہ بود از حالتِ کشتی و جورِ ملّاح وظلمِ روستائیاں بر سرِ چاہ وغدرِ کاروانیان در راہ با پدر ہمی گفت، پدر گفت: اے پسر! نہ گفتمت، ہنگامِ رفتن کہ تہید ستاں را دستِ دلیری بستہ ست و پنجۂ شیری شکستہ۔

شعر

چہ خوش گفت آں تہید ست سلحشور   جوے زر بہتر از ہفتاد من زور

پسر گفت: اے پدر! ہر آئینہ تارنج نہ بری گنج برنداری وتاجان در خطر نہ نہی بر دشمن ظفر نیابی وتا دانہ پریشان نہ کنی خرمن نگیری، نہ بینی باندک مایۂ رنجے کہ بردم چہ تحصیلِ راحت کردم و بہ نیشے کہ خوردم چہ مایۂ عسل آوردم۔

فرد

گرچہ بیرون ز رزق نتواں خورد   در طلب کاہلی نباید کرد

فرد

غواص گر اندیشہ کند کامِ نہنگ   ہرگز نکند دُرِّ گرانمایہ بہ چنگ

حکمت: آسیانگِ زیریں متحرک نیست لاجرم تحمل بارِ گراں ہمی کند۔

---

[1] شادمانی: خوشی۔ روستا: دیہاتی۔ ہنگام: وقت۔ سلحشور: سپاہی۔
ہر آئینہ: بہرحال۔ ظفر: فتح۔ نیش: ڈنک۔ عسل: شہد۔
غواص: غوطہ خور۔ کام: حلق۔ نہنگ: ناکا، مگرمچھ۔ دُر: موتی۔
حکمت: دانائی کی بات۔ آسیانگ زیریں: چکی کا نیچے کا پاٹ۔ متحرک: حرکت کرنے والا۔
لاجرم: لامحالہ۔ تحمل: برداشت۔

قطعہ

چہ خورد شیرِ شرزہ[1] در بنِ غار   باز افتادہ را چہ قوّت بود
گر تو در خانہ صید خواہی کرد   دست و پایت چو عنکبوت بود

پدر پسر را گفت: ترا دریں نوبت فلک یاوری کرد واقبال رہبری کہ صاحبِ دولتے بتو رسید و بر تو بخشید وکسرِ حالت را بتفقّدی جبر کرد چنیں اتفاق نادر افتد و بر نادر حکم نتواں کرد۔

بیت

صیّاد نہ ہر بار شغالے ببرد   باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

چنانکہ یکے از ملوک پارس رانگینے گرانمایہ در انگشتری بود، بارے بحکم تفرّج با تنے چند خاصاں بمصلائے شیراز بیروں رفت فرمود تا انگشتری را بر گنبدِ عضد نصب کردند تا ہر کہ تیر از حلقۂ انگشتری بگذارد خاتم اورا باشد، اتفاقاً چہار صد حکم انداز کہ در خدمتِ او بودند بینداختند جملہ خطا کردند مگر کودکے کہ بر بامِ رباطے ببازیچہ تیر از ہر طرف می انداخت بادِ صبا تیر او از حلقۂ انگشتری بگذرانید خلعت ونعمت یافت وخاتم بوے ارزانی داشتند، آوردہ اند کہ پسر تیر وکمان را بسوخت، گفتند، چرا چنیں کردی؟ گفت: تا رونقِ نخستیں برجائے ماند۔

قطعہ

کہ بود کز حکیم روشن رائے   بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے ناداں   بغلط بر ہدف زند تیرے

---

[1] شرزہ: غضبناک۔ بن: جڑ۔ عنکبوت: مکڑی۔ نوبت: مرتبہ۔ کسر: شکستگی۔ تفقد: دلجوئی۔ نادر: کمیاب۔
شغال: گیدڑ۔ پلنگ: چیتا۔ نگینہ: نگ۔ انگشتری: انگوٹھی۔ تفرج: تفریح۔ مصلی: عیدگاہ۔ گنبدعضد: عضدالدین بادشاہ کے مقبرہ کا گنبد۔ نصب: قایم۔ حکم انداز: نشانہ پر شرطیہ تیر مارنے والا۔ بام: بالاخانہ۔ رباط: مسافرخانہ۔
رونقِ نخستیں: پہلی آبرو۔ بغلط بر ہدف زند تیرے: غلطی سے نشانہ پر تیر مار دے۔

حکایت[۱] نمبر (۲۹): درویشے راشنیدم کہ بہ غارے نشستہ بود و در بروئے از جہاں بستہ وملوک واغنیاء را در چشم ہمّت او شوکت وہیبت نماند۔

قطعہ

ہر کہ بر خود درِ سوال کشاد — تا بمیرد نیاز مند بود
آز بگذار و پادشاہی کن — گردن بے طمع بلند بود

یکے از ملوکِ آں طرف اشارت کرد کہ توقع بہ کرم واخلاقِ مرداں[۲] چنیں ست کہ یکے با ما بناں ونمک موافقت کنند شیخ رضا داد بحکم آنکہ اجابتِ دعوت سنّت ست و دیگر روز مَلِک بعذر قدومش رفت عابد از جائے برجست ومَلِک را در کنار گرفت وتلطّف کرد وثنا گفت، چوں غائب شد یکے از جماعت پرسید شیخ را کہ چندیں ملاطفت امروز کہ با پادشہ کردی خلافِ عادت بود دیگر ندیدم گفت: نشنیدی آنکہ یکے از صاحبدلاں گفتہ ست۔

فرد

ہر کرا بر سماط بنشستی — واجب آمد بخدمتش برخاست

---

۱ حکایت نمبر (۲۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فقیر کو امرا اور بادشاہوں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ ورنہ رفتہ رفتہ دامن صبر وقناعت اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

جہان: یعنی دنیا والے۔ شوکت: دبدبہ۔ ہیبت: خوف۔

درسوال کشادہ: یعنی مانگنا شروع کر دیا۔ نیاز مند: تابعدار۔ آز: لالچ

۲ توقع بہ کرم واخلاق مردان: یعنی جناب کے اخلاق اور کرم سے توقع ہے۔ یکے: ایک بار۔

با ما بنان ونمک موافقت کنند: یعنی ہمارے ساتھ کھانا کھالیں۔ اجابت: قبول کرنا۔

کنار: بغل۔ تلطف: مہربانی۔ ملاطفت: نرمی۔

سماط: دسترخوان۔ بخدمتش برخاست: اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا۔

مثنوی

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے — نشنود آوازِ دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبد ز تماشائے[۱] باغ — بے گل و نسریں بسر آرد دماغ
گر نبود بالشِ آگندہ پر — خواب تواں کرد حجر زیرِ سر
ور نہ بود دلبرِ ہمخوابہ پیش — دست تواں کرد بآغوشِ خویش
ویں شکمِ بے ہنر و پیچ پیچ — صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

---

۱ تماشا: سیر۔ نسریں: چنبیلی۔

بالش آگندہ پر: پروں کا تکیہ۔ حجر: پتھر۔

ورنہ بود: اگر نہ بود۔ دلبر ہمخوابہ: ساتھ سونے والا معشوق۔

باب چہارم

درفوائد خاموشی

حکایت[۱] نمبر(۱): یکے از دوستاں گفتم: امتناعِ سخن گفتنم بعلّت آں اختیار آمدہ است کہ غالب اوقات در سخنِ نیک و بد اتفاق افتد و دیدۂ دشمناں جز بر بدی نمی آید، گفت: اے برادر! دشمن آں بہ کہ نیکی بہ بیند۔

شعر

وَأَخُو الْعَدَاوَةِ[۲] لَا يَمُرُّ بِصَالِحٍ — اِلاَّ وَيَلْمُزُهٗ بِكَذَّابٍ أَشِرٍ

شعر

ہنر بچشمِ عداوت بزرگتر عیب ست — گل ست سعدی و در چشمِ دشمناں خارست

بیت

نور گیتی فروزِ چشمۂ ہور — زشت باشد بچشمِ موشکِ کور

حکایت[۳] نمبر(۲): بازرگانے راہزار دینار خسارت افتاد پسر را گفت: نباید کہ با کسے ایں سخن

---

[۱] حکایت نمبر(۱): اس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ اکثر حالات میں خاموش رہنا ہی بہتر ہوتا ہے، ورنہ بہتر سے بہتر بات پر نکتہ چینی شروع ہو جاتی ہے۔ امتناع: رکنا۔ اختیار: پسند۔ غالب: اکثر۔ دشمن آن بہ: یعنی تمہارے لیے وہی دشمن اچھا ہے جس کی نگاہ تمہاری نیکی پر نہ پڑے ورنہ اس کو بھی برباد کرنے کی کوشش کرے گا۔

[۲] وَاَخُوالعداوۃ الخ: دشمن نیک پر سے ہو کر بھی گذرتا ہے تو اس کو جھوٹا متکبر ہونے کا عیب لگاتا ہے۔
چشم عداوت: دشمنی کی آنکھ۔ ہُور: بضم ہاو واوِ مجہول، آفتاب۔ موشک: چھچھوندر۔ کور: اندھا۔

[۳] حکایت نمبر(۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے نقصان کی خبریں سنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔
خسارت: ٹوٹا۔

درمیان نہی گفت: اے پدر! فرمان[۱] تراست نگویم ولیکن باید کہ مرا بر فائدۂ ایں مطلع گردانی کہ مصلحت در نہاں داشتن چیست۔ گفت: تا مصیبت دو نشود یکے نقصانِ مایہ دیگر شماتتِ ہمسایہ۔

شعر

مگر اندہِ خویش با دشمناں — کہ لاحول گویند شادی کناں

حکایت[۲] نمبر(۳): جوانے خردمند از فنونِ فضائل حظے وافر داشت وطبعے نافر چنانکہ در محافلِ دانشمنداں نشستے زبانِ سخن ببستے، بارے پدرش گفت: اے پسر تو نیز آنچہ دانی بگوئی، گفت: ترسم از آنچہ ندانم بپرسند و شرمساری برم۔

قطعہ

آں شنیدی کہ صوفیئے می کوفت — زیرِ نعلینِ خویش میخے چند
آستینش گرفت سرہنگے — کہ بیا نعل بر ستورم بند

ففرد

نگفتہ ندارد کسے با تو کار — ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

---

[۱] فرمان: حکم۔ مایہ: سرمایہ۔ شماتت: دوسرے کی برائی کو دیکھ کر خوش ہونا۔ ہمسایہ: پڑوسی۔
اندہ: غم۔ کہ لاحول گویند: یعنی دل میں خوش ہوتے ہوئے لاحول پڑھیں گے۔

[۲] حکایت نمبر(۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم کے سامنے خاموشی ہی بہتر ہے ورنہ جہالت کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ فنون: قسمیں۔ حظ: حصہ۔ نافر: یعنی زیادہ باتیں کرنے سے نفرت کرنے والی۔
محافل: مجالس می کوفت: ٹھوک رہا تھا۔ زیر نعلین: جوتوں کے تلے۔ سرہنگ: سپاہی۔ ستور: یعنی گھوڑا۔
نگفتہ الخ: یعنی نہ کہی ہوئی بات کے متعلق کسی کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔

حکایت ۱ نمبر (۴): عالمے معتبر را مناظرہ افتاد با یکے از ملاحدہ "لَعَنَھُمُ اللّٰہُ عَلٰی حِدَۃٍ" و بہ حُجّت او بر نیامد سپر بینداخت و برگشت، کسے گفتا: ترا با چندیں فضل و ادب کہ داری بابے دینے حُجّت نماند، گفت: علمِ من قرآن ست و حدیث و گفتارِ مشائخ، و او بدینہا معتقد نیست و نمی شنود و مرا شنیدنِ کفرِ او بہ چہ کار آید۔

بیت

آنکس کہ بہ قرآن و خبر زونرہی — آنست جوابش کہ جوابش ندہی

حکایت ۲ نمبر (۵): جالینوس ابلہے را دیدست در گریبانِ دانشمندے زدہ و بے حرمتی ہمی کرد، گفت: اگر ایں دانا بودے کارِ او بناداں بدیں جا نرسیدے

مثنوی

دو عاقل را نباشد کین و پیکار — نہ دانائے ستیزد با سبکسار

---

۱ حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دین و مذہب کے مخالفوں سے شدید ضرورت کے بدون مناظرہ نہ کرنا چاہیے۔

مناظرہ: حق ثابت کرنے کے لیے گفتگو کرنا۔ ملاحدہ: ملحد کی جمع، بے دین۔ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ عَلٰی حِدَۃٍ: خدا ان میں سے ہر ایک پر لعنت کرے۔ حُجّت: دلیل۔ برنیامد: نہ جیت سکا۔ گفتارِ مشائخ: بزرگوں کے قول۔ خبر: حدیث۔

زونرہی: اس سے چھٹکارا حاصل نہ ہو۔ آنست جوابش: اس کا یہی جواب ہے کہ اس کو کوئی جواب نہ دے۔

۲ حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ کج طبع لوگوں کے بالمقابل خاموشی عین دانائی ہے۔

جالینوس: مشہور یونانی حکیم ہے۔ گفت: یعنی جالینوس نے کہا کہ اگر یہ دانشمند عقلمند ہوتا تو اس جاہل کے بالمقابل ابتداء ہی نرمی کرتا تا کہ یہ ذلت نہ دیکھنی پڑتی۔ کین: کینہ۔ پیکار: جنگ۔ سبکسار: یعنی سبک سر (کم عقل) الف تحسین کلام اور قافیہ کی ضرورت سے بڑھا دیا جاتا ہے۔

اگر ناداں بوحشت ۱ سخت گوید — خرد مندش بہ نرمی دل بجوید
دو صاحبدل نگہدارند موئے — ہمیدوں سرکشے و آزرم جوئے
وگر در ہر دو جانب جاہلانند — اگر زنجیر باشد بگسلانند
یکے را زشت خوئے داد دُشنام — تحمل کرد و گفت اے نیک فرجام
بتر زانم کہ خواہی گفت آنی — کہ دانم عیبِ من چوں من ندانی

حکایت ۲ نمبر (۶): سحبان وائل را در فصاحت بے نظیر نہادہ اند بحکم آنکہ سالے بر سرِ جمع سخن گفتے کہ لفظے مکرّر نکردے و اگر ہماں اتفاق افتادے بعبارتِ دیگر بگفتے واز جملہ ادبِ ندمائے حضرتِ ملوک یکے ایں ست۔

مثنوی

سخن گرچہ دلبند و شیریں بود — سزاوارِ تصدیق و تحسین بود
چو یکبار گفتی مگو باز پس — کہ حلوا چو یکبار خوردند وبس

---

۱ وحشت: بے تمیزی۔

موئے: بال۔ ہمی دوں: ہمچنیں یعنی ایک بال اگر دو بھلوں یا ایک بھلے اور ایک برے کے ہاتھوں میں ہو تو وہ رسہ کشی کر کے اس کو نہ توڑیں گے دونوں بھلے ہیں تو رسہ کشی ہی نہ ہوگی۔ اگر ایک برا اور ایک بھلا ہے تو اگر چہ برا کھینچے گا لیکن بھلا ڈھیل دے گا۔ بہر حال ٹوٹنے کی نوبت نہ آئے گی۔

وگر: یعنی اگر دونوں جانب جاہل ہوگئے تو رسہ کشی ضرور ہوگی۔ بال تو بال زنجیر کو بھی توڑ ڈالیں گے۔

فرجام: انجام۔ کہ دانم الخ: یعنی میرے بہت سے عیب تو ایسے ہیں جن کو میں ہی جانتا ہوں تو ان سے واقف بھی نہیں ہے۔

۲ حکایت نمبر (۶): اس حکایت میں گفتگو کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔

سحبان وائل: یعنی سحبان ابن وائل عرب کا مشہور فصیح و بلیغ مقرر۔ بحکم: بسبب۔ سالے: سال بھر۔

برسرِ جمع: مجمع کے سامنے۔ ندماء: ہمنشیں۔ حضرت: دربار۔

سزاوار: مستحق۔ حلوا چو یکبار: یعنی حلوے کے بھی مکرر کھانے میں مزا نہیں آتا۔

حکایت[1] نمبر (۷): یکے را از حکما شنیدم کہ می گفت: ہرگز کسے بہ جہل خود اقرار نکردہ است مگر آں کس کہ چوں دیگرے در سخن باشد ہمچناں تمام ناگفتہ سخن آغاز کند

مثنوی

سخن را سرست[2] اے خردمند و بن | میاور سخن درمیانِ سخن
خداوندِ تدبیر و فرہنگ و ہوش | نگوید سخن تا نہ بیند خموش

حکایت[3] نمبر (۸): تنے چند از بندگانِ محمود گفتند حَسَنِ میمندی را کہ سلطان امروز چہ گفت ترا در فلاں مصلحت، گفت بر شما ہم پوشیدہ نماند، گفتند، آنچہ با تو گوید بامثال ما گفتن رَوا ندارد، گفت: باعتمادِ آنکہ داند کہ نگویم پس چرا ہمی پرسید؟

بیت

نہ ہر سخن کہ برآید بگوید اہل شناخت | بَسِرِ شاہ سرِ خویشتن نشاید باخت

حکایت[4] نمبر (۹): در عقدِ بیع سرائے متردّد بودم جہودے گفت: بخر کہ من از کدخدایان محلّتم

---

[1] حکایت نمبر (۷): اس حکایت میں بھی بات کرنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔ ہرگز کسے الخ: یعنی اپنے جہل کا کوئی اقرار نہیں کرتا۔ ہاں وہ آدمی خود اپنی جہالت کا معترف ہے جو دوسروں کی بات کاٹے۔

[2] سر: ابتداء۔ بن: خاتمہ۔ فرہنگ: دانائی۔

[3] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ شاہوں کے راز کی حفاظت ضروری ہے اگر کوئی دریافت بھی کرے تو خاموشی مناسب ہے۔ حسن میمندی: سلطان محمود کا وزیر۔ گفت: یعنی حسن میمندی۔

اہل شناخت: سمجھدار۔ سر: راز۔ سر باختن: سر کٹوانا۔

[4] حکایت نمبر (۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ یہودی خواہ مخواہ دخل نہ دیتا تو اس کو یہ باتیں نہ سننی پڑتیں۔

عقد بیع سرائے: مکان کے خریدنے کا معاملہ۔ جہود: یہودی۔ کدخدا: صاحبِ خانہ۔ محلّت: محلّہ۔

وصف ایں خانہ چنانکہ ہست از من پرس ہیچ عیبے ندارد، گفتم: بجز آنکہ[1] تو ہمسایۂ من باشی۔

قطعہ

خانہ را کہ چوں تو ہمسایہ ست | دو درمِ سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود | کہ پس از مرگِ تو ہزار ارزد

حکایت[2] نمبر (۱۰): یکے از شعرا پیش امیرِ دُزداں رفت وثنا گفت، فرمود: تا جامہ اش برکنند واز دہ بدر کنند مسکین برہنہ بسرما می رفت، سگاں در قفائے وے افتادند خواست تا سنگے برادر وسگاں را دفع کند زمین یخ بستہ بود وعاجز شد، وگفت: ایں چہ حرامزادہ مرد مانند سگاں را کشادہ اند وسنگ رابستہ، امیرِ دُزداں از غرفہ بدید بشنید وبخندید وگفت: اے حکیم! از من چیزے بخواہ، گفت: جامۂ خود مے خواہم اگر انعام فرمائی۔

مصرع: رَضِینَا مِنْ نَوَالِکَ بِالرَّحِیْلِ

---

[1] بجز آنکہ: یعنی اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ تو میرا محلہ دار بنے گا۔

کم عیار: غیر خالص۔ ہزار ارزد: یعنی دو ہزار روپیہ قیمت کا ہے۔

[2] حکایت نمبر (۱۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہ شاعر چوروں کے سردار کی تعریف نہ کرتا اور خاموش رہتا تو یہ ذلت نہ ہوتی۔

شعرا: شاعر کی جمع۔ امیر زداں: چوروں کا سردار۔ ثنا: تعریف۔

از دہ بدر کنند: گاؤں سے نکال دیں۔ سگاں در قفائے وے افتادند: کتے اس کے پیچھے پڑ گئے۔

دفع کند: بھگائے۔ زمیں یخ بستہ بود: زمین پر برف جمی ہوئی تھی۔ حرامزادہ: شریر۔

غرفہ: بالاخانہ۔ اگر انعام فرمائی: اگر عنایت فرمادیں۔

رَضِینَا مِنْ نَوَالِکَ بِالرَّحِیْلِ: آپ کی عطا کے بدلے ہم اسی پر راضی ہیں کہ (بخیریت گھر کو) کوچ کر جائیں۔

بیت

امیدوار بود آدمی بخیرِ کساں[1] مرا بخیرِ تو امید نیست شرمرساں

سالارِ دُزداں رابرو رحمت آمد جامہٗ او باز داد وقبائے پوستینے براں مزید کرد ودرمے چند۔

حکایت[2] نمبر(۱۱): منجّمے بخانہ درآمد مردِ بیگانہ دید بازنِ او باہم نشستہ، دُشنام داد وسخت گفت درہم افتادند فتنہ وآشوب برخاست، صاحبدلے بریں واقف گشت گفت:

شعر

تو بَر اَوجِ فلک چہ دانی چیست چون ندانی کہ در سرائے تو کیست

حکایت[3] نمبر(۱۲): خطیبے "کَرِیۡہُ الصَّوۡتۡ" خودراخوش آواز پنداشتے وفریادِ بے فائدہ برداشتے گفتی "نَعِیۡبُ غُرَابُ الۡبَیۡنِ" در پردۂ الحانِ اوست یا آیہ۔ "اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ" درشانِ اوست۔

شعر

اِذَا[4] نَهَقَ الۡخَطِیۡبُ اَبُو الۡفَوَارِسِ لَهٗ صَوۡتٌ یَهُدُّ اصۡطُخۡرَ فَارِسۡ

---

[1] کساں: بھلے لوگ۔ مرابخیرالخ: یعنی مجھے جناب سے بھلائی کی کوئی توقع نہیں میرے ساتھ برائی تو نہ کیجئے۔

قبائے پوستینے: بالدار چمڑے کا چوغہ۔

[2] حکایت نمبر(۱۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ منجم چونکہ لوگوں سے باتیں بناتا ہے، لہٰذا اس کو اس وقت یہ بات سننی پڑی۔ منجم: نجومی۔ مردِ بیگانہ: اجنبی آدمی۔ درہم افتادند: لڑ پڑے۔

آشوب: شوروغل۔ اَوج: بلندی۔ فلک: آسمان۔ سرائے: گھر۔

[3] حکایت نمبر(۱۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیوب تم پر ظاہر کرے تو خاموشی سے سننا چاہیے۔

خطیب: واعظ۔ کَرِیۡہُ الصَّوۡتۡ: بھدی آواز والا۔ فریاد: شوروغل۔ نَعِیۡبُ غُرَابُ الۡبَیۡنِ: فراق کے کوّے کی آواز۔ کوّے کی کائیں کائیں کو دودوستوں کی جدائی کا سبب سمجھا گیا ہے اسی لیے وہ بہت ناگوار گذرتی ہے۔ الحان: لے۔

اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ: بیشک بدترین آواز۔ یہ گدھے کی آواز کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

[4] اِذَا الخ: جب ابوالفوارس واعظ گدھے کی طرح ہنہناتا ہے تو فارس کا قلعہ اصطخر لرزتا ہے۔

مردمِ قریہ[1] بعلّتِ جاہے کہ داشت بلیّتش رامیکشیدند واذیّتش رامصلحت نمی دیدند تا یکے از خطبائے آں اقلیم کہ بااوعداوتے نہانی داشت بارے بپرسیدنِ او آمدہ بود گفت: ترا خوابے دیدہ ام،[2] خیر باد۔ گفت: چہ دیدی گفت: چناں دیدم کہ ترا آوازِ خوش است ومردماں ازانفاسِ تو در راحت، خطیب اندریں لختے، بیندیشید وگفت: جَزَاکَ اللّٰہُ این چہ مبارک خوابیست کہ دیدی کہ مرا برعیبِ خود واقف گردانیدی معلوم شد کہ آوازِ ناخوش دارم وخَلۡق از بلند خواندنِ من دررنجند، عہد کردم کہ ازیں پس خطبہ نگویم مگر بہ آہستگی۔

قطعہ

از صحبتِ دوستے برنجم کاخلاقِ بدم حَسَن نماید
عیبم ہنر و کمال بیند خارم گل و یاسمن نماید
کو[3] دشمنِ شوخ چشم بے باک تا عیبِ مرا بمن نماید

فرد

ہر آنکس کہ عیبش نگویند پیش ہنر داند از جاہلی عیبِ خویش

حکایت[4] نمبر(۱۳): یکے درمسجد بطوع بانگِ نماز گفتے باداۓ کہ مستمعان راازو نفرت بودے

---

[1] مردمِ قریہ: گاؤں کے لوگ۔ علّت: سبب۔ جاہ: عزت۔

بلیّتش رامیکشیدند: اس کی مصیبت برداشت کرتے تھے۔ اذیّتش: اس کو ستانا۔ عداوتے نہانی: پوشیدہ۔ دشمنی۔

[2] تراخوابے دیدہ ام: تیرے متعلق ایک خواب دیکھا ہے۔ خیر باد: خدا کرے بہتر ہو۔

انفاس: سانس۔ لختے: تھوڑی دیر۔ خلق: مخلوق۔

ازصحبت دوستے الخ: مجھے اس دوست سے تکلیف پہنچی ہے جو میرے اخلاق کو اچھا کر کے دکھائے۔

[3] کو: کہاں ہے۔ جاہلی: نادانی۔

[4] حکایت نمبر(۱۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے عیب کو اس پر ظاہر کرنے کے لیے سلیقہ کی ضرورت ہے۔

بطوع: خوشی سے۔ بانگ: اذان۔ مستمعان: سننے والے۔

وصاحبِ مسجد امیرے بود عادل نیک سیرت نمی خواستش کہ دل آزردہ گردد، گفت: اے جواں مرد! مرایں مسجد را موذّنانِ قدیمی اند کہ ہر یکے ازایشاں را پنج دینار مرتب[1] داشتہ ام ترا دہ دینار می دہم تا جائے دیگر روی، بریں قول اتفاق کردند، پس از مدّتے در گذرے پیشِ امیر باز آمد وگفت: اے خداوند! برمن حیف کردی کہ بدہ دینار ازاں بقعہ ام بیرون کردی کہ آنجا رفتہ ام بست دینار می دہند کہ جائے دیگر روم قبول نمی کنم، امیر بخندید وگفت: زنہار نستانی کہ بہ پنجاہ دینار راضی گردند۔

شعر

بہ تیشہ کس نہ خراشد ز روئے خارا گل | چنانکہ بانگِ درشتِ تو می خراشد دل

حکایت[2] نمبر (۱۴): ناخوش آوازے بہ بانگِ بلند قرآن خواندے صاحبدلے روزے برو بگذشت وگفت: ترا مشاہرہ[3] چندست؟ گفت: ہیچ، گفت: پس ایں زحمت بخود چرا میدہی، گفت: از بہر خدا می خوانم، گفت: از بہر خدا دیگر مخواں۔

بیت

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی | ببری رونق مسلمانی

صاحب مسجد: مسجد کا متولی۔

[1] مرتب: مقرر تنخواہ۔ اتفاق کردند: معاملہ طے ہوگیا۔ گذر: راستہ۔ حیف: ظلم۔ بقعہ: جگہ۔

زنہار نستانی: ہرگز نہ لے لینا۔ تیشہ: کدال۔ خارا: ایک قسم کا پتھر ہے۔

گل الخ: پتھر سے مٹی کھرچنے سے دلخراش آواز پیدا ہوتی ہے۔

[2] حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بھدی آواز والے کو زور سے قرآن نہ پڑھنا چاہیے۔

ناخوش آوازے: بھدی آواز والا۔

[3] مشاہرہ: ماہانہ تنخواہ۔ زحمت: تکلیف۔ بہر خدا: خدا کے لیے۔

نمط: طریقہ۔روش۔ ببری رونقِ مسلمانی: یعنی مسلمانوں کی عزت خاک میں ملادے گا۔

بابِ پنجم

در عشقِ و جوانی

حکایت[1] نمبر (۱): حسن میمندی را گفتند: سلطانِ محمود چندیں بندۂ صاحبِ جمال دارد کہ ہر یکے بدیعِ جہانے اند چگونہ افتادہ است کہ باہیچ کدام ازایشان میلے ومحبّتے ندارد چنانکہ با ایاز با آنکہ زیادتِ حسنے ندارد؟ گفت: ہر چہ در دِل فرود آید در دیدہ نکو نماید۔

قطعہ

کسے بہ دیدۂ انکار گر نگاہ کند | نشانِ صورتِ یوسف دہد بنا خوبی
وگر بچشمِ ارادت نگہ کند در دیو | فرشتہ اش بنماید بچشم محبوبی

مثنوی

ہر کہ سُلطاں مُرید او باشد | گر ہمہ بد کند نکو باشد
وانکہ را پادشہ بیندازد | کسش از خیل خانہ[2] ننوازد

حکایت[3] نمبر (۲): گویند: خواجہ را بندۂ نادِرُ الحُسن بود باوے بسبیلِ مودّت ودیانت نظرے داشت با یکے از دوستان گفت: دریغ ایں بندۂ من با حسنِ وشمائلے کہ دارد اگر زباں دراز

---

[1] حکایت نمبر (۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عشق کے لیے خوبصورتی ہی ضروری نہیں ہے۔

حسن میمندی: سلطان محمود کا وزیر اعظم۔ بدیع: عجیب۔ ایاز: سلطان محمود کا غلام۔ دردِل فرود آید: دل میں کھب جاتی ہے۔ انکار: بے اعتقادی۔ نشان دہ: بیان کرے۔ ناخوبی: برائی۔

[2] خیل خانہ: خاندان۔ [3] حکایت نمبر (۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عشق ومحبت ہیبت ودبدبہ کو ختم کردیتی ہے۔

نادِرُ الحُسن: نایاب حسن والا۔ دیانت: پرہیزگاری۔ دریغ: افسوس۔ شمائل: خصلتیں۔

و بے ادب نبودے چہ خوش بودے؟ گفت: اے برادر چوں اقرار دوستی کردی توقع خدمت مدار کہ چوں عاشقی و معشوقی درمیاں آمد مالکی و مملوکی برخاست۔

قطعہ

خواجہ [1] با بندۂ پری رخسار — چوں در آید ببازی و خندہ
چہ عجب کو چو خواجہ حکم کند — ویں کشد بار نازِ چوں بندہ

بیت

غلام آبکش باید و خشت زن — بود بندۂ نازنیں مشت زن

حکایت [2] نمبر (۳): پارسائے را دیدم بہ محبتِ شخصے گرفتار نہ طاقتِ صبر نہ یارائے گفتار چندانکہ ملامت دیدے و غرامت کشیدے ترکِ تصابی نہ کردے گفتے:

قطعہ

کوتہ نہ کنم زدامنت دست — ورخود بزنی بہ تیغِ تیزم
بعد از تو ملاذ و ملجائے نیست — ہم درِ تو گریزم ار گریزم

[1] خواجہ: آقا۔ بندہ: غلام۔ درآید: برتاؤ کرے۔ کو: یعنی وہ غلام۔ ویں: یعنی یہ آقا۔

آبکش: پانی بھرنے والا۔ خشت زن: اینٹیں پاتھنے والا۔ مشت زن: مکے بازی کرنے والا۔

[2] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بتلائے عشق کو نصیحت کرنا بیکار ہے۔

یارائے گفتار: بات کہنے کی طاقت۔ غرامت: مصیبت۔ تصابی: عشق۔

ورخود بزنی الخ: یعنی اگر تیز تلوار سے بھی مجھے مار ڈالے۔

ملاذ و ملجا: جائے پناہ۔ درتو گریزم ارگریزم: اگر تجھ سے بھاگوں گا تو تیری طرف بھاگوں گا۔

بارے ملامتش کردم و گفتم عقلِ نفیست [1] را چہ شد کہ نفسِ خسیست غالب آمد زمانے بفکرت فرو رفت و گفت:

قطعہ

ہر کجا سُلطانِ عشق آمد نماند — قوّتِ بازوئے تقویٰ را محل
پاک دامن چوں زید بیچارہ — اوفتادہ تا گریباں در وحل

حکایت [2] نمبر (۴): یکے را دل از دست رفتہ بود و ترکِ جاں گفتہ مطمحِ نظرش جائے خطرناک و مظنۂ ہلاک نہ لقمہ متصور شدے کہ بکام آید یا مرغے کہ بدام افتد۔

بیت

چو در چشمِ [3] شاہد نیاید زرت — زر و خاک یکساں نماید برت

بارے نصیحتش گفتند ازیں خیالِ محال تجنّب کن خلقے ہم بدیں ہوس کہ تو داری اسیر اند و پائے دل در زنجیر بنالید و گفت:

[1] عقل نفیس: عمدہ عقل۔ نفسِ خسیس: کمینہ نفس۔ زید: جیئے۔ وَحَل: کیچڑ۔

[2] حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عشق کامل اس وقت سمجھا جائے گا جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے جو اس عشق کا تھا۔

از دست رفتہ بود: بے قابو تھا۔ ترکِ جان گفتہ: مرنے کی ٹھان لی تھی۔ مطمحِ نظر: مقصود۔

مظنۂ ہلاک: وہ جگہ جس میں مرنے کا احتمال ہو۔ نہ لقمہ: یعنی وہ معشوق نہ تو منہ کا نوالا ہی تھا کہ حلق میں آجاتا۔

یا مرغے: یعنی نہ ایسا پرند تھا جو جال میں پھنس جاتا۔

[3] چو در چشم الخ: یعنی معشوق کی نظر میں اگر تیرے روپیہ پیسے کی وقعت نہیں ہے تو پھر تیرے لیے سونا اور مٹی یکساں ہے۔

بارے: ایک مرتبہ۔ تجنب کن: بچ۔ خلقے ہم الخ: یعنی یہ مصیبت تیرے لیے کوئی نئی نہیں ہے۔

قطعہ

دوستاں گو نصیحتم مکنید — کہ مرا دیدہ[۱] بر ارادتِ اوست
جنگ جویاں بزور پنجہ و کتف — دشمنان را کشند و خوباں دوست

شرطِ مودّت نباشد باندیشۂ جان دل از مہرِ جاناں برگرفتن

ابیات

تو کہ در بندِ خویشتن باشی — عشق بازی دروغ زن باشی
گر نشاید بدوست رہ بردن — شرطِ عشق ست در طلب مردن

فرد

گر دست دھد[۳] کہ آستینش گیرم — ورنہ بروم بر آستانش میرم

متعلقانش را کہ نظر در کارِ او بود و شفقت بروزگارِ او پندش دادند[۴] و بندش نہادند[۵]۔

شعر

دردا[۶] کہ طبیب صبر می فرماید — ویں نفسِ حریص را شکر می باید

---

۱ مرادیدہ: میری نگاہ۔ برارادتِ اوست: اس سے تعلق پر ہے خواہ وصل ہو یا نہ ہو۔

۲ کتف: بازو۔ وخوبان دوست: یعنی خوباں دوست را کشند ۔ مودّت: محبت۔ اندیشۂ جان: جان کا خطرہ۔
مہر: محبت۔ بندخویشتن: اپنی فکر۔ عشق باز: عاشق۔ دروغ زن: جھوٹا۔ بدوست رہ بردن: دوست تک پہنچنا۔

۳ دست رسد: قدرت ہو۔ متعلقانش: اس کے رشتہ دار۔ اش: ضمیر یا عاشق کی طرف لوٹتی ہے یا معشوق کی طرف۔
نظر درکاراوبود: یعنی جو اس کی حالت دیکھ رہے تھے۔ ۴ پندش داند: اس کو نصیحت کی۔

۵ وبندش نہادند: اس کو بند کر دیا۔

۶ دردا: بہت سے مرض ہیں۔ صبر: ایلوا یا شکر سے پرہیز۔

ابیات

آں شنیدی کہ شاہدے[۱] بہ نہفت — با دل از دست دادہ می گفت
تا ترا قدرِ خویشتن باشد — پیشِ چشمت چہ قدر من باشد

آوردہ اند کہ مر آں پادشاہزادہ را کہ مطمحِ نظر او بود خبر کردند کہ جوانے بر سرِ ایں میدان مداومت می نماید خوش طبع شیریں زبان سخنہائے لطیف میگوید و نکتہائے[۲] بدیع از وی شنوند، چنیں معلوم می شود کہ شورے در سَر دار و سوزے در جگر و شیدا صفت می نماید، پسر دانست کہ دل آویختۂ اوست و ایں گردِ بلا انگیختۂ او، مُرکب بجانبِ او راند چوں دید کہ شاہزادہ بنزدیکِ او عزم آمدن دارد بگریست و گفت:

بیت

آنکس کہ مرا بکشت و باز آمد پیش — مانا کہ دلش بسوخت بر کشتۂ خویش

چندانکہ ملاطفت کرد و پرسید کہ چونی و از کجائی و چہ نام داری و چہ صنعت دانی؟ جوان در قعرِ بحرِ مودّت چناں غریق ماندہ کہ مجالِ نَفَس نداشت۔

---

۱ شاہد: معشوق۔ نہفت: خلوت، تنہائی۔ بادل از دست دادہ: جس کا دل بے قابو ہو، یعنی عاشق۔
تا ترا: یعنی جب تک تجھے اپنی فکر ہے تیری نگاہ میں میری کیا عزت ہو سکتی۔
مطمحِ نظر: منظور نظر۔ مداومت: ہمیشگی۔

۲ نکتہائے بدیع: عجیب نکتے۔ شور: جنون۔ شیدا: عاشق۔ دل آویختہ اوست: اس کا عاشق ہے۔
وایں گرد بلا انگیختہ او: یعنی یہ عشق میرا ہی پیدا کردہ ہے۔ مرکب: سواری۔ عزم: ارادہ۔ مانا: ”ہمانا“ کا مخفف ہے بمعنی حقیقتاً۔

ملاطفت: مہربانی۔ چونی: آپ کیسے ہیں۔ از کجائی: آپ کا وطن کہاں ہے۔
چہ صنعت دانی: کیا پیشہ کرتے ہو۔ قعر: گہرائی۔ مودّت: دوستی۔ غریق: ڈوبا ہوا۔

بیت

اگر خود هفت سبع از بر بخوانی ‌‌ ‌ چو آشفتی الف با تا ندانی[1]

گفتا: سخنے بامن چرا نگوئی که هم از حلقهٔ درویشانم بلکه حلقه بگوش ایشانم آنگه بقوت استیناس محبوب از میانِ تلاطم امواجِ محبت سر برآورد وگفت:

شعر

عجب ست باوجودت که وجودِ من بماند ‌ ‌ ‌ تو بگفتن اندر آئی ومرا سخن بماند

این بگفت ونعره بزد وجان بحق تسلیم کرد۔

بیت

عجب[2] از کشته نباشد بدرِ خیمهٔ دوست ‌ ‌ ‌ عجب از زنده که چون جان بدر آورد سلیم

حکایت[3] نمبر (۵): یکے را از متعلمان[4] کمالِ بهجتے بود وطیبِ لهجتے معلّم از انجا که حسِ بشریت

---

[1] هفت سبع: قرآن کی سات منزلیں۔ از بر: حفظ۔ چو آشفتی: جب تو عاشق ہو جائے۔

حلقه بگوش: غلام۔ استیناس: مانوس بنانا۔ تلاطم امواج: موجوں کی طغیانی۔

عجب است الخ: یعنی تعجب ہے کہ تیرے وجود کے سامنے میرا وجود (علیحدہ) باقی ہے تو بولنا شروع کردے اور پھر بھی مجھ میں گویائی کی طاقت رہے۔ جان بحق تسلیم کرد: مرگیا۔

[2] عجب: تعجب ہے۔ یعنی اس پر تو کوئی تعجب نہیں ہے جس نے دوست کے دروازہ پر جان دیدی ہو۔ تعجب تو اس پر ہے جو صحیح سالم محبوب کے در سے واپس لوٹ آئے۔

[3] حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ جب عاشق مجازی کو بھی اپنے معشوق کی تمام باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں تو خدا کے عاشق کے لیے خدا کا ہر فعل پسندیدہ ہونا چاہیے۔

[4] متعلمان: شاگردان۔ بهجت: خوبصورتی۔ طیب: عمدگی۔ معلّم: استاذ۔ حس: احساس۔ بشریت: انسانیت۔

ست با حسنِ بَشَرَه[1] او معاملتے داشت زجر وتوبیخے که بر کودکانِ دیگر کردے در حقِ وے روا نداشتے وقتے که بخلوتش دریافتے گفتے۔

قطعه

نه آنچنان بتو مشغولم اے بهشتے روئی ‌ ‌ ‌ که یادِ خویشتنم در ضمیر می آید

زدیدنت نتوانم که دیده بر بندم ‌ ‌ ‌ گر از مقابله بینم که تیر می آید

بارے پسرش گفت: چندانکه در آدابِ درسِ[2] من نظرمی فرمائی در آدابِ نفسم همچنیں تامّل می فرمائی تا اگر در اخلاق من ناپسندے بینی که مرا آں پسندیده همی نماید بر آنم اطلاع فرمائی تا به تبدیلِ آں سعی کنم، گفت: اے پسر! ایں سخن از دیگرے پرس که آں نظر که مرا باتست جز هنر نمی بینم۔

قطعه

چشمِ بد اندیش که بر کنده باد ‌ ‌ ‌ عیب نماید هنرش در نظر

ور هنرے داری و هفتاد عیب ‌ ‌ ‌ دوست نه بیند بجز آں یک هنر

حکایت[3] نمبر (۶): شبے یاد دارم که یارِ عزیزم از در در آمد[4] چناں بے خود از جائے برجستم که چراغم به آستیں کشته شد۔

---

[1] بشره: بفتحتین چہرہ۔ زجر وتوبیخ: جھڑکنا۔ ضمیر: دل۔ بر بندم: بند کردم۔

[2] آداب درس: پڑھانے کے طریقے۔ نظر: غور۔ آدابِ نفس: اخلاق، عادات۔

اطلاع فرمائی: تو خبردار کردے۔ بداندیش: دشمن۔ بر کنده باد: خدا کرے وہ پھوٹ جائے۔ یہ جملہ معترضہ دشمن کی آنکھ کے لیے بددعا ہے۔ هنرے: اگر۔ ور: ایک ہنر۔

[3] حکایت نمبر (۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عاشق کو معشوق سے ملاقات کے وقت بے قابو نہ ہونا چاہیے۔ اگر اضطراراً کوئی حرکت ہو ہی جائے تو اس کی بہتر توجیہ کردے۔ ورنہ نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

[4] از در در آمد: دروازے سے اندر آیا۔ کشته شد: بجھ گیا۔

شعر

سَرىٰ[1] طَيْفُ مَنْ يَجْلُوْ بِطَلْعَتِهِ الدُّجٰى
فَقُلْتُ لَهٗ أَهْلًا وَ سَهْلًا وَمَرْحَبًا

بہ نشست وعتاب آغاز کرد[2] کہ درحال کہ مرا بدیدی چراغ بکشتی بہ چہ معنیٰ؟ گفتم: بدو معنی یکے آنکہ گمان بردم کہ آفتاب برآمد ودیگر آنکہ ایں بیتم بخاطر گذشت۔

قطعہ

چوں گرانے بہ پیشِ شمع آید   خیزش اندر میانِ جمع بکش
ور شکر خندہ ایست شیریں لب   آستینش بگیر و شمع بکش

حکایت[3] نمبر (۷): یکے دوستے را کہ زمانہا ندیدہ بود گفت: کجائی کہ مشتاق بودم؟ گفت: مشتاقی بہ کہ ملولی۔

---

[1] سَرىٰ الخ: اس محبوب کا تصور سامنے آیا جس کے روئے زیبا سے تاریکی روشن ہوجاتی ہے تو میں نے اس کو ''اھلاً وسھلاً ومرحبا'' کہا۔

[2] عتاب آغاز کرد: ناراضگی شروع کی۔ بہ چہ معنیٰ: کیا سبب۔ آفتاب برآمد: سورج نکل آیا، لہٰذا چراغ کی ضرورت نہیں۔

گِراں: یعنی وہ شخص جس کو دیکھ کر طبیعت پر گرانی ہو۔ بکش: چراغ بجھادے تاکہ اس پر نظر نہ پڑے۔
شمع بکش: تاکہ بوسہ وکنار ہوسکے۔

[3] حکایت نمبر (۷): اس حکایت کا منشایہ ہے کہ عاشق کو معشوق کا پیچھا نہ پکڑنا چاہیے اس سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔
زمانہا ندیدہ بود: جس سے ایک عرصہ سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ مشتاقی بہ کہ ملولی: ملاقات کے شوق میں رہنا تنگدلی سے بہتر ہے۔

مثنوی

دیر آمدی اے نگارِ سرمست   زودت ندہیم دامن از دست
معشوقہ[1] کہ دیر دیر بیند   آخر بہ ازانکہ سیر بیند

لطیفہ[2]

شاہدے کہ با رفیقاں آید بجفا کردن آمدہ است بحکمِ آنکہ از غیرت ومضادّت خالی نباشد۔

بیت

اِذَا[3] جِئْتَنِيْ فِيْ رُفْقَةٍ لِتَزُوْرَنِيْ
وَاِنْ جِئْتَ فِيْ صُلْحٍ فَأَنْتَ مُحَارِبٌ

قطعہ

بیک نَفَس[4] کہ درآمیخت یار با اغیار   بسے نماند کہ غیرت وجودِ من بکشد
بخندہ گفت کہ من شمعِ جمعم اے سعدی   مرا ازاں چہ کہ پروانہ خویشتن بکشد

حکایت[5] نمبر (۸): یاد دارم کہ در ایامِ پیشیں من و دوستے چوں دو مغزِ بادام در پوستے صحبت داشتیم، ناگاہ اتفاقِ غیبت افتاد پس از مدّتے کہ باز آمد عتاب آغاز کرد کہ دریں مدّت

---

[1] معشوقہ: یعنی جس محبوب کے دیدار گاہے گاہے ہوں وہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے جس کو دل بھر کر دیکھا جائے۔

[2] لطیفہ: عمدہ بات۔ بجفا کردن آمدہ است: ظلم ڈھانے آیا ہے۔ مضادّت: مخالفت۔

[3] اِذَا جِئْتَنِيْ الخ: جب تو چند دوستوں کے ساتھ میری ملاقات کو آئے۔ خواہ صلح ومصالحت ہی کیوں نہ ہو دراصل تو جنگجو ہے۔

[4] یک نَفَس: ایک لمحہ۔ اغیار: رقیب۔ بسے نماند: کچھ دور نہیں۔ من شمع جمعم: میں شمع محفل ہوں۔

[5] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عشق بے رشک بے حقیقت ہے۔

ایامِ پیشیں: گذشتہ ایام۔ دو مغز بادام در پوستے: بادام کی دو گریاں ایک چھلکے میں۔

قاصدے[1] نہ فرستادی، گفتم: دریغ آمدم کہ دیدۂ قاصد بہ جمالِ تو روشن گردد و من محروم۔

قطعہ

یارِ دیرینہ مرا گو بزباں توبہ مدہ — کہ مرا توبہ بشمشیر نخواہد بودن
رشکم آید کہ کسے سیر نگہ در تو کند — باز گویم کہ کسے سیر نخواہد بودن

حکایت[2] نمبر (۹): دانشمندے را دیدم کہ بہ کسے مبتلا شدہ و رازش از پردہ برملا افتادہ جورِ فراواں بردے و تحمّل بیکراں کردے، بارے بہ لطافتش گفتم: دانم کہ ترا در محبّتِ ایں منظورِ علّتے و بنائے محبّت بر زلّتے نیست، پس باوجود چنیں معنیٰ لائقِ قدرِ علماء نباشد خودرا متہم گردانیدن وجورِ بے ادباں بردن، گفت: اے یار! دستِ عتابم از دامن بدار کہ بارہا دریں مصلحت کہ تو بینی اندیشہ کردم[3] صبرم بر جفائے او سہل تر ہمی نماید از نادیدنِ او، وحکیمان گویند: دل بر مجاہدت نہادن آسان تر ست کہ چشم از مشاہدت فرو گرفتن۔

---

[1] قاصد: پیغامبر۔ بزبان توبہ مدہ: زبانی ملامت کر کے عشق سے توبہ نہ کرا۔

باز گویم: پھر دل میں سوچتا ہوں۔ سیر نخواہد بودن: تیرے دیکھنے سے کسی کو سیری حاصل ہو سکتی ہے۔

[2] حکایت نمبر (۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی عقلمند کو بھی عشق میں مبتلا دیکھو تو سرزنش نہ کرو۔ اس لیے کہ وہ اپنے اختیار ہی میں نہیں ہوتا۔

مبتلا: عاشق۔ رازش الخ: یعنی لوگ اس کے راز سے واقف ہو گئے۔

لطافت: مہربانی۔ منظور: معشوق۔ علّت: یعنی خواہش نفسانی۔ ذلّت: غلطی۔

دست عتابم از دامن بدار: یعنی مجھے ملامت نہ کر۔

[3] اندیشہ کردم: میں نے سوچا۔ صبرم: اس کے ظلم سہنا اس کے نہ دیکھنے سے آسان ہے۔

چشم از مشاہدت فرو گرفتن: نگاہ کو دیدار سے باز رکھنا۔

مثنوی

ہر کہ دل پیش دلبرے دارد — ریش[1] در دستِ دیگرے دارد
آہوے پالہنگ[2] در گردن — نتواند بخویشتن رفتن
آنکہ بے او بسر نشاید بُرد — گر جفائے کند بباید بُرد
روزے از دوست گفتمش زنہار — چند ازاں روز گفتم استغفار
نکند دوست زیہنا را ز دوست — دل نہادم بد انچہ خاطرِ اوست
گر بہ لطفم بنزدِ خود خواند — ور بہ قہرم براند او داند

حکایت[3] نمبر (۱۰): درعنفوانِ جوانی چنانکہ افتد ودانی باشاہدے سِرّے وسَرّے داشتم بحکمِ آنکہ حَلقے داشت طَیِّبُ الْاَدَاءِ وَخَلْقے کَالْبَدْرِ فِی الدُّجیٰ۔

---

[1] ریش الخ: اس کی داڑھی اور دوسروں کے ہاتھ ہوں گے۔

[2] پالہنگ: باگ ڈور۔ آنکہ بے او: یعنی جس کے بدون بسر نہ ہو۔

روزے از دوست الخ: یعنی ایک دن میں دوست سے یہ کہہ کر بیٹھا کہ تجھ سے خدا کی پناہ اس کے بعد کئی دن تک اپنی اس غلطی پر توبہ کرتا رہا۔

نکند دوست الخ: یعنی دوست سے دوست کبھی ایسی بات نہیں کہتا ہے۔

گر بہ لطفم الخ: شرط ہے۔ او داند: جزا ہے۔

[3] حکایت نمبر (۱۰): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کے لیے ایک پل کی طرح ہے لہٰذا اس میں وضعداری کے خیال سے مبتلا رہنا فعل عبث ہے۔

عنفوان: ابتداء جوانی۔ افتد ودانی: جملہ معترضہ ہے۔ یعنی ہر شخص کو اس قسم کے واقعات کا اتفاق پڑتا ہے اور تم بھی جوانی کے جوش جنوں سے واقف ہی ہو گے۔ سَر: بفتحِ اوّل، خیال۔ سِر: بکسر اوّل، راز۔ حلق: گلا۔

طَیِّبُ الْاَدَا: یعنی خوش آواز۔ خلق: جسمانی ساخت۔ بدر: چودھویں رات کا چاند۔ دُجیٰ: رات کی تاریکی۔

بیت

آنکہ نباتِ[1] عارضش آبِ حیات میخورد | در شکرش نگہ کند ہر کہ نبات میخورد

اتفاقاً خلافِ طبع از وے حرکتے بدیدم کہ ناپسندیدم دامن از و برکشیدم و مہرہ برچیدم[2] و گفتم:

بیت

برو ہر چہ می بایدت پیش گیر | سرِ ما نداری سرِ خویش گیر

شنیدم کہ ہمی رفت و می گفت:

بیت

شب پرہ گر وصلِ آفتاب نخواہد | رونقِ بازارِ آفتاب نکاہد

ایں بگفت و سفر کرد و پریشانئ او در من اثر۔

شعر

فَقَدْتُ زَمَانَ الْوَصْلِ وَالْمَرْءُ جَاهِلٌ | بِقَدْرِ لَذِیْذِ الْعَیْشِ قَبْلَ الْمَصَائِبِ

---

۱ نباتِ عارض: رخسارے کی پیداوار یعنی سبزۂ خط۔ نبات میخورد: مصری کھاتا ہے۔ آنکہ الخ: یعنی جو معشوق ایسا ہو کہ اس کا سبزۂ خط آبِ حیات سے سیراب ہو یعنی ہمیشہ بارونق رہے۔ تو اگر کوئی مصری بھی کھائے تب بھی وہ اس ہی معشوق کے ہونٹوں کی شکر کا مشتاق رہے گا یعنی اس کے لبوں کی شیرینی مصری سے بڑھی ہوئی ہوں گی۔

دامن از و برکشیدم: میں اس سے جدا ہو گیا۔

۲ مہرہ برچیدم: یعنی اس سے محبت کرنی چھوڑ دی۔ سر: دونوں جگہ پر بمعنی خیال و پروا ہے۔ شب پرہ: چمگادڑ۔

در من اثر: یعنی کرد۔ ۳ فَقَدْتُ الخ: میں نے وصل کے زمانہ کو گم کر دیا اور انسان مصیبتوں سے پہلے عیش کی لذتوں کی قدر سے ناواقف ہوتا ہے۔

شعر

باز آی و مرا بکش کہ پیشت[1] مردن | خوشتر کہ پس از تو زندگانی کردن

امّا بشکر و منّتِ باری پس از مدّتے باز آمد آں حلقِ داؤدی[2] متغیر شدہ و جمالِ یوسفی[3] بزیاں آمدہ و بر سیبِ[4] زنخدانش ہچو بہ[5] گردے نشستہ و رونقِ بازارِ حسنش شکستہ متوقع کہ در کنارش گیرم[6] کنارہ گرفتم و گفتم:

قطعہ

آں روز کہ خطِ شاہدت[7] بود | صاحبِ نظر[8] از نظر براندی

امروز بیامدی و صلحش | کش[9] فتحہ وضمہ بر نشاندی

نظم

تازہ بہارِ تو کنوں زرد شد | دیگ منہ[10] کاتشِ ما سرد شد

چند خرامی و تکبّر کنی | دولتِ پارینہ تصوّر کنی

پیشِ کسے رو کہ خریدارِ تست | ناز براں کن کہ طلب گارِ تست

---

۱ پیشت: پیشِ تو۔ زندگانی کردن: جینا۔

۲ حلقِ داؤدی: حضرت داؤد علیہ السلام کا سا گلا۔ ۳ جمالِ یوسفی: حضرت یوسف علیہ السلام کا سا حسن۔

۴ سیب زنخدان: سیب جیسی ٹھوڑی۔ ۵ بہ: بہی کا مخفف ہے جس کا چھلکا کھردرا ہوتا ہے۔

۶ در کنارش گیرم: اس سے بغل گیر ہوں۔ ۷ خط شاہدت: تیرا معشوقوں جیسا خط۔

۸ صاحبِ نظر: قدردان۔ از نظر براندی: نظروں کے سامنے سے ہٹا دیا۔

۹ کش فتحہ وضمہ برنشاندی: یعنی داڑھی کے خط کے بال بعض فتحہ کی طرح لمبے ہو گئے اور بعض پیش کی طرح مڑواں۔

۱۰ دیگ منہ: یعنی ٹھنڈی آنچ پر ہانڈی کو جوش نہیں آتا۔ چند: کب تک۔ دولت پارینہ: یعنی پہلا حسن۔

قطعہ

سبزہ[1] در باغ گفتہ اند خوش ست — داند آں کس کہ ایں سخن گوید
یعنی از روئے نیکواں خطِ سبز — دل عشاق بیشتر جوید
بوستانِ تو گندنا زارے ست — بسکہ بر می کنی وی روید

قطعہ

گر صبر کنی ورنکنی[2] موئے بنا گوش — ایں دولتِ ایام نکوئی بسر آید
گردست بجاں داشتمے ہمچو تو برریش — نگذاشتمے تا بہ قیامت کہ بر آید

قطعہ

سُوال کردم و گفتم جمال روئے ترا — چہ شد کہ مورچہ برگردِ ماہ جوشید ست
جواب داد ندانم چہ بود رُویم را — مگر بہ ماتمِ حسنم سیاہ پوشید ست

---

[1] سبزہ: یعنی سبزۂ خط۔ باغ: چہرہ۔ داند الخ: یعنی لوگ ایسا کہتے ہیں، لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں۔

نیکواں: معشوق۔ بوستان تو: یعنی تیرا چہرہ۔ گندنا: مشہور گھاس ہے جس میں لہسن کی سی بو آتی ہے اور اس کے پتوں کو جس قدر تراشا جائے اس ہی قدر بڑھتے ہیں۔

[2] نکنی: تو نہ اکھاڑے۔ موئے بنا گوش: وہ بال جو کنپٹی پر آگئے۔

گردست بجاں الخ: یعنی جس طرح کہ تو بالوں کو اکھاڑنے کے وقت ہاتھ داڑھی پر رکھتا ہے۔ اگر میں اپنی جان پر رکھتا تو قیامت تک اس کو نہ نکلنے دیتا۔

مورچہ: چھوٹی چیونٹی، یعنی داڑھی کے بال۔

ماہ: یعنی چہرہ۔ بہ ماتمِ حسنم: سوگ میں سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔

حکایت[1] نمبر (۱۱): یکے را پرسیدم از مستعربان "ما تَقُوْلُ فِی الْمُرْدَانِ"[2] گفت "لَا خَیْرَ فِیْهِمْ[3] مَا دَامَ أَحَدُهُمْ لَطِیْفًا یَتَخَاشَنُ فَاِذَا خَشُنَ یَتَلَاطَفُ" یعنی چنداں کہ لطیف و نازک اندام ست درشتی کند و سختی و چوں سخت و درشت شد چنانکہ بکارے نیاید تلطّف کند و دوستی نماید۔

قطعہ

اَمرد آنگہ کہ خوب و شیرین ست — تلخ گفتار و تند خوئے بود
چوں بریش آمد و بلاغت شد — مردم آمیز مہر جوئے بود

حکایت[4] نمبر (۱۲): یکے را علماء پرسیدند کہ کسے با ماہ روئے در خلوت نشستہ و در ہا بستہ و رقیباں خفتہ نفس طالب و شہوت غالب چنانکہ عرب گوید "اَلتَّمْرُ[5] یَانِعٌ وَالنَّاظُوْرُ غَیْرُ مَانِعٍ" ہیچ باشد کہ بقوتِ پرہیزگاری بسلامت بماند، گفت: اگر از مہرویاں بسلامت ماند از بدگویاں بے ملامت نماند۔

شعر

وَاِنْ سَلِمَ[6] الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِهٖ — فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

---

[1] حکایت نمبر (۱۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ خام کار معشوقوں سے عشق تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مستعربان: وہ عرب جو خالص نہیں ہیں۔ [2] مردان: "اَمرد" کی جمع وہ لڑکا جس کے داڑھی مونچھ نہ آئی ہو۔

[3] لَا خَیْرَ فِیْهِمْ: ان میں کوئی بھلی بات نہیں ہے جب تک نرم و نازک رہتے ہیں سختی برتتے ہیں۔ جب سخت ہوجاتے ہیں تو پھر نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ خوب: خوبصورت۔ تند خوئے: بدمزاج۔ بلاغت شد: یعنی جوان ہوا۔

[4] حکایت نمبر (۱۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ خوبروؤں کا ذکر بھی ایک عشق ہے۔

خلوت تنہائی۔ [5] اَلتَّمْرُ یَانِعٌ الخ: یعنی کھجوریں پک گئی ہیں اور باغبان بھی روکنے والا نہیں ہے۔

ہیچ باشد: ناممکن ہے۔ بدگویاں: برائی کرنے والے

[6] وَاِنْ سَلِمَ الخ: اگر انسان اپنے نفس کی برائی سے بھی بچ جائے تو مدعی (مخالف) کی بدگمانی سے نہیں بچ سکتا۔

شعر

شاید[1] پسِ کار خویشتن بہ نشستن لیکن نتواں زبانِ مردم بستن

حکایت[2] نمبر (۱۳): طوطے را با زاغے در قفس کردند از قبحِ مشاہدت او در مجاہدت[3] می بود و می گفت: ایں چہ طلعتِ مکروہ است و ہیأت ممقوت و منظرِ ملعون و شمائل ناموزون

"یَاغُرَابَ[4] الْبَیْنِ، لَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمُشْرِقَیْنِ۔"

قطعہ

علی الصباح بروئے[5] تو ہر کہ برخیزد صباحِ روزِ سلامت برو مسا باشد
بد اخترے چو تو در صحبتِ تو بایستے ولے چنانکہ توئی در جہاں کجا باشد

عجب تر آنکہ غراب[6] از مجاورتِ طوطی ہم بجاں آمدہ بود و ملول شدہ لاحول کناں از گردشِ گیتی ہمی نالید و دستہائے تغابن[7] در یکدیگر می مالید کہ ایں چہ بختِ نگون ست و طالعِ دون و ایامِ بوقلمون لائقِ قدرِ من آنستے کہ با زاغے بر دیوارِ باغے خراماں ہمی رفتمے۔

---

[1] شاید: ممکن ہے۔

[2] حکایت نمبر (۱۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عاشق کی ظاہری وجاہت بھی وصل کا سبب ہوتی ہے۔
زاغ: کوا۔ قبحِ مشاہدت: بدروئی۔

[3] مجاہدت: مشقت۔ طلعت: چہرہ۔ مکروہ: ناپسندیدہ۔ ممقوت: غصہ کے قابل۔ شمائل: عادتیں۔

[4] یَاغُرَابَ الْبَیْنِ الخ: اے جدائی کے کوے! کاش تجھ میں اور مجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ علی الصباح: صبح صبح۔

[5] بروئے تو ہر کہ برخیزد: تیرا چہرہ دیکھ لے۔ مسا: شام۔ بداختر: بدنصیب۔ ولے: یعنی تجھ جیسا بدنصیب دنیا میں اور کون ہوگا۔ [6] غراب: کوا۔ مجاورت: ہم نشینی۔ لاحول کناں: لاحول پڑھتا ہوا۔ [7] تغابن: افسوس۔ طالع: نصیبہ۔ دون: کمینہ۔ بوقلمون: رنگا رنگ۔

شعر

پارسا را بس[1] ایں قدر زنداں کہ بود ہم طویلۂ رنداں

تا چہ گناہ کردہ ام کہ روزگارم بہ عقوبتِ آں در سلکِ صحبتِ چنیں ابلہے خود رائے ناجنس ہرزہ درائے بچنیں بند مبتلا گردانیدہ است

قطعہ

کس نیاید بپائے دیوارے کہ براں صورتت نگار کنند
گرترا در بہشت باشد جائے دیگراں دوزخ اختیار کنند

ایں ضَرْبُ الْمَثَلْ بداں آوردہ ام تا بدانی کہ چندانکہ دانا را از ناداں نفرت ست ناداں را از دانا وحشت۔

قطعہ

زاہدے درمیانِ رنداں بود زاں میاں گفت شاہدِ بلخی[2]
گر ملولی زما ترش منشیں کہ تو ہم درمیانِ ما تلخی

رباعی

جمعے چو گل و لالہ بہم پیوستہ تو ہیزم[3] خشک درمیانِ شاں رُستہ

---

[1] پارسا را بس: یعنی نیک کو تو یہی قید کافی ہے۔ کہ بود: یعنی اس کا شریروں کے ساتھ جوڑ پھانس دیا جائے۔
عقوبت: سزا۔ سلک: لڑی۔ ہرزہ درا: بیہودہ گو۔ صورتت نگار کنند: تیری تصویر کھینچ دیں۔

[2] بلخی: بلخ کا رہنے والا۔ ترش منشیں: ناراض ہو کر نہ بیٹھ۔

[3] ہیزم: ایندھن۔

چوں بادِ مخالف و چو سرما ناخوش — چوں برف نشستہ و چو یخ بستہ ۱

حکایت ۲ نمبر (۱۴): رفیقے داشتم کہ سالہا باہم سفر کردہ بودیم و نان و نمک خوردہ ۳ و بیکراں حقوق صحبت ثابت شدہ آخر بسببِ نفعِ اندک آزارِ خاطرِ من رَوا داشت و دوستی سپری شد ۴ و با ایں ہمہ از دو طرف دل بستگی بود بحکمِ آنکہ شنیدم کہ روزے دو بیت از سخنانِ من در مجمعے مے گفتند۔

قطعہ

نگارِ ۵ من چو در آید بخندۂ نمکین — نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشاں
چہ بودے ۶ از سرِ زلفش بدستم افتادے — چو آستینِ کریماں بدستِ درویشاں

طائفۂ دوستاں برلطفِ ایں سخن نہ کہ ۷ بر حسنِ سیرتِ خویش گواہی دادہ بودند و آفریں کردہ و آں دوست ہم دراں جملہ مبالغت نمودہ و برفوتِ صحبتِ دیریں تاسّف ۸ خوردہ بخطائے خویش اعتراف کردہ معلوم شد کہ از طرفِ او ہم رغبتے ہست ایں بیت ہا فرستادم و صلح کردم۔

قطعہ

نہ مارا ۹ در جہاں عہدِ وفا بود — جفا کردی و بد عہدی نمودی
بیکبار از جہاں ۱۰ دل در تو بستم — ندانستم کہ بر گردی بزودی

۱ چو یخ بستہ: برف کی طرح جم کر بیٹھ گیا ہے، ٹلنے کا نام نہیں لیتا۔
۲ حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دوستوں کے اخلاص ومحبت کی قدر کرنا بھی عشق کا ایک مرتبہ ہے۔
۳ نان ونمک خوردہ: یعنی ہم پیالہ وہم نوالہ رہے تھے۔ بیکراں: لامحدود۔ آزار: تکلیف۔
۴ سپری شد: ختم ہوگئی۔ بحکم آنکہ: اس لیے۔ ۵ نگار: محبوب۔ جراحت: زخم۔ ریشاں: زخمی۔
۶ چہ بودے: کیا ہی اچھا ہوتا۔ ۷ نہ کہ: بلکہ۔ ۸ تاسف: افسوس۔ اعتراف: اقرار۔
۹ نہ مارا الخ: یعنی کیا اس سے پہلے ہماری طرف سے وفاداری نہ تھی؟
۱۰ از جہاں: جہاں تمام دنیا سے ہٹا کر۔

ہنوزت گر سرِ صلحست باز ۱ آئی — کزاں محبوب تر باشی کہ بودی

حکایت ۲ نمبر (۱۵): یکے راز نے صاحبِ جمال ۳ در گذشت و مادرِ زنِ فرتوت بعلّتِ کابین در خانہ متمکن بماند ۴ مرد از مجاورتِ او چارہ ندیدے تا گروہے آشنایاں پرسیدن ۵ آمدندش یکے گفت: چگونہ در مفارقتِ آں یارِ عزیز، گفت: نادیدہِ زن چناں دشوار نیست کہ دیدنِ مادرِ زن۔

مثنوی

گل بتاراج ۶ رفت و خار بماند — گنج برداشتند و مار ۷ بماند
دیدہ بر تارکِ سناں ۸ دیدن — خوشتر از روئے دشمناں دیدن
واجب ست از ہزار دوست برید — تا یکے دشمنت نباید دید

حکایت ۹ نمبر (۱۶): یاد دارم کہ در ایامِ جوانی گذرے داشتم در کوئے ۱۰ و نظر بماہ روئے در تموزے کہ حرورش دہاں بخوشانیدے و سمومش مغز در استخواں بجوشانیدے از ضعفِ بشریّت تابِ آفتابِ ہجر نیاوردم و التجا بسایۂ دیوارے کردم مترقّب ۱۱ کہ کسے حرِّ تموز از من ببرد آبے فرو

۱ بازآ: واپس آ۔
۲ حکایت نمبر (۱۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر دوستوں کی دوستی کسی دشمن کی اذیت رسانی کا سبب بنے تو اس سے کنارہ کشی بہتر ہے۔ ۳ صاحب جمال: خوبصورت۔ درگذشت: مرگئی۔ مادرزن: ساس۔ فرتوت: بہت زیادہ بوڑھی۔
بعلّت: بسبب۔ کابین: مہر۔ ۴ متمکن بماند: رہنے لگی۔ مجاورت: ہم نشینی۔ ۵ پرسیدن: پرسا دینا۔
۶ تاراج: غارت گری۔ ۷ مار: مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ بیٹھا ہوتا ہے۔ ۸ سنان: بھالا۔ برید: قطع تعلق۔
۹ حکایت نمبر (۱۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے چہرہ پر نظر پڑنے سے دل میں سوز وگداز پیدا ہو جائے تو کوئی معیوب بات نہیں۔ بشرطیکہ اس حسین کے پیچھے نہ پڑے۔ ۱۰ کوئے: کوچہ۔ ماہ رو: معشوق۔
تموز: ایرانی مہینوں کا نام ہے جو ہندی حساب سے ساون میں آتا ہے۔ حرور: رات کی لو۔ سموم: دن کی لو۔ ہجر: دوپہر۔
۱۱ مترقب: منتظر۔ برد: ٹھنڈک۔

نشاند کہ ناگاہ از ظلمتِ دہلیز[1] خانہ روشنائی بتافت یعنی جمالے کہ زبانِ فصاحت از بیان صباحتِ او عاجز آید چنانکہ در شبِ تارے صبح برآید یا آبِ حیات از ظلمات[2] بدر آید قدحے برفاب در دست گرفتہ وشکر دران ریختہ وبعرقِ[3] گلش آمیختہ ندانم کہ بہ گلابش مطیّب کردہ بود یا قطرۂ چند از گُلِ رویش دراں چکیدہ، فی الجملہ شربت از دستِ نگار[4] ینش برگرفتم وبخوردم وعمر از سر گرفتم۔

شعر

ظَمَأٌ[5] بِقَلْبِیْ لَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ　　رَشْفُ الزُّلَالِ وَلَوْ شَرِبْتُ بُحُوْرًا

قطعہ

خرّم[6] آں فرخندہ طالع را کہ چشم　　برچنیں روی اوفتد ہر بامداد

مَستِ مَےُ بیدار گردد نیم شب　　مستِ ساقی روزِ محشر بامداد

حکایت[7] نمبر (۱۷): سالے محمد[8] خوارزم شاہ علیہ الرحمۃ باخطا[9] برائے مصلحتے صلح اختیار کرد بجامعِ کاشغر[10] درآمدم پسرے رادیدم بخوبی درغایتِ اعتدال ونہایتِ جمال چنانکہ درامثال گویند:

---

[1] دہلیز: ڈیوڑھی۔ صباحت: حسن۔ تار: تاریک۔ [2] ظلمات: تاریکیاں۔ مشہور ہے کہ آب حیات کے چشمہ تک پہنچنے میں بہت سی تاریکیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ قدح: پیالہ۔ برفاب: برف کا پانی۔

[3] عرق گل: عرق گلاب:۔ مطیّب: خوشبودار۔ [4] دست نگارین: مزین ہاتھ۔ عمراز سرگرفتم: از سرنو زندہ ہوگیا۔

[5] ظَمَأٌ الخ: میرے دل میں ایسی پیاس ہے جس کو نیر پانی کا چوسنا زائل نہیں کرسکتا، خواہ میں سمندر کیوں نہ پی جاؤں۔

[6] خرم: خوش۔ فرخندہ طالع: مبارک نصیب۔ بامداد: صبح۔

[7] حکایت نمبر (۱۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ماہرویوں کے جمال سے قدرے لطف اندوز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ عشق بازی شروع کردینا خصوصاً حالت سفر میں مصائب کا موجب ہے۔

[8] محمد: خوارزم کے بادشاہ کا نام ہے۔ خوارزم شاہ: اضافت مقلوبی ہے یعنی شاہ خوارزم۔ [9] خطا: ترکستان کے ایک شہر کا نام ہے۔ یہ اس زمانہ میں چنگیز خانیوں کے قبضہ میں تھا اور محمد سے یہ لوگ برسرِ پیکار رہتے تھے۔

[10] کاشغر: توران کا ایک شہر ہے جو اس وقت چنگیز خان کے قبضہ میں تھا۔

نظم

معلّمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت　　جفا و ناز عتاب و ستمگری آموخت

من آدمی بچنیں شکل وخوی وقدّوروشِ　　ندیدہ ام مگر ایں شیوہ از پری آموخت

مقدمۂ نحوِ زمخشری[1] در دست وہمی خواند "ضَرَبَ[2] زَیْدٌ عَمْرًا وَکَانَ الْمُتَعَدِّیَ[3] عَمْرٌو" گفتم: اے پسر خوارزم وخطا صلح کردند وزید وعمرو راخصومت ہنوز باقی ست بخندید و مولدم پرسید گفتم: خاکِ پاکِ شیراز، گفت: از سخنانِ سعدی چہ داری؟ گفتم

شعر

بُلِیْتُ[4] بِنَحْوِیٍّ یَصُوْلُ مُغَاضِبًا　　عَلَیَّ کَزَیْدٍ فِیْ مُقَابَلَةِ الْعَمْرِو

عَلٰی جَرِّ[5] ذَیْلٍ لَیْسَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ　　وَهَلْ یَسْتَقِیْمُ الرَّفْعُ مِنْ عَامِلِ الْجَرِّ

لختے باندیشہ فرورفت وگفت: غالبِ اشعارِ او دریں زمیں بزبانِ پارسی ست اگر بگوئی بفہم نزدیک تر باشد، گفتم:

مثنوی

طبعِ ترا[6] تا ہوسِ نحو کرد　　صورتِ عقل از دلِ ما محو کرد

اے دلِ عشاق بدامِ توصید[7]　　ما بتو مشغول وتو با[8] عمرو و زید

---

[1] زمخشری: ان کا نام جاراللہ ہے چونکہ خوارزم کے اطراف قصبہ زمخشر میں پیدا ہوئے تھے لہٰذا اس نسبت سے مشہور ہیں۔

[2] ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا: زید نے عمرو کو مارا، یہ مثال فاعل اور مفعول کو سمجھانے کے لیے نحو کی کتابوں میں بہت زیادہ مستعمل ہے۔ [3] اَلْمُتَعَدِّیَ: سے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ لغوی معنی (ظالم) مراد ہیں۔

[4] بُلِیْتُ الخ: میں ایک نحوی کا عاشق بنا دیا گیا ہوں جو غصہ کی حالت میں مجھ پر ایسا ہی حملہ کرتا ہے جیسا کہ زید عمرو کے بالمقابل۔ [5] علی جَرِّ ذَیْلٍ الخ: دامن کو کھینچتے ہوئے سر کو بھی نہیں اٹھاتا اور کیا رفع مناسب ہوسکتا ہے جر کے عامل سے۔ اس شعر میں نحو کی اصطلاحات کی طرف بھی اشارہ ہے اور مطلب یہ بھی ہے کہ وہ میرا دل کھینچنے میں ایسا مصروف ہے کہ اس کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ [6] طبع ترا الخ: یعنی تا طبع تو برائے تو ہوس نحو کرد۔

صورت عقل: جوہر عقل۔ دام: جال۔ [7] صید: شکار۔ ما بتو مشغول: ہمیں تیرا خیال لگا ہے۔ [8] تو با عمرو و زید: "تو ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرٌو" یاد کرنے میں لگا ہے ہمارا تجھے کوئی خیال نہیں۔

بامداداں کہ عزمِ[۱] سفر مصمّم[۲] شد مگر کسے از کاروانیاں[۳] گفتہ بودش کہ فلاں سعدی ست، دواں آمد و تلطف[۴] کرد و تاسّف خورد کہ چندیں مدّت چرا نگفتی کہ منم تا شکرِ قدومِ بزرگاں را بخدمت میاں بستمے،[۵] گفتم: مصرع:

باوجودت زمن آواز نیامد کہ منم

گفتا: چہ شود اگر دریں خطّہ[۶] روزِ چند برآسائی تا بخدمت مستفید گردیم، گفتم، نتوانم بحکمِ ایں حکایتِ منظوم

بزرگے دیدم اندر کوہسارے[۷] — قناعت کردہ از دنیا بغارے

چرا گفتم بہ شہر اندر نیائی — کہ بارے بندی از دل برکشائی

بگفت آنجا پری رُویانِ[۸] نغزند — چوگِل بسیار شد پیلاں بلغزند

ایں بگفتم و بوسہ برروئے یکدیگر دادیم وداع[۹] کردیم۔

مثنوی

بوسہ دادن بروئے یار چہ سود — ہم دراں لحظہ کردنش پدرود[۱۰]

[۱] عزم: ارادہ۔ [۲] مصمّم: پختہ۔ [۳] کاروانیاں: قافلے والے۔ دواں: دوڑتا ہوا۔

[۴] تلطف: مہربانی۔ تاسّف: افسوس۔ منم: یعنی میں سعدی ہوں۔ قدوم: تشریف آوری۔

[۵] میاں بستمے: کمر بستہ ہوجاتا۔ باوجودت: یعنی جب سے تو سامنے آموجود ہوا۔ مجھے اپنی کچھ خبر نہ رہی۔

[۶] خطہ: سرزمین۔ برآسائی: آرام فرمائیں۔ مستفید: فائدہ اٹھانے والا۔ نتوانم: میں قیام نہیں کرسکتا۔ بحکم: بسبب۔

[۷] کوہسار: یعنی پہاڑ۔ قناعت: صبر۔ غار: کوہ۔ بارے: ایک مرتبہ۔ بندی: یعنی دل کی پژمردگی۔

[۸] پری رُویان: پریوں کے سے چہرے والے۔ نغز: بروزن "مغز" بمعنی خوب۔ چوگل بسیار الخ: یعنی جب کیچڑ زیادہ ہوجاتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں، لہٰذا حسین رویوں کی کثرت میں متقی آدمی کا بچنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔ [۹] وداع: رخصت کرنا۔

[۱۰] پدرود: رخصت کرنا۔ اصل میں پ اور "درود" بمعنی دعا سے مرکب ہے چونکہ رخصت کرتے وقت دعا دے کر رخصت کرتے ہیں لہٰذا اس معنی میں مستعمل ہونے لگا اور تخفیف کے لیے دال کو ساکن کردیا گیا۔

سیب گفتی[۱] وداعِ یاراں کرد — روئے زیں نیمہ سرخ وزاں روزرد

شعر

اِنْ لَّمْ أَمُتْ[۲] یَوْمَ الْوَدَاعِ تَأَسُّفًا — لَا تَحْسَبُوْنِیْ فِی الْمَوَدَّةِ مُنْصِفًا

حکایت[۳] نمبر (۱۸): خرقہ پوشے در کاروانِ حجاز ہمراہِ ما بود یکے از امرائے عرب مَرا اُو را صد دینار بخشید تا قربانی کند[۴] دُزدانِ خفاچہ ناگاہ برکارواں زدند و پاک بردند[۵]، بازرگاں گریہ وزاری کردن گرفتند و فریادِ بے فائدہ خواندن۔

شعر

گر تضرّع کنی و گر فریاد — دزدِ زر باز پس نخواہد داد

مگر آں درویش صالح کہ برقرارِ[۶] خویش ماندہ بود و تغیّرے درو نیامدہ گفتم: مگر آں معلومِ ترا دزد نبرد گفت: بلے ببردند لیکن مرا با آں اُلفتے چناں نبود کہ بوقتِ مفارقت خستہ دلی[۷] باشد۔

بیت

نباید بستن اندر چیز و کس دل — کہ دل برداشتن[۸] کاریست مشکل

گفتم: موافقِ حالِ من ست ایں چہ گفتی کہ مرا در عہدِ جوانی باجوانے اِتّفاقِ مخالطت[۹]

[۱] سیب گفتی: یعنی تو یہ کہے گا کہ سیب نے چونکہ دوستوں کو رخصت کیا ہے اس وجہ سے آدھا زرد رو اور آدھا سرخ رو ہوگیا ہے۔

[۲] اِنْ لَّمْ أَمُتْ الخ: اگر فراق کے دن غم میں مر نہ جاؤں، تو تو محبت میں مجھے منصف نہ سمجھ۔

[۳] حکایت نمبر (۱۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے ناپائدار کی کسی چیز سے دل بستہ نہ کرنا چاہیے خصوصاً انسان سے کیوں کہ اس کی عمر تو نہایت ہی قلیل ہے۔ خرقہ: گدڑی۔ کاروان: قافلہ۔ [۴] قربانی کند: یعنی حج سے فارغ ہوکر۔ خفاچہ: عرب کا ایک قبیلہ تھا جو رہزنی کرتا تھا۔ [۵] پاک بردند: سب لوٹ لے گئے۔ [۶] قرار: سکون۔ معلوم: روپیہ پیسہ۔

[۷] خستہ دلی: شکستہ دلی۔ [۸] کہ دل برداشتن الخ: یعنی دل لگانے کے بعد پھر دل کو ہٹانا مشکل ہوتا ہے۔

[۹] مخالطت: میل جول۔

بود وصدقِ مودّت [1] تا بجائے کہ قبلۂ چشم [2] جمالِ او بودے وسُودِ سرمایۂ عمرم [3] وصالِ او.

قطعہ

مگر ملائکہ [4] بر آسماں وگرنہ بشر — بحسنِ صورتِ او در زمی نخواہد بود
بدوستے [5] کہ حرام ست بعد از وصحبت — کہ ہیچ نطفہ چنو آدمی نخواہد بود

تا گہے پائے وجودش بگلِ عدم فرو رفت [6] ودُودِ فراق از دودمانش بر آمد، روز ہا بر سرِ خاکش [7] مجاورت کردم واز جملہ کہ بر فراقِ او گفتم یکے ایں بود.

قطعہ

کاج [8] کاں روز کہ در پائے تو شد خارِ اجل — دستِ گیتی بزدے تیغ ہلاکم برسر
تا دریں روز [9] جہاں بے تو ندیدے چشم — ایں منم برسرِ خاک تو کہ خاکم برسر

قطعہ

آنکہ [10] قرارش نگرفتے وخواب — تا گل و نسریں نفشاندے نخست
گردشِ گیتی گلِ رویش بریخت — خاربنا [11] برسرِ خاکش برُست

[1] صدقِ مودّت: دوستی کی سچائی۔ [2] قبلۂ چشم: یعنی میری نگاہ کے لیے اس کا حسن قبلہ بن گیا تھا۔
[3] سودِ سرمایۂ عمرم: یعنی میری زندگی کا مفاد اس کا وصال تھا۔
[4] مگر ملائکہ الخ: یعنی اگر ملائکہ ہوں تو ہوں ورنہ زمین پر کوئی انسان تو اس جیسا حسین نہیں ہو سکے گا۔ زمی: زمین "آدمی" کے قافیہ کی وجہ سے نون گرا دیا گیا ہے۔ [5] بدوستے کہ: یعنی ایسے دوست کی قسم (جس کے فراق کے بعد اب کسی دوسرے سے دوستی کرنا حرام ہے) کہ اب کوئی نطفہ اس طرح کے (حسین) آدمی کی صورت نہ اختیار کرے۔
[6] بگلِ عدم: موت۔ دُود: دھواں۔ دومان: خاندان۔ [7] برسرِ خاکش: اس کی قبر پر۔ مجاورت: جاروب کشی۔
[8] کاج: کاش۔ در پائے تو شد خارِ اجل: یعنی تو مرا۔
[9] تا دریں روز: یعنی تا کہ آج تیرے بدون دنیا پر میری نظر ہی نہ پڑ سکتی۔
[10] آنکہ: یعنی وہ نازنین جو بستر پر پھولوں کی سیج لگائے بدوں سو نہ سکتا تھا۔
گلِ رویش بریخت: اس کے چہرے کے گلاب کو گرا دیا۔ [11] خاربنا: جھاڑ۔

بعد از مفارقت او عزم کردم ونیتِ جزم کہ بقیتِ زندگانی فرشِ ہوس در نوردم [1] وگردِ مجالست نگردم۔

قطعہ

دوش چوں طاؤس مے نازیدم اندر باغِ وصل
دیگر امروز از فراقِ یار می پیچم چو مار
سُودِ دریا نیک بودے گر نبودے بیمِ موج
صحبتِ گل خوش بدے گر نیستے تشویشِ خار

حکایت [2] نمبر (۱۹): یکے را از ملوکِ عرب حدیثِ لیلیٰ ومجنوں وشورشِ حالِ وے بگفتند کہ با کمال وفضل وبلاغت سر در بیاباں نہادہ است زمامِ اختیار از دست دادہ، بفرمودش تا حاضر آوردند وملامت کردن گرفت کہ در شَرَفِ نفسِ انساں چہ خلل دیدی کہ خوئے بہائم گرفتی وترکِ صحبتِ مردم گفتی، مجنوں بنالید وگفت:

شعر

وَرُبَّ [3] صَدِيْقٍ لَامَنِيْ فِيْ وِدَادِهَا — أَلَمْ يَرَهَا يَوْمًا فَيُوْضِحُ لِيْ عُذْرِيْ

[1] فرشِ ہوس در نوردم: عشق بازی نہ کروں گا۔ دوش: یعنی گزشتہ زمانہ۔ طاؤس: مور۔ مار: سانپ۔
سُود: نفع۔ بیم: خوف۔ بُدے: بودے۔ تشویش: پریشانی۔
[2] حکایت نمبر (۱۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عشقِ حقیقی کے لیے ظاہری خدوخال کا حسن ہی ضروری نہیں ہے۔
حدیث: قصہ۔ مجنون: پاگل، یہ قیس کا لقب پڑ گیا تھا۔ شورش: پریشانی۔ بیابان: جنگل۔ زمام: باگ۔
شرف: فضیلت۔ خلل: نقصان۔ خوی: عادت۔ بہائم: بہیمۃ کی جمع، چوپایہ۔ گرفتی: یعنی انسانوں کا ساتھ چھوڑ کر جنگلوں میں وحشی جانوروں کا ساتھ اختیار کر لیا ہے۔
[3] وَرُبَّ الخ: بہت سے دوست ہیں جنہوں نے اس (لیلیٰ) کی محبت میں مجھے ملامت کی ہے۔ کیا انہوں نے اس (لیلیٰ) کو کبھی نہیں دیکھا کہ میرا عذر (لیلیٰ سے محبت کرنے میں) ان پر واضح ہو جاتا۔

قطعہ

کاج [۱] کانانکہ عیب من گفتند — رویت [۲] اے دلستاں بدیندے
تا بجائے ترنج [۳] در نظرت — بے خبر دستہا بریدندے

تا حقیقت معنی برصورتِ دعویٰ گواہی دادے کہ ''فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْہِ''، مَلِک را در دل آمد کہ جمالِ لیلیٰ مطالعت کند تا چہ صورت است کہ موجب چندیں فتنہ است، پس بفرمودش طلب کردن در احیائے [۴] عرب بگردیدند و بدست آوردند و پیشِ مَلِک در صحنِ سرائچہ بداشتند، مَلِک در ہیئتِ او تامّل کرد در نظرش حقیر آمد بحکمِ آنکہ کمترین خدمِ حرم بہ جمال از وے پیشتر بود و بزینت بیشتر، مجنوں بفراست دریافت وگفت: از دریچۂ چشمِ مجنوں بایستے در جمالِ لیلیٰ نظر کردن تا سِرِّ مشاہدت او بر تو تجلّی کند۔

شعر

مَا مَرَّ مِنْ ذِکْرِ الْحِمٰی [۵] بِمَسْمَعِیْ — لَوْ سَمِعَتْ وُرْقُ الْحِمٰی صَاحَتْ مَعِیْ
یَا مَعْشَرَ الْخُلَّانِ [۶] قُوْلُوْا لِلْمُعَا — فِیْ لَسْتَ تَدْرِیْ مَا بِقَلْبِ الْمُوْجَعِ

---

[۱] کاج: کاش۔ [۲] رویت: روئے تو۔

[۳] ترنج: بڑا لیموں۔ دستہا بریدندے: اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زلیخا کو ملامت کرنے والیاں ایسی محوحیرت ہوگئی تھیں کہ لیموں کے بجائے اپنے ہاتھ تراش بیٹھی تھیں۔ فَذٰلِکُنَّ الخ: یہی وہ یوسف ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ مطالعہ کند: دیکھے۔ فتنہ: یعنی عشق۔

[۴] احیاء: حی کی جمع، قبیلہ۔ سرائچہ: چھوٹا گھر۔ تامّل: غور۔ خدم: خادم کی جمع۔ حرم: سرائے۔ فراست: ذہانت۔ سرِ مشاہدہ: دیدار کا راز۔ تجلّی کند: روشن ہو۔

[۵] مَا مَرَّ مِنْ ذِکْرِ الْحِمٰی الخ: یعنی معشوقہ کی فرودگاہ کا جو تذکرہ میرے کانوں میں پہنچا ہے (جس پر میں آہ و بکا کر رہا ہوں) اگر اس فرودگاہ کی قمریاں سن پاتیں تو میرے ساتھ چیخنے لگتیں۔

[۶] یَا مَعْشَرَ الْخُلَّانِ: اے دوستوں کے گروہ! تم بے عشق سے کہہ دو۔ تو اس درد سے واقف ہی نہیں ہے، جو دردمند کے دل میں ہے۔ ریش: زخمی۔

نظم

تندرستاں را نباشد دردِ ریش — جز بہ ہمدردے نگویم دردِ خویش
گفتن از زنبور [۱] بے حاصل بود — با یکے در عمرِ خود ناخوردہ نیش
تا ترا حالے نباشد ہمچو ما — حالِ ما باشد ترا افسانہ [۲] پیش

حکایت [۳] نمبر (۲۰): قاضیٔ ہمدان را حکایت کنند کہ با نعلبند پسرے [۴] سرخوش بود و نعل دلش در آتش روزگارے در طلبش متلہف [۵] بود و پویاں و مترصّد و جویاں و برحسبِ واقعہ گویاں۔

نظم

در چشمِ من آمد آں سہی [۶] سروِ بلند — بربود دلم ز دست و در پائے فگند [۷]
ایں دیدۂ شوخ می برد دل بہ کمند — خواہی کہ بہ کس دل ندہی دیدہ ببند

شنیدم کہ در گذرے [۸] پیشِ قاضی باز آمد برخے ازاں مقالہ بہ سمعش رسیدہ و زائد

---

[۱] گفتن از زنبور الخ: بھڑ کے کاٹے کی تکلیف کا بیان اس شخص سے لاحاصل ہے جس نے عمر میں ایک مرتبہ بھی اس کا ڈنک نہ کھایا ہو۔ [۲] افسانہ: فرضی کہانی ہے۔

[۳] حکایت نمبر (۲۰): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ صاحب منصب کو عشق بازی سے پرہیز ضروری ہے۔ خصوصاً نوخیز لڑکوں اور کمینہ زادوں سے نیز دوستوں کو چاہیے کہ مناسب طور پر فہمائش کریں۔ نیز بادشاہوں کو علما و فضلا کی لغزشوں پر ایک درجہ میں درگذر سے کام لینا چاہیے نیز کسی کے سنے سنائے عیبوں پر بدون دیکھے یقین نہ کرنا چاہیے۔ ہمدان: عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ [۴] نعلبند پسرے: یعنی نعلبند کا لڑکا۔ سرخوش: یعنی عشق۔ نعل دِلش: یعنی اس کا دل اس نعل کی طرح آگ میں جل رہا تھا جس پر نام لکھ کر آگ میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ شخص بے چین ہو جائے جس کا نام اس نعل پر لکھا گیا ہے۔ [۵] متلہف: افسوس کرنے والا ہے۔ مترصّد: منتظر۔ حسب: موافق۔

[۶] سہی: بکسر سین سیدھا ''سرو'' کی صفت ہے۔ سرو: ایک درخت ہے جس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[۷] در پائے فگند: یعنی پامال کرڈالا۔ شوخ: نافرمانبردار، یہ ''دیدہ'' کی صفت ہے اور دیدہ سے مراد عاشق کی آنکھ ہے۔

[۸] گذر: راستہ۔ ازاں: یعنی قاضی کے عشق سے۔

الوصف[1] رنجیده، دُشنام بے تحاشا دادن گرفت وسَقَط[2] گفتن وسنگ برداشت وہیچ از بے حرمتی نگذاشت، قاضی یکے را گفت از علمائے معتبر کہ ہمعنانِ او بود۔

بیت

آں شاہدی و خشم گرفتن بیینش   واں عقدہ برابروئے ترش[3] شیرینش

ضَرْبُ[4] الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ

بیت

از دستِ تو مشت بر دہاں خوردن   خوشتر کہ بدستِ خویش نان خوردن

ہمانا[5] از وقاحتِ او بوئے سماحت می آید۔

فرد

انگورِ نو آوردہ[6] ترش طعم بود   روز دو سہ صبر کن کہ شیریں گردد

ایں بگفت وبہ مَسنَدِ قضا باز آمد تنے چند از بزرگانِ عدول[7] کہ در مجلسِ حکم وے بودندے زمینِ خدمت بوسیدند کہ باجازت سخنے در خدمت بگوییم اگرچہ ترکِ ادب ست وبزرگاں گفتہ اند:

بیت

نہ در ہر سخن بحث کردن[8] رواست   خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست

لیکن بحکمِ سوابقِ انعامِ[9] خداوندی کہ ملازمِ روزگارِ بندگاں ست مصلحتے کہ بینند

[1] زائدالوصف: بیان سے باہر۔ بے تحاشا: لاانتہا۔ [2] سقط: بیہودہ۔ شاہدی: نازوانداز۔ عقدہ: پیشانی کی گرہ۔

[3] آبروئے ترش: قہرآلود آبروہ۔ [4] ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ: دوست کی مار کشمش ہے۔

[5] ہمانا: بفتح ہاء حقیقتاً۔ وقاحت: بے شرمی۔ سماحت: سخاوت۔

[6] نوآوردہ: تازہ۔ طعم: ذائقہ۔ [7] عدول: نیک۔ زمین خدمت بوسیدند: تعظیم بجالائے۔ [8] بحث کردن: گفتگو کرنا۔

[9] سوابق انعام: پہلے انعام۔ مصلحت: مناسب بات۔

واعلام[1] نکنند نوعے از خیانت باشد طریق صواب آنست کہ باایں پسر گردِ طمع نگردی وفرشِ وَلَع[2] درنوردی کہ منصبِ[3] قضا پایگاہے منیع ست تابہ گناہے شنیع ملوث نہ گردی وحریف ایں ست کہ دیدی وسخن ایں کہ شنیدی۔

مثنوی

یکے کردہ[4] بے آبروئے بسے   چہ غم دارد از آبروئے کسے

بسا نامِ نیکوئے[5] پنجاہ سال   کہ یک نامِ زشتش کند پائمال

قاضی را نصیحتِ یاران یکدل پسند آمد وبرحسنِ رائے قوم آفریں خواند وگفت: نظر عزیزان در مصلحتِ حال من عین صواب ست ومسئلہ بے جواب[6] ولیکن۔

شعر

وَلَوْ أَنَّ[7] حُبًّا بِالْمَلَامِ یَزُوْلُ   لَسَمِعْتُ اِفْکًا یَفْتَرِیْهِ عَذُوْلُ

شعر

نصیحت کن مرا چندانکہ خواہی   کہ نتواں شستن از زنگی[8] سیاہی

فرد

از یادِ تو غافل نتواں کرد بہیچم   سر کوفتہ مارم نتوانم کہ بہ پیچم

[1] اعلام: خبردار کرنا۔ طمع: لالچ۔ [2] ولع: عشق وفریفتگی۔ [3] منصب: عہدہ۔ پاگاہ: مرتبہ۔ منیع: بلند۔ شنیع: برا۔ حریف: صاحبِ معاملہ شخص۔ [4] یکے کردہ: یعنی وہ شخص جس نے بہت سوں کی بے آبروئی کی ہو کسی کی آبروریزی کا اسے کیا ڈر ہوسکتا ہے۔ [5] بسانام نیکوالخ: یعنی بسااوقات پچاس سالہ نیک نامی کو ایک بدنامی برباد کرڈالتی ہے۔

[6] مسئلہ بے جواب: وہ بات جس کو رد نہ کیا جاسکے۔ [7] وَلَوْاَنَّ الخ: اگر محبت ملامت سے زائل ہوسکتی تو میں اس بہتان کو سنتا (اوراس پر عمل کرتا) جو کوئی نیک آدمی باندھتا ہے۔ [8] زنگی: حبشی۔ بہیچم: مجھے کسی چیز کے ذریعہ۔ پیچم: بل کھاسکوں۔

این بگفت و کسے چند بہ تفحّص[1] حالِ او برانگیخت و نعمتِ بیکراں بریخت و گفتہ اند ہر کرا زر در ترازو ست زور در بازو ست۔

شعر

ہر کہ زر دید سر فرود آورد — ور ترازوئے آہنیں دوش ست

فی الجملہ شبے خلوتے میسّر شد وہم دراں شب شحنہ[2] را خبر شد قاضی ہمہ شب شراب در سر وشاہد در بر از تنعّم نہ خفتے وبہ ترنم گفتے:

نظم

امشب مگر[3] بوقت نمی خوانداین خروس — عشاق بس نکردہ ہنوز از کنار و بوس

یکدم کہ چشمِ فتنہ بخفت ست زینہار — بیدار باش تا نرود عمر بر فسوس

تا نشنوی ز مسجدِ آدینہ بانگِ صبح — یا از درِ سرائے اتابک غریو کوس

لب از لب چو چشمِ خروس ابلہی بود — برداشتن بگفتنِ بیہودۂ خروس

قاضی دریں حالت بود کہ یکے از خدمتگاراں درآمد وگفت چہ نشستہ خیز وتا پائے داری گریز کہ حسوداں بر تو دقّے[4] گرفتہ اند بلکہ حقّے گفتہ اند تا مگر آتشِ فتنہ کہ ہنوز اندک ست

[1] تفحّص: جستجو۔ بریخت: خرچ کرڈالی۔ ہر کہ را الخ: جس کے پلڑے میں روپیہ ہے اس کے بازو میں طاقت ہے۔ ہر کہ زر دید الخ: روپیہ دیکھ کر ہر آدمی جھکتا ہے۔ ور ترازو الخ: ترازو کے جس پلڑے میں وزن ہوتا ہے اس ہی طرف کانٹے کا رخ ہوتا ہے۔

[2] شحنہ: بکسر شین کوتوال۔ شراب درسر: یعنی نشہ دماغ میں۔ شاہد در بر: معشوق بغل میں۔ تنعّم: عیش پرستی۔ ترنم: گنگناتا۔

[3] مگر: شاید۔ بوقت نمی خواند: اذان اپنے وقت پرنہیں دے رہا ہے۔ خروس: مرغا۔ بوس: بوسہ۔
یکدم: تھوڑی دیر۔ چشمِ فتنہ بخفت ست: فتنہ دبا ہوا ہے۔ فسوس: افسوس۔ مسجد آدینہ: جامع مسجد۔
غریو کوس: نقارہ کا شور۔ لب چو چشم خروس: وہ ہونٹ جو مرغ کی آنکھ کی طرح سرخ ہو۔ گفتن بیہودہ: بکواس۔

[4] دق: اعتراض، چغلی۔ تا: گریختن کی علت ہے۔ مگر: شاید۔

بآبِ تدبیر فرو نشانیم مبادا کہ فردا چوں بالا گیرد[1] عالمے فرا گیرد، قاضی بہ تبسّم درو نظر کرد وگفت:

قطعہ

پنجہ در صید بردہ[2] ضیغم را — چہ تفاوت اگر شغال[3] آید

روی در روئے دوست کن بگذار — تا عدو پشت دست می خاید[4]

مَلِک را ہمدراں شب آگہی دادند کہ در مُلکِ تو چنیں منکرے[5] حادث شدہ است چہ فرمائی، مَلِک گفت: من اورا از فضلائے عصرمی دانم ویگانہ[6] روزگارمی شمارم باشد کہ معانداں درحقِ وے خوضے کردہ اند، پس ایں سخن در سمعِ قبول من نیاید مگر آنگہ معاینت[7] گردد کہ حکیماں گفتہ اند:

شعر

بہ تندی[8] سبکدست بردن بہ تیغ — بدنداں گزد پشتِ دستِ دریغ

شنیدم کہ سحرگاہ باتنے چند خاصان بابالینِ[9] قاضی آمد شمع را دید استادہ وشاہد نشستہ و مے ریختہ وقدح شکستہ وقاضی در خوابِ مستی بے خبر از مُلکِ ہستی بہ لطف اندک اندک بیدارش کرد کہ خیز کہ آفتاب برآمد، قاضی دریافت کہ حال چیست گفت: از کدام جانب برآمد؟ سلطان را عجب آمد گفت: از جانبِ مشرق چنانکہ معہودست، گفت: الحمدللہ کہ ہنوز درِ توبہ ہمچناں باز ست بحکم حدیث "لَا یُغْلَقُ[10] بَابُ التَّوْبَةِ عَلَى الْعِبَادِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، اَسْتَغْفِرُكَ اللّٰهُمَّ وَأَتُوْبُ اِلَيْكَ"۔

[1] بالاگیرد: ترقی کرے۔ فراگیرد: گھیرلے۔ [2] پنجہ درصید بردہ: یعنی شکارکودبوچے ہوئے۔ ضیغم: شیر۔ [3] شغال: لومڑی اگر کسی نسخہ میں "لاید" ہے تو وہ "لائیدن" سے بنا ہے جس کے معنی بکواس کرنا ہیں۔ [4] پشت دست می خاید: افسوس کی حالت میں ہاتھ چبائے۔ [5] منکر: بری بات۔ حادث: پیدا۔ عصر: زمانہ۔ [6] یگانہ: بےمثال۔ خوض: یعنی شکوہ شکایت۔ سمع: کان۔
[7] معاینہ: آنکھ سے دیکھنا۔ [8] تندی: غضبناکی۔ سبک: جلدی۔ [9] بالین: سرہانا۔ قدح: پیالہ۔ معہود: مقرر
[10] لَا یُغْلَقُ الخ: توبہ کا دروازہ بندوں پر اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوجائے، (مغرب سے سورج قیامت کے قریب طلوع ہوگا) اے اللہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

قطعہ

اے دو چیزم برگنہ انگیختند — بختِ نافرجام[1] و عقل ناتمام
گر گرفتارم کنی مستوجبم — ور بہ بخشی عفو بہتر از انتقام

مَلِک گفت: توبہ دریں حالت کہ بر جزائے گناہِ خویش اطلاع یافتی سودے نہ کند۔ (فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا)۔[2]

قطعہ

چہ سود از دزدی آنگہ توبہ کردن — کہ نتوانی کمند انداخت بر کاخ[3]
بلند از میوہ گو کوتاہ کن دست — کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ

ترا باوجودِ چنیں منکرے کہ ظاہر شد سبیلِ خلاص[4] صورت نہ بندد ایں بگفت و موکّلانِ عقوبت در وے آویختند، گفت: مرا در خدمتِ سلطان یک سخن باقی ست، مَلِک بشنید و گفت: آں چیست؟ گفت:

قطعہ

بآستینِ[5] ملالے کہ برمن افشانی — طمع مدار کہ از دامنت بدارم دست
اگر خلاص[6] محال ست زیں گنہ کہ مراست — بداں کرم کہ تو داری امیدواری ہست

مَلِک گفت ایں لطیفۂ بدیع[7] آوردی و ایں نکتۂ غریب گفتی ولیکن محالِ عقل ست و خلافِ نقل کہ ترا فضل و بلاغت امروز از چنگِ عقوبتِ[8] من رہائی دہد مصلحت آں بینم کہ ترا

---

[1] بختِ نافرجام: بے فائدہ نصیبہ۔ از انتقام: بدلہ سے۔ [2] فَلَمْ يَكُ الخ: جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تب ان کا ایمان لانا ان کے مفید نہ پڑا۔ (المومن: ۲۵) [3] کاخ: محل۔
[4] سبیلِ خلاص: چھٹکارے کا راستہ۔ موکّلانِ عقوبت: یعنی جلّاد۔ [5] بآستینِ ملالے: یعنی اگر تو نے ملال کی وجہ سے مجھے چھوڑ دیا ہے تو بے فکر نہ ہو کہ میں تجھ سے دست بردار ہوں گا۔ [6] خلاص: چھٹکارا۔ [7] لطیفۂ بدیع: نادر لطیفہ۔
[8] چنگِ عقوبت: سزا کا چنگل۔

ز قلعہ بزیر اندازم تا دیگراں نصیحت پذیرند و عبرت گیرند، گفت: اے خداوندِ جہاں؟ پروردۂ نعمتِ ایں خاندانم و ایں جرم[1] تنہا در جہاں نہ من کردہ ام دیگرے را بیند از تا من عبرت گیرم، مَلِک را خندہ گرفت و بہ عفو از سرِ جرمِ او برخاست و متعنّتاں[2] را کہ اشارت بہ کشتنِ او ہمی کردند گفت:

شعر

ہمہ حمّالِ[3] عیبِ خویشتنید — طعنہ بر عیبِ دیگراں مزنید

حکایت[4] نمبر (۲۱)۔ منظوم

جوانے پاک باز[5] و پاک رو بود — کہ با پاکیزہ روئے در گرو بود
چنیں خواندم کہ در دریائے اعظم — بہ گردابے در افتادند باہم[6]
چو ملّاح آمدش تا دست گیرد — مبادا کاندراں حالت بمیرد
ہمی گفت از میانِ موج تشویر — مرا بگذار و دستِ یارِ من گیر
دریں گفتن جہانے بروے آشفت[7] — شنیدندش کہ جاں میداد و می گفت
حدیثِ عشق زاں بطّال[8] مینوش — کہ در سختی کند یاری فراموش
چنیں کردند یاراں زندگانی — ز کار افتادہ[9] بشنو تا بدانی
کہ سعدی راہ و رسمِ عشق بازی — چناں داند کہ در بغداد تازی[10]
دل آرا[11] مے کہ داری دل درو بند — دگر چشم از ہمہ عالم فروبند
اگر مجنوں و لیلےٰ زندہ گشتے — حدیثِ عشق ازیں[12] دفتر نوشتے

---

[1] جرم: گناہ۔ [2] متعنّتان: حاسدان۔ [3] حمّال: بوجھ اٹھانے والا۔
[4] حکایت نمبر (۲۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ عاشق حقیقی کو معشوق جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو عشق میں خامی ہے۔ [5] پاکباز: نیک۔ پاک رو: خوبصورت۔ پاکیزہ رو: حسین۔ گرو: رہن۔
[6] باہم: ساتھ۔ تشویر: اشارہ کرنا۔ [7] آشفت: غمگین ہوا۔ [8] بطّال: دروغ گو۔ مینوش: نہ سن۔ [9] کار افتادہ: یعنی آزمودہ کار۔ [10] تازی: عربی گھوڑا یا عربی زبان۔ [11] دل آرام: حضرت حق۔ [12] ازیں دفتر: یعنی گلستاں کا بابِ پنجم۔

بابِ ششم

در ضُعفِ پیری

حکایت[۱] نمبر(۱): با طائفۂ دانشمنداں در جامع دمشق بحثے ہمی کردم کہ جوانے درآمد و گفت: دریں میاں کسے ہست کہ زبانِ پارسی داند اشارت بمن کردند گفتمش: خیرست، گفت: پیرے صد و پنجاہ سالہ در حالتِ نزع ست و زبانِ عجم[۲] چیزے ہمی گوید و مفہومِ ما نمی گردد اگر بہ کرم رنجہ شوی مزد یابی باشد کہ وصیتے ہمی کند، چوں بہ بالینش فراز آمدم ایں بیت می گفت:

قطعہ

دمے چند گفتم بر آرم بکام دریغا کہ بگرفت راہِ نَفَس
دریغا کہ بر خوانِ الوانِ عمر دمے چند خوردیم و گفتند بس

معانئے ایں سخن بزبانِ عربی با شامیاں ہمی گفتم و تعجب ہمی کردند از عمرِ دراز و تاسّفِ او ہمچناں بر حیاتِ دنیا گفتم: چگونہ دریں حالت، گفت: چہ گویم؟

قطعہ

ندیدۂ کہ چہ سختی رسد بجانِ کسے کہ از دہانش بدر میکنند دندانے

---

۱ حکایت نمبر(۱): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان کا کسی وقت بھی مرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسی حالت میں بزرگوں کی سیرت کے ذریعہ دنیا کی محبت کا ازالہ کرنا چاہیے۔

۲ زبان عجم: یعنی فارسی۔ مفہوم ما نمی گردد: ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ مزد: مزدوری۔ یہاں ثواب مراد ہے۔ گفتم: یعنی میں نے یہ خیال کیا کہ کچھ مدت اور جیوں گا مگر افسوس کہ سانس کی نالی ابھی بند ہوگئی۔ خوان الوان: مختلف قسموں کا دستر خوان۔ چہ سختی رسد: کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔

قیاس کن کہ چہ حالت بود دراں ساعت[۱] کہ از وجودِ عزیزش بدر رَوَد جانے

گفتم: تصوّرِ مرگ از خیال بدر کن و وہم را بر مزاج مستولی مگرداں کہ فیلسوفانِ یونان گفتہ اند: مزاج اگرچہ مستقیم بود اعتمادِ بقارا نشاید[۲] و مرض اگرچہ ہائل بود دلالتِ کُلّی بر ہلاک نکند اگر فرمائی طبیبے را بخوانیم تا معالجت کند دیدہ برکرد و بخندید و گفت:

مثنوی

دست برہم زند طبیبِ ظریف[۳] چوں خَرِف بیند اوفتادہ حریف
خواجہ در بندِ نقش ایوان ست خانہ از پائے پشت[۴] ویران ست
پیر مردے بنزع می نالید پیر زن صندلش ہمی مالید
چون مخبط شد اعتدال مزاج نہ عزیمت اثر کند نہ علاج

حکایت[۵] نمبر(۲): پیرے را حکایت کند کہ دخترے خواستہ بود و حجرہ بگُل[۶] آراستہ و بہ خلوت با او نشستہ و دیدہ دل در و بستہ شبہائے دراز نہ خفتے و بذلہ ہا و لطیفہ ہا گفتے باشد کہ وحشت و نفرت نگیرد و موانست[۷] پذیرد، و از اں جملہ شبے می گفت: بختِ بلندت[۸] یار بود و چشمِ دولت بیدار کہ بہ صحبتِ پیرے فتادی پختہ پروردہ جہاں دیدہ آرمیدہ و سرد و گرم کشیدہ نیک و بد آزمودہ کہ حقوقِ[۹] صحبت بداند و شرطِ مودّت بجا آورد مشفق مہربان خوش طبع شیریں زبان

---

۱ ساعت: وقت۔ تصور: خیال۔ مستولی: غالب۔ فیلسوف: حکیم۔ مزاج اگرچہ مستقیم بود: مزاج میں کوئی خرابی نہ ہو۔ ۲ اعتمادِ بقارا نشاید: زندگی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ ہائل: خوفناک۔ دیدہ برکرد: آنکھ اٹھائی۔

۳ ظریف: ہوشیار۔ خرف: بڑھاپے میں سٹھا ہوا۔ خواجہ: مالک۔ بند: فکر۔ ایوان: محل۔ ۴ پائے پشت: پشتہ۔ مخبط: بے ترتیب۔ عزیمت: تعویذ گنڈا۔

۵ حکایت نمبر(۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے میں نوجوان لڑکی سے شادی کر کے رسوائی نہ مول لینی چاہیے۔ دخترے خواستہ بود: ایک لڑکی سے نکاح کیا تھا۔ ۶ بگُل: کاغذ کے پھول۔ ۷ موانست: دلچسپ بات۔ موانست: محبت۔ ۸ بختِ بلندت یار بود: تیرا بلند نصیب تیرا دوست تھا۔ چوں من پیرے: مجھ سے بوڑھے۔

۹ حقوق صحبت بداند: دوستی کے حقوق سمجھتا ہے۔

مثنوی

تا توانم دلت بدست آرم   وَر بیازارِیَم[1] نیازارم
ور چو طوطی بود شکر خورشت   جانِ شیریں فدائے پرورشت

نہ گرفتار آمدی بدستِ جوانے مُعجب[2] خیرہ رائے سرتیزے سبکپائے کہ ہردم ہوسے پزدو ہرلحظہ رائے زند و ہر شب جائے خُسپد و ہر روز یارے گیرد۔

قطعہ

جواناں خرّم اند و خوب رخسار   ولیکن در وفا باکس نپایند[3]
وفاداری مدار از بُلبلاں[4] چشم   کہ ہر دم بر گلے دیگر سرایند

امّا طائفہٗ پیراں کہ بہ عقل وادب زندگانی کنند نہ بمقتضائے[5] جہل وجوانی۔

فرد

زخود بہتری جوئی و فرصت شمار   کہ با چوں خودی گم کنی روزگار

گفت: چنداں بریں نمط بگفتم کہ گماں بردم کہ دلش درقیدِ من آمد وصیدِ من شدناگہ نَفَسے سَرد از دلِ پُردَرد برآورد وگفت: چندیں سخن کہ بہ گفتی درترازوئے عقلِ من وزنِ آں یک سخن ندارد کہ وقتے از قبیلہٗ خویش شنیدہ ام کہ گفت زنِ جوان را اگر تیرے در پہلو نشیند[6] بہ ازانکہ پیرے۔

---

[1] ور بیازاریم: اگر تو مجھے ستائے۔ خورش: خوراک۔
[2] مُعجب: متکبر۔ خیرہ رائے: کم عقل۔ سَرتیز: جلد باز۔ [3] نپایند: پائداری نہیں دکھاتے ہیں۔ [4] بُلبلاں چشم: وہ معشوق جو بلبلوں کی سی آنکھیں رکھتے ہیں۔ [5] مقتضاء: مطابق۔ نمط: روش۔ صید: شکار۔
[6] تیرے در پہلو نشیند: پہلو میں تیر آ لگے اور وہ مرجائے۔

شعر

لَمَّا رَأَتْ[1] بَیْنَ یَدَیْ بَعْلِهَا   شَیْئًا کَأَرْخٰی شَفَةِ الصَّائِمْ
تَقُوْلُ[2] هٰذَا مَعَهٗ مَیِّتٌ   وَ اِنَّمَا الرُّقْیَةُ لِلنَّائِمْ

رُباعی

زن کز برِ[3] مرد بے رضا برخیزد   پس فتنہ و جنگ ازاں سرا برخیزد
پیرے کہ[4] زجائے خویش نتواند خاست   الّا بعصا کیش عصا برخیزد

فی الجملہ امکانِ موافقتِ نبود بمفارقت انجامید چوں مدّتِ عدّت[5] برآمد عقدِ نکاحش بستند با جوانے تند ترش روئے تہی دست[6] بدخوئے جور و جفا کشیدے و رنج وعنا دیدے وشکرِ نعمتِ حق ہمچناں گفتے الحمدللہ کہ ازاں عذابِ الیم برہیدم و بدیں نعیمِ مقیم برسیدم۔

قطعہ

روئے زیبا و جامہ دیبا   صندل وعود[7] ورنگ و بوی وہوس
ایں ہمہ زینتِ زناں باشد   مَرد را کیر و خایہ زینت و بس

فرد

با ایں ہمہ جور و تند خوئی   نازت بکشم کہ خوبروئی

---

[1] لَمَّا رَأَتْ الخ: جب اس عورت نے شوہر کے اگلے حصہ میں ایک ایسی چیز لٹکی دیکھی جیسے کہ روزہ دار کا ہونٹ۔
[2] تَقُوْلُ الخ: تو کہنے لگی اس کے پاس تو بالکل ایک مردہ ہے منتر تو سونے والے کو جگا سکتا ہے۔ یعنی میرا ناز و انداز بھی اس کی شہوت کا باعث نہیں بن سکتا۔ [3] کز بر: یعنی وہ عورت جو مرد کے پہلو سے۔
[4] پیرے الخ: جو بڈھا لاٹھی ٹیکے بدون نہ اٹھ سکے۔ کیش عصا برخیزد: یعنی اس کا عضو مخصوص کب اٹھ سکتا ہے؟
[5] مدت عدّت برآمد: عدّت کا زمانہ پورا ہوگیا۔ [6] تہی دست: مفلس۔ عنا: مشقت۔ نعیمِ مقیم: قائم رہنے والی نعمت۔
[7] عود: اگر۔ ہوس: زیور وغیرہ۔ کیر و خایہ: یعنی مرد کا عضو مخصوص

قطعہ

با تو مرا سوختن اندر عذاب | بہ کہ شدن باد گرے در بہشت
بوئے پیاز از دہنِ خوبروی | بحقیقت کہ گل از دستِ زشت

حکایت[1] نمبر (۳): مہمانِ پیرے بودم در دیارِ بکر کہ مالِ فراوان داشت وفرزندے خوبروی شبے حکایت کرد کہ مرا در عمرِ خویش بجز ایں فرزند نبودہ است درختے دریں وادی زیارت گاہ است کہ مردماں بحاجت خواستن آنجا روند وشبہائے دراز در پائے آں درخت بخدا نالیدہ ام تا مرا ایں فرزند بخشیدہ است، شنیدم کہ پسر بارفیقاں آہستہ می گفت: چہ بودے اگر من آں درخت را بدانستمے کہ کجاست تا دعا کردمے کہ پدرم بمردے۔

حکمت خواجہ شادی کناں کہ فرزندم عاقل ست وپسر طعنہ زناں کہ پدرم فرتوت[2] ست۔

قطعہ

سالہا بر تو بگذرد کہ گذار | نہ کنی سوئے تربتِ پدرت
تو بجائے پدر چہ کردی خیر | تا ہماں چشم داری از پسرت

حکایت[3] نمبر (۴): روزے بغرورِ جوانی سخت راندہ بودم وشبانگہ بپائے گریوہ سُست ماندہ پیر مردے ضعیف از پسِ کارواں ہمی آمد گفت: چہ خسپی کہ نہ جائے خفتن است، گفتم: چوں

[1] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے میں اولاد پیدا کرنے کے درپے نہ ہونا چاہیے بڑھاپے کی اولاد عموماً آوارہ ہوتی ہے۔ شبے حکایت کرد: معلوم ہوا کہ سعدی چند شب اس کے یہاں مہمان رہے ہیں۔ فرزند نبودہ است: لڑکا پیدا نہیں ہوا ہے۔ بحاجت خواستن: منتیں مانگتے۔ بخدا نالیدہ ام: خدا کے سامنے گڑگڑایا ہوں۔ حکمت: دانائی کی بات۔ [2] فرتوت: بڈھا کھوسٹ۔ گزار نہ کنی: تو نہیں گذرتا۔ چشم داری: امید کرتا ہے۔

[3] حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بوڑھے کا فرض ہے کہ نوجوان کی غلطی پر اس کو آگاہ کردے۔ سخت راندہ بودم: میں تیز چلا تھا۔ گریو: ٹیلہ۔

رَوَم[1] کہ نہ پائے رفتن ست، گفت: ایں نشنیدی کہ صاحبدلاں گفتہ اند: رفتن ونشستن[2] بہ کہ دویدن وگسستن[3]۔

قطعہ

اے کہ مشتاقِ منزلے مشتاب | پندِ من کاربند و صبر آموز
اسپ تازی دوتگ رَوَد بشتاب | اُشتر آہستہ میرود شب و روز

حکایت[4] نمبر (۵): جوانے چست لطیف خنداں شیریں زبان در حلقۂ عشرتِ ما بود کہ در دلش ہیچ نوعِ غم[5] نیامدے ولب از خندہ فراہم روزگارے برآمد کہ اتفاقِ ملاقات نیفتاد بعد ازاں دیدمش زن خواستہ وفرزند خاستہ وبیخ نشاطش[6] بریدہ وگل رویش پژمریدہ پرسیدمش چگونہ وچہ حالت ست گفت: تا کودکاں بیاوردم وگر کودکی نہ کردم۔

شعر

مَاذَا الصِّبٰی[7] وَالشَّیْبُ غَیَّرَ لِمَّتِیْ | وَکَفٰی بِتَغْیِیْرِ الزَّمَانِ نَذِیْرًا

فرد

چوں پیر شدی زکودکی دست بدار[8] | بازی و ظرافت بجوانان بگذار

[1] چوں روم: کیسے چلوں۔ [2] نشستن: آرام لے لے کر چلنا۔

[3] وگسستن: یعنی قافلہ یا زندگی یا سانس چھوڑ بیٹھنا۔ کاربند: یعنی میری نصیحت پر عمل کرو۔ تگ: دوڑ۔

[4] حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے میں متانت اور سنجیدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ جوانی کے مذاق ودل لگی کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ لطیف: پاکیزہ۔ عشرت: محبت۔

[5] نوعِ غم: کسی قسم کا غم۔ فراہم: یعنی ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ زن خواستہ: ایک عورت سے شادی کیے ہوئے۔ [6] نشاط: خوشی۔ بیاوردم: بچے پیدا کیے ہیں۔ کودکی نہ کردم: پھر بچپنا نہیں کیا۔

[7] مَاذَا الصِّبٰی الخ: اب بچپن کہاں ہے؟ بڑھاپے نے میری زلفوں کو بدل ڈالا (سفید کردیا) زمانہ کی تبدیلیاں ڈرانے کے لیے کافی ہیں۔ (انسان کو ان تغیرات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے) [8] دست بدار: ہاتھ اٹھا لے۔

مثنوی

طربِ[1] نوجواں ز پیر مجوئی — که دگر ناید آبِ رفته بجوئی
زرع را چوں رسید وقتِ[2] درو — نخرامد چنانکه سبزهٔ نو

قطعه

دورِ جوانی بشد[3] از دستِ من — آه و دریغ آں زمنِ دل فروز
قوتِ سر پنجهٔ شیری برفت — راضیم اکنوں به پنیرے[4] چو یوز
پیرِ زنے موی سیه کرده بود — گفتمش اے مامکِ[5] دیرینه روز
موی به تلبیس[6] سیه کرده گیر — راست نخواهد شدن ایں پشتِ کوز

حکایت[7] نمبر (۶): وقتے بجهلِ جوانی بانگ بر مادر زدم[8] دل آزرده به کنجے بنشست وگریاں همی گفت مگر خوردی فراموش کردی که درشتی می کنی۔

قطعه

چه خوش گفت زالے بفرزندِ خویش — چو دیدش پلنگ افگن و پیلتن[9]
گر از عهد[10] خردیت یاد آمدے — که بیچاره بودی در آغوشِ من
نکردے دریں روز بر من جفا — که تو شیر مردی و من پیر زن

---

۱ طرب: مستی۔ ۲ وقت درو: کھیتی کٹنے کا وقت۔

۳ بشد: ختم ہوگیا۔ دل فروز: دل کو روشن رکھنے والا ہے۔ ۴ به پنیرے چو یوز: جیسے کہ چیتا پنیر پر راضی ہوجاتا ہے۔ مشہور ہے کہ چیتا شکار میں ناکام ہوکر مالک سے بھی غضبناک ہوجاتا ہے۔ مالک پنیر کھلا کر جو اس کی مرغوب غذا ہے پھر راضی کرتا ہے۔ ۵ مامک: ''مام'' کی تصغیر ہے بمعنی ماں۔ دیرینه روز: زیادہ عمر والی۔

۶ تلبیس: دھوکہ بازی۔ گیر: فرض کرو۔ راست نخواهد: یعنی یہ کبڑی کمر سیدھی نہ ہوسکے گی۔

۷ حکایت نمبر (۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بوڑھوں کے ساتھ سخت کلامی کر کے ان کا دل رنجیدہ نہ کرنا چاہیے۔

۸ بانگ بر مادر زدم: میں ماں پر چیخ پڑا۔ خوردی فراموش کردی: اپنا بچپن بھول گیا۔ ۹ پیلتن: ہاتھی کے سے جسم والا۔

۱۰ گر از عهد: شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ بیچاره: عاجز۔ جفا: ظلم۔ شیر مرد: بہادر۔

حکایت[1] نمبر (۷): توانگرے بخیل را پسرے رنجور بود نیک خواہاں گفتندش که ختمِ قرآنی کنی از بهرِ وے یا بذلِ قربانی[2] لختے باندیشه فرو رفت وگفت: ختمِ مصحفِ اولیٰ ترست که گله دور ست، صاحبدلے بشنید گفت: ختمش بعلتِ[3] آں اختیار آمد که قرآن برسرِ زبان ست وزر در میانِ جاں۔

مثنوی

دریغا گردنِ طاعت نهادن — گرش همراه بودے دستِ دادن
بدینارے چو خر در گل بمانند — ور الحمدے بخواهی صد بخوانند

حکایت[4] نمبر (۸): پیر مردے را گفتند چرا زن نه کنی؟ گفت: با پیر زنانم الفت نیست پس آنرا که جواں باشد با من که پیرم دوستی چگونه صورت بندد۔

شعر

پیر هفتاد سَله جنی مکُنه — کورِ مُقری بخوا نبی چش روش

---

۱ حکایت نمبر (۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے میں مال و دولت کی حرص میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

توانگرے بخیل: مالدار کنجوس۔ رنجور: بیمار۔ ۲ بذل قربانی: کوئی جانور قربان کیا جائے۔ لختے: تھوڑی دیر۔

که گله دور ست: جانور جنگل چلے گئے ہیں واپس لانے میں دشواری ہوگی۔

۳ علت: سبب۔ اختیار آمد: پسند آیا۔ دریغا: یعنی اگر مالی عبادت کی گنجائش ہے تو بدنی عبادت بڑی افسوسناک بات ہے۔ بدینارے الخ: ایک دینار خرچ کرنے کا موقع آپڑے تو گدھے کی طرح کیچڑ میں کھپ کر رہ جائے۔

ور: اور اگر۔ الحمدے بخواهی: سورۃ فاتحہ پڑھوانا چاہو۔

۴ حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے میں نوجوان لڑکی سے شادی کر کے رسوائی نہ مول لینی چاہئے۔

زن نه کنی: شادی کیوں نہیں کرتا۔ الفت نیست: لہٰذا بوڑھی سے شادی کو جی نہیں چاہتا۔

دوستی چگونه صورت بندد: موافقت نہ آئے گی۔ سَله: سالہ۔ جنی: جوانی۔ مکُنه: مکن، نہ کر۔ کور: نابینا۔

مُقری: میانجی۔ بخوا: در خواب۔ نبی: نہ بیند۔ چش: چشم۔ روش: روشن۔ ستر سالہ بوڑھے نوجوان کی باتیں نہ کر۔ مکتب کا اندھا میانجی خواب میں بھی اپنی آنکھ کو روشن نہیں دیکھتا۔

زور[1] باید نہ زر کہ بانو را — گزرے دوست تر نہ دہ من گوش

حکایت نمبر[2]۔(۹) منظومہ

شنیدہ ام کہ دریں روزہا کہن[3] پیرے — خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت

بخواست دخترے خوبروئی گوہر نام — چودرجِ گوہرش از چشمِ مرداں بہ نہفت

چنانکہ رسمِ عروسی بود تمنّا کرد — ولے بہ حملۂ اول عصائے شیخ بہ خفت

کمال کشیدونزدِ ہدَف کہ نتواں دوخت — مگر بسوزنِ فولاد جامہ ہنکفت

بدوستاں گلہ آغاز کرد و حجّت ساخت — کہ خان ومانِ من ایں شوخ دیدہ پاک برفت

میانِ شوہروزن جنگِ فتنہ خاست چناں — کہ سر بشحنہ و قاضی کشید وسعدی گفت

پس از ملامت وشنعت گناہِ دختر نیست — ترا کہ دست بلرزد گُہر چہ دانی سُفت

---

[1] زور: یعنی قوت مردانگی۔ بانو: یعنی بیوی۔ گزر: گاجر۔ مرادمَرد کا عوض مخصوص۔ گوش: گوشت یعنی بیوی مرد کے موٹاپے کی متمنی نہیں ہوتی ہے۔

[2] حکایت نمبر(۹): اس حکایت کا مقصد بھی وہی ہے جو حکایت نمبر(۸) کا ہے۔

[3] کہن: پیر۔ پیرانہ سر: بڑھاپے کے زمانہ میں۔ گیرد جفت: شادی کرلے۔

دختر: نوعمر لڑکی۔ درج: ڈبیہ۔ مصرع ثانی لڑکی کی وجہ تسمیہ ہے۔ رسمِ عروسی: یعنی ہم بستری۔

عصائے شیخ: یعنی عضوتناسل۔ نزدِ ہدَف: تیرنشانہ پرنہ بیٹھا۔ جامہ ہنکفت: ٹاٹ کا لباس۔

حجت ساخت: دلیل پکڑی۔ خان: خانہ۔ مان: گھر کا سامان، یا تابع مہمل ہے۔ شوخ دیدہ: شریر۔

پاک برفت: سب لے گئی، کچھ مہروں میں فضول خرچی میں۔ شحنہ: کوتوال۔

شنعت: برائی۔ تراکہ: یعنی لرزتے ہاتھ سے موتی نہیں بندھتا۔ یعنی بوڑھا جوان عورت پر قابو نہیں پا سکتا۔

بابِ ہفتم

دَرْ تاثیرِ تربیّت

حکایت[1] نمبر(۱): یکے راازوزرا پسرے کودن بود پیشِ دانشمندے فرستاد کہ مرایں را تربیتے کن مگر عاقل شود روزگارے تعلیم کرد مؤثر نبود پیشِ پدرش کس فرستاد کہ ایں عاقل نمی شود و مرا دیوانہ کرد۔

قطعہ

آہنے را کہ بد گہر باشد — ہیچ صیقل نکوند اند کرد

تربیت را در و اثر باشد — چوں بود اصلِ جوہرے قابل

چونکہ ترشد پلید تر باشد — سگ بدریائے ہفتگانہ بشوی

خرِ عیسیٰ گرش بہ مکّہ روَدَ — چوں بیاید ہنوز خر باشد

حکایت[2] نمبر(۲): حکیمے پسراں راپند میداد کہ اے جانانِ پدر! ہنر آموزید کہ مُلک ودولتِ دنیا اعتماد رانشاید[3] وسیم وزر درمحلِّ خطر ست یادزد بیکبار ببرد یا خواجہ بتفاریق بخورد اما ہنر چشمۂ

---

[1] حکایت نمبر(۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر طبیعت میں صلاحیت نہیں ہوتی تو پند ونصیحت رائیگاں جاتی ہے۔

کودن: بالفتح، کم فہم۔ مگر: شاید۔ دیوانہ: پاگل۔ صیقل: ایک آلہ ہے جس سے لوہے کو چمکایا جاتا ہے۔

گہر: گوہر یعنی اصل۔ اصل: یعنی طبیعت انسانی۔ جوہر: شخص۔ قابل: یعنی تربیت کو قبول کرنے والی۔

دریائے ہفتگانہ: یعنی سات مشہور سمندر۔ خرعیسیٰ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اکثر سفر میں رہتے تھے لہٰذا اپنے ہمراہ بار برداری کے لیے گدھا رکھتے تھے۔ اس ہی پر ان کی انجیل بھی رہتی تھی۔

[2] حکایت نمبر(۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ماں باپ کی دولت پر اعتماد کرکے ذاتی کمال نہ پیدا کرنا نادانی ہے۔

حکیم: دانشمند۔

[3] اعتماد رانشاید: بھروسہ کے قابل نہیں۔ درمحلِ خطرست: خطرہ میں ہے۔ تفاریق: متفرق طور پر۔

زاینده[1] است و دولتِ پاینده اگر ہنرمند از دولت بیفتد غم نباشد کہ ہنر درنَفَسِ خود[2] دولت ست ہر کجا کہ رود قدر بیند و صدر نشیند[3] و بے ہنر لقمہ چیند و سختی بیند۔

شعر

سخت ست پس جاه و تحکّم[4] بردن　　خو کرده بنازِ جورِ مردم بردن

قطعه

وقتے افتاد فتنہ در شام　　ہر کس از گوشۂ فرا رفتند
روستا زادگانِ[5] دانشمند　　بوزیریئے پادشا رفتند[6]
پسرانِ وزیر ناقص عقل[7]　　بہ گدائی بروستا رفتند

حکایت[8] نمبر (۳): یکے از فضلا تعلیم مَلِک زاده ہمی کردے وضربِ بے محابا[9] زدے و زجرِ بے قیاس کردے بارے[10] پسر از بے طاقتی شکایت پیشِ پدر برد و جامہ از تنِ دردمند[11] برداشت

---

[1] چشمہ زاینده: وه چشمہ جس میں سوت ہوں۔ از دولت بیفتد: یعنی مفلس ہوجائے۔ [2] درنفس خود: اپنے آپ ہی۔

[3] صدر نشیند: صدر کی جگہ بیٹھے۔ لقمہ چیند: ایک ایک لقمہ جمع کرتا پھرے۔

[4] تحکّم: کسی کی حکومت سہنا۔ خوکرده بناز: جس کو ناز ونعمت کی عادت ہو۔ جور: ظلم۔ فرا: زیاده ہے۔

[5] روستازادگان: دیہاتیوں کے لڑکے۔ [6] بوزیریئے بادشاه رفتند: بادشاہوں کی وزارت کے درجہ پر پہنچ گئے۔

[7] ناقص عقل: ''پسران وزیر'' کی صفت ہے۔ گدائی: فقیری۔ رستا: گاؤں۔

[8] حکایت نمبر (۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں کبھی رعایت سے کام نہ لے، خصوصاً رؤساء کے بچوں پر کڑی نگرانی رکھنی چاہیے۔ مَلِک زاده: شہزاده۔ ضرب: مار۔ [9] بے محابا: بدون رعایت۔ زجر: سرزنش۔ بے قیاس: بے حساب۔ [10] بارے: ایک مرتبہ۔ بے طاقتی: کمزوری۔

[11] تنِ دردمند: یعنی کُرتا اٹھا کر کمر پر مار کے نشانات دِکھائے۔

پدر اول بہم برآمد[1] اُستاد را بخواند و گفت: پسرانِ رعیّت را چنداں زجر رَوانمی داری کہ فرزندِ مرا سبب چیست؟ گفت: سببِ آنکہ سخنِ اندیشیده گفتن[2] وحرکتِ پسندیده کردن ہمہ خلق را علی العموم باید و پادشاہاں را علی الخصوص[3] بموجبِ آنکہ بردست و زبانِ ایشاں ہر چہ رود ہر آئینہ بافواه بگویند[4] وقول وفعلِ عوام را چنداں اعتبارے نباشد۔

قطعه

اگر صد عیب دارد مردِ درویش　　رفیقانش[5] یکے از صد ندانند
وگر یک ناپسند آید زسلطاں　　زاقلیمے[6] باقلیمے رسانند

پس واجب آمد معلّمِ پادشاه زاده را در تہذیبِ اخلاق خداوندزادگاں ''اَنْبَتَهُمُ اللهُ[7] نَبَاتًا حَسَنًا'' اجتہاد ازاں بیش کردن کہ در حقِّ ابنائے عوام[8]۔

قطعه

ہر کہ در خردیش ادب نہ کنی[9]　　در بزرگی[10] فلاح از و برخاست
چوبِ تر را چنانکہ خواہی پیچ　　نشود خشک[11] جز بآتش راست

فرد

ہر آں طفل کو جورِ[12] آموزگار　　نہ بیند جفا بیند از روزگار

---

[1] بہم برآمد: ناراض ہوا۔ رعیت: رعایا۔ [2] سخن اندیشده گفتن: سمجھ کر بات کرنا۔ علی العموم: عام طور پر۔

[3] علی الخصوص: خاص طور پر۔ [4] بافواه بگویند: یعنی شہرت پکڑتی ہے۔

[5] رفیقانش: یعنی اس کی سو برائیوں میں سے دوستوں کو ایک کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

[6] زاقلیمے: یعنی شہر در شہر مشہور ہوجاتی ہے۔ خداوندزادگان: شہزادے۔ [7] اَنْبَتَهُمُ اللهُ: خدا ان کی بہتر تربیت فرمائے۔ اجتہاد: کوشش۔ [8] ابنائے عوام: عام لوگوں کے بچے۔ [9] درخردیش ادب نہ کنی: جس کو بچپن میں تہذیب نہ سکھائی ہو۔

[10] دربزرگی: یعنی جب یہ بڑا ہوگا اس سے کوئی بھلائی کی امید نہیں ہے۔

[11] نشوخشک: خشک لکڑی آگ کی مدد سے سیدھی ہوتی ہے۔ [12] جور: ظلم۔ آموزگار: اُستاد۔

مَلک را حُسنِ تدبیرِ فقیہ وتقریرِ جوابِ او موافق آمد[1] وخلعت ونعمت بخشید و پایۂ ومنصب[2] بلند گردانید۔

حکایت[3] نمبر (۴): معلّم کتّابے را دیدم دَرْ دِیارِ مغرب ترش روی[4] وتلخ گفتار بدخوی ومردم آزار کُند طبع ونا پرہیز گار کہ عیشِ مسلماناں بدیدنِ اُو تبہ گشتے وخواندنِ قرآنش دلِ مردم سِیہ کردے[5] وجمعے پسرانِ پاکیزہ ودخترانِ دوشیزہ[6] بدستِ جفائے او گرفتار نہ زہرۂ خندہ نہ یارائے گفتار، گہ عارضِ سیمینِ یکے را تبانچہ زدے وگاہ ساقِ بلّورینِ[7] یکے را شکنجہ کردے[8]، القصہ شنیدم کہ طرفے از خیانتِ نفسِ او معلوم کردند وبزدندش وبراندند، پس آنگہ مکتبِ وَے بمصلحے دادند پارسائے سلیمے نیک مردے حلیمے کہ سخن جز بحکمِ ضرورت نہ گفتے و موجبِ[9] آزارِ کس برزبانش نرفتے کودکان راہیبتِ اُستادِ نخستین[10] ازسر برفت و معلّم دومی را اخلاقِ مَلکی دیدند، دیو یک یک شدند[11] باعتمادِ حلمِ[12] او علم فراموش کردند وہمچنیں اغلبِ اوقات بباز یچہ[13] فراہم نشستندے ولوحِ درست ناکردہ برسَرِ ہم شکستندے[14]۔

بیت

استادِ معلّم چو بود بے آزار　　خرسک بازند[15] کودکاں در بازار

---

۱ موافق آمد: پسند آئی۔ ۲ منصب: عہدہ۔

۳ حکایت نمبر (۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں رحم وشفقت سے کام نہیں چلتا۔

معلّم: اُستاد۔ کتاب: یعنی کتاب۔ ۴ ترش رو: غصہ ور۔ کند طبع: غبی۔ عیش: زندگانی۔ ۵ سِیہ کردے: آواز بھدی تھی۔ قرآن خوانی کا بھی سلیقہ نہ تھا۔ ۶ دوشیزہ: نابالغ۔ زہرہ: طاقت۔ تبانچہ: طمانچہ۔ ۷ ساق بلّورین: بلور جیسی پنڈلی۔ ۸ شکنجہ کردے: شکنجہ میں کس دیتا۔ خیانتِ نفس: یعنی بدچلنی۔ مصلح: نیک۔

۹ موجب: سبب۔ ۱۰ اُستادِ نخستین: پہلا اُستاد۔ ازسَر برفت: بالکل ختم ہوگئی۔ ۱۱ دیو یک یک شدند: ایک ایک کرکے بھوت بن گئے۔ ۱۲ حلم: بردباری۔ اغلب اوقات: زیادہ وقت۔ ۱۳ بازیچہ: کھلونا۔ لوحِ درست ناکردہ: بغیر لکھی تختی۔

۱۴ برسرِہم شکستندے: ایک دوسرے کے سر پر مار کر توڑ ڈالتے۔ ۱۵ خرسک باز: ریچھ کا مداری۔

بعد از دو ہفتہ براں مسجد گذر کردم معلّمِ اوّلیں را دیدم کہ دل خوش کردہ بودند[1] وبمقامِ خویش باز آوردند برنجیدم ولاحول گفتم کہ دیگر بارہ ابلیس را معلّمِ ملائکہ[2] چرا کردند، پیرِ مردے ظریف جہاں دیدہ بشنید بخندید وگفت:

مثنوی

پادشاہے پسر بمکتب داد[3]　　لوحِ سیمینش[4] در کنار نہاد

برسَرِ لوحِ او بنشتہ بزر　　جورِ[5] اُستاد بہ زمہرِ پدر

حکایت[6] نمبر (۵): پارسا زادہ را نعمتِ بیکراں از[7] ترکۂ عماں بدست افتاد وفسق و فجور آغاز کرد ومبذری[8] پیشہ گرفت فی الجملہ نماند از سائرِ معاصی منکَرے کہ نکرد ومسکرے[9] کہ نخورد، بارے بہ نصیحتش گفتم: اے فرزند! دخل آبِ روانست وخرج آسیائے گرداں یعنی خرجِ فراواں کردن مسلّم کسے را باشد کہ دخلِ معیّن دارد[10]۔

قطعہ

چو دخلت نیست خرج آہستہ ترکن　　کہ می گویند ملّاحاں سرودے[11]

بکوہستاں اگر باراں نبارد　　بسالے دجلہ[12] گردد خشک رودے[13]

---

۱ دل خوش کردہ بودند: منا کر لے آئے تھے۔ دیگر بارہ: دوسری بار۔ ۲ معلم ملائکہ: شیطان فرشتوں کا استاد تھا۔

۳ بمکتب داد: مکتب میں بٹھایا۔ ۴ لوح سیمین: چاندی کی تختی۔

کنار: بغل۔ زر: یعنی سونے کا پانی۔ ۵ جور: ظلم۔ مہر: محبت۔

۶ حکایت نمبر (۵): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کی بچپن میں صحیح تربیت نہ ہو اور جوانی میں دولت ہاتھ لگ جائے تو لامحالہ ایسا شخص برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کے لیے کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

۷ بیکراں: لامحدود۔ عماں: عم کی جمع، چچا۔ ۸ مبذری: فضول خرچی۔ فی الجملہ: خلاصہ کلام۔ منکر: بری بات۔

۹ مسکر: نشہ آور۔ دخل: آمدنی۔ آسیا: چکی۔ مسلّم کسے را باشد: اس شخص کے لیے مناسب ہے۔

۱۰ دخل معیّن: مقررہ آمدنی۔ ۱۱ سرود: گانا۔ ۱۲ دجلہ: مشہور دریا ہے۔ ۱۳ رود: چھوٹی نہر۔

عقل وادب پیش گیر ولہو ولعب [1] بگذار کہ چوں نعمت سپری شود سختی بری و پشیمانی خوری، پسر از لذّتِ نای ونوش ایں سخن در گوش نیاورد بر قولِ من اعتراض کرد گفت: راحتِ عاجل [2] را بتشویشِ محنتِ [3] آجل منغّص کردن خلافِ رائے خردمنداں ست۔

مثنوی

خداوندانِ کام [4] و نیک بختی   چرا سختی برند از بیمِ سختی
برو شادی کن اے یارِ دل افروز   غمِ فردا نشاید خوردن امروز

فلیف [5] مرا کہ در صدرِ مروّت نشستہ ام وعقدِ فتوّت بستہ وذکرِ انعام در افواہِ عوام افتادہ۔

مثنوی

ہر کہ علَم [6] شد بسخا وَ کرم   بند نشاید کہ نہد بر درم
نامِ نکوئی چو بروں شد بکوی   در نتوانی کہ بہ بندی بروی

دیدم کہ نصیحت نمی پذیرد ودمِ گرمِ من در آہنِ سردِ وے اثر نمی کند ترکِ مناصحت کردم وروئ از مصاحبت بگردانیدم، قولِ حکمارا کار بستم کہ گفتہ اند: ''بَلِّغْ مَا عَلَیْکَ فَاِنْ لَّمْ یَقْبَلُوْا مَا عَلَیْکَ [7]''۔

قطعہ

ہر چہ دانی تو از نصیحت و پند   گرچہ دانی [8] کہ نشنوند بگوی

---

[1] لہوولعب: کھیل کود۔ سپری: ختم۔ نای: یعنی گانا۔ نوش: یعنی شراب پینا۔

[2] راحت عاجل: وہ راحت جو اس وقت حاصل ہے۔

[3] محنت آجل: وہ سختی جو آئندہ آنے والی ہے۔ منغص: مکدر۔

[4] کام: یعنی جاہ ودولت۔ سختی: رنج، مفلسی۔ غم فردا: یعنی آئندہ کا غم۔

[5] فلیف مرا: یعنی میں خرچ کرنے اور اڑانے سے کیسے باز آسکتا ہوں۔ فتوت: جوانمردی۔ افواہ: فوہ کی جمع، منہ۔

[6] علم شد: مشہور ہو۔ کوی: کوچہ۔ دم گرم: یعنی نصیحت۔ آہن سرد: یعنی اس کا دل۔ مناصحت: نصیحت کرنا۔ مصاحبت: ساتھ رہنا۔ [7] بَلِّغْ مَا عَلَیْکَ الخ: جو تیرا فرض ہے تو پہنچادے اگر نہ مانیں تو پھر تجھ پر ذمہ داری نہیں ہے۔ [8] گرچہ دانی الخ: جو کچھ تجھ سے نصیحت بن پڑے کیے جا اگرچہ تو جانتا ہو کہ وہ نہ سنیں گے۔

زود باشد کہ خیرہ [1] سر بینی   بدو پائے افتادہ اندر بند
دست بر دست میزند کہ دریغ   نشنیدم حدیثِ دانشمند

تاپس از مدّتے آنچہ اندیشہ من بود از نکبتِ حالش بصورت بدیدم کہ پارہ پارہ برہم می دوخت ولقمہ لقمہ ہمی اندوخت، دلم از ضعفِ حالش بہم برآمد ومروّت ندیدم در چناں حالے ریشِ درویش را بملامت خراشیدن ونمک پاشیدن، پس باخود گفتم:

مثنوی

حریفِ [2] سفلہ در پایانِ مستی   نیندیشد زروزِ تنگدستی
درخت اندر بہاراں بر [3] فشاند   زمستاں [4] لا جرم [5] بے برگ ماند

حکایت [6] نمبر (۶): پادشاہے پسرے را بہ ادیبے داد وگفت: تربیتش چناں کن کہ یکے از [7] فرزندانِ خود را۔ سالے بروسعی کرد وبجائے نرسید وپسرانِ ادیب در فضل وبلاغت منتہی شدند، مَلِک دانشمند را مواخذت [8] کرد ومعاتبت فرمود کہ خلاف کردی ووفا بجانیاوردی [9]۔ گفت: برائے خداوندِ روئے زمین پوشیدہ نماند کہ تربیت یکسان ست ولیکن طبائع [10] مختلف۔

---

[1] خیرہ سر: حیران و پریشان۔ دست بر دست میزند: افسوس سے ہاتھ ملیں گے۔ آنچہ اندیشہ من بود: جس بات کا مجھے ڈر تھا۔ نکبت: نحوست۔ پارہ پارہ الخ: پیوند پر پیوند لگاتا تھا۔ لقمہ لقمہ: ایک ایک لقمہ کی بھیک مانگ کر جمع کرتا تھا۔ بہم برآمد: رنجیدہ ہوا۔ ریش: زخم۔

[2] حریف سفلہ: کمینہ ساتھی۔ پایان مستی: انتہائی مستی۔

[3] بر: پھل۔ [4] زمستان: [5] جاڑا۔ لاجرم: لامحالہ۔

[6] حکایت نمبر (۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ شاگردوں کی صلاحیت کے تفاوت کی وجہ سے اُستاد کی تربیت کا سب پر یکساں اثر نہیں ہوتا۔ [7] کہ یکے الخ: اپنا بچہ سمجھ کر اس کی تربیت کرنا۔ فضل: بزرگی۔ بلاغت: یعنی انشا پردازی۔

[8] مواخذت: گرفت۔ معاتبت: ناراضی۔ [9] وفا بجانیاوردی: تونے وفا کا ثبوت دیا۔

[10] طباع: یعنی ذہنی اور مزاجی کیفیتیں۔

قطعہ

گرچہ سیم و زر زسنگ[1] آید ہمی — در ہمہ سنگے نباشد زر وسیم
بر ہمہ عالم ہمی تابد سہیل[2] — جائے انباں میکند جائے ادیم

حکایت[3] نمبر (۷): یکے راشنیدم از پیرانِ مربیّ که[4] مریدے راہمی گفت: چنانکہ تعلقِ خاطرِ آدمی زادست بروزی اگر بروزی[5] دہ بودے بمقام از ملائکہ درگذشتے۔

قطعہ

فراموشت[6] نکرد ایزد دراں حال — کہ بودی نطفۂ مدفون و مدہوش
روانت داد وطبع و عقل و ادراک[7] — جمال ونطق[8] ورائے وفکرت وہوش
دہ انگشتت مرتّب کرد بر کف — دو بازویت مرتّب ساخت بردوش
کنوں پنداری اے ناچیز ہمت — کہ خواہد کردنت روزے فراموش

حکایت[9] نمبر (۸): اعرابی را دیدم کہ پسر راہمی گفت: "یَا بُنَیَّ! اِنَّکَ[10] مَسْؤُوْلٌ

[1] زسنگ: سونا چاندی کان کے پتھروں میں رگوں کی طرح پیدا ہوتا ہے۔ [2] سہیل: مشہور ستارہ ہے اس کی روشنی سے یمن میں بہترین قسم کی نرمی تیار کی جاتی ہے۔ انبان: نرمی۔ ادیم: دھوڑی۔

[3] حکایت نمبر (۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رازق مطلق اور بندوں کے احوال سے باخبر جاننا چاہیے اور بندہ کو ہمیشہ اس کے لطف وکرم کا امیدوار رہنا چاہیے۔ [4] مربی: یعنی جو مریدوں کی تربیت کرتے تھے۔

خاطر: طبیعت۔ آدمی زاد: انسان۔ [5] روزی دہ: یعنی اللہ تعالیٰ۔ بمقام الخ: یعنی فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا۔

[6] فراموشت: ای ترا فراموش۔ ایزد: اللہ تعالیٰ۔ مدہوش: بے ہوش۔ روان: جان۔

[7] ادراک: احساس۔ [8] نُطق: قوت گویائی۔

[9] حکایت نمبر (۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نسلی شرافت پر تکیہ کر کے انسان کو ذاتی شرافت سے محروم نہ رہنا چاہیے۔

اعرابی: بدو۔ [10] یَابُنَیَّ الخ: اے بیٹے تم سے قیامت کے دن یہ پوچھا جائے کہ تم نے کیا کیا؟ یہ نہیں پوچھا جائے گا: تمہارا نسب کیا ہے۔

یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِمَا ذَا اکْتَسَبْتَ، وَلَا یُقَالُ: بِمَنِ انْتَسَبْتَ "یعنی ترا خواہند پرسید کہ ہنرت[1] چیست؟ ونگویند: پدرت کیست؟

قطعہ

جامۂ کعبہ را کہ می بوسند — او نہ از کرمِ[2] پیلہ نامی شد
با عزیزے[3] نشست روزے چند — لا جرم ہمچو او گرامی شد

حکایت[4] نمبر (۹): در تصانیفِ حکما آوردہ اند کہ کژدم[5] را ولادت معہود نیست، چناں کہ دیگر حیوانات را بلکہ احشائے مادر را بخورند، وشکمش را بدرند وراہِ صحرا گیرند، وآں پوستہا کہ در خانۂ کژدم بینند اثرِ آنست۔ بارے ایں نکتہ پیشِ بزرگے ہمی گفتم، گفت: دلِ من برصدقِ[6] ایں سخن گواہی می دہد وجز چنیں نشاید بود در حالت خردی با مادر و پدر چنیں معاملت کردہ اند لا جرم در بزرگی چنیں مقبول ومحبوب اند۔

قطعہ

پسرے را پدر وصیّت کرد — کاے جواں مرد یاد گیر ایں پند
ہر کہ با اہلِ خود وفا نہ کند — نشود دوست روئ[7] دانشمند

مثل:[8] کژدم را گفتند: چرا بزمستاں بدر نمی آئی؟ گفت: بتابستانم چہ حرمت ست کہ بزمستاں نیز بیرون آیم۔

[1] ہنر: کمال۔ [2] کرم: کیڑا۔ پیلہ: ریشم کا کویا۔ نامی: مشہور۔ [3] عزیز: یعنی خانہ کعبہ۔ گرامی: باعزت

[4] حکایت نمبر (۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو بڑوں کا احترام کرنا چاہیے اور ایذا رسانی تو خوردوں کی بھی نہ کرنی چاہیے۔ [5] کژدم: بچھو۔ ولادتِ معہود: عام طور پر بچہ دینے کا طریقہ۔ احشاء: انتڑیاں۔

[6] صدق: سچائی۔ لاجرم: لامحالہ۔ چنیں مقبول اند: جو پاتا ہے جوتے سے خبر لیتا ہے۔

[7] دوست روی: محبوب چہرے والا۔ [8] مثل: کہاوت۔ زمستان: جاڑا (سردی کا موسم)۔ تابستان: گرمی۔

حکایت[1] نمبر (۱۰): زنِ درویشے حاملہ بود، مدّتِ حمل بسر آورد و درویش راہمہ عمر فرزند نیامدہ بود، گفت: اگر خداوند تعالیٰ مرا پسرے بخشد جزیں خرقہ کہ پوشیدہ ام ہر چہ در مِلکِ من ست ایثارِ درویشاں کنم، اتفاقاً پسر آورد، سفرۂ درویشاں بموجبِ شرط نہاد، پس از چند سال از سفرِ شام باز آمدم بمحلّتِ آں دوست برگذشتم، واز چگونگی حالش خبر پرسیدم، گفتند: بزندانِ شحنہ دَرست۔ گفتم: سبب چیست؟ گفتند: پسرش خمر خوردہ وعربدہ کردہ وخونِ کسے ریختہ، واز میاں گریختہ، پدر رابعلّتِ وے سلسلہ در نائے ست وبندِ گراں بر پائے، گفتم: ایں بلائے را وے بحاجت از خدائے عزَّ وجلّ خواستہ است۔

قطعہ

زنانِ بار دار اے مردِ ہشیار اگر وقتِ ولادت مار زایند
ازان بہتر بنزدیکِ خرد مند کہ فرزندانِ ناہموار زایند

حکایت[2] نمبر (۱۱): طفل بودم کہ بزرگے را پرسیدم از بلوغ، گفت: در کتب مسطور ست کہ سہ نشان دارد: یکے پانزدہ سالگی، ودوم احتلام، وسوم برآمدنِ موئے زہار۔ امّا در حقیقت یک نشاں دارد و بس، آنکہ در رضائے خدائے عزَّ وجلّ بیش ازاں باشی کہ در بند حظِّ نَفُسِ خویش، وہر کہ دروایں صفتہا موجود نیست نزدِ محقّقان بالغ نہ شمارندش۔

---

[1] حکایت نمبر (۱۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بد اولاد والدین کے لیے سوہانِ روح ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ مدّت حمل: یعنی وہ مدّت جس میں بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔
خرقہ: کفنی۔ ایثار: اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا۔ سفرہ نہاد: یعنی دعوت کی۔ محلت: محلّہ۔ شحنہ: بالکسر، کوتوال۔
عربدہ: لڑائی۔ نای: گلا۔ حاجت: دعا۔ باردار: حاملہ۔ مار: سانپ۔ ناہموار: نالایق۔

[2] حکایت نمبر (۱۱): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اخلاق حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ بلوغ: وہ زمانہ جب بچپن ختم ہو کر جوانی شروع ہوتی ہے۔ مسطور: کتاب۔ احتلام: نیند کی حالت میں غسل کی حاجت ہو جانا۔
موئے زہار: موئے پیش۔ در رضائے الٰہی: یعنی اپنی خواہشات پر رضائے خداوندی کو ترجیح دینے لگے۔

قطعہ

بصورت آدمی شد قطرۂ آب کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل سالہ[1] راعقل وادب نیست بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

قطعہ

جوانمردی ولطف ست آدمیت ہمیں نقشِ ہیولانی مپندار
ہنر باید کہ صورت[2] میتواں کرد بایوانہا در از شنگرف و زنگار
چو انسان را نباشد فضل و احسان چہ فرق از آدمی تا نقشِ دیوار
بدست آوردنِ[3] دنیا ہنر نیست یکے را گر توانی دل بدست آر

حکایت[4] نمبر (۱۲): سالے نزاعے[5] میانِ پیادگانِ حجّاج افتادہ بود، وداعی[6] ہم دراں سفر پیادہ بود، انصاف در سروروی ہم افتادیم[7]، وداد فسوق وجدال دادیم۔ کجاوہ نشینے رادیدم کہ باعدیلِ[8] خویش میگفت: یا لَلعَجَب! پیادۂ[9] عاج[10] عرصۂ شطرنج رابسرمی برد فرزین[11] میشود یعنی بہ ازاں میشود کہ بود، و پیادگانِ حاج بادیہ رابسر بردند وبتر شدند۔

---

[1] چل سالہ: چالیس سالہ۔ نقش ہیولانی: یعنی یہ گوشت و پوست کا بنا ہوا بدن۔ ہنر باید: یعنی انسانیت کے لیے دراصل ہنر مندی کی ضرورت ہے۔ [2] کہ صورت الخ: ورنہ تصویریں تو قلعوں کی دیواروں پر شنگرف اور زنگار سے بہت کچھ بنادی جاتی ہیں، مصرع ثانی میں لفظ "در" زیادہ ہے۔ [3] بدست آوردن الخ: دنیا کمانا کوئی کمال نہیں ہے۔ اصل میں دلداری کمال ہے۔

[4] حکایت نمبر (۱۲): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی بڑی عبادت ادا کرنے کا موقع مل جائے تو دوسروں کو کم ہمتی کا طعنہ نہ دینا چاہیے۔ [5] نزاع: جھگڑا۔ پیادگانِ حجاج: پیدل حج کرنے والے۔ [6] داعی: دعا گو، یعنی شیخ سعدی۔
[7] در سروری ہم افتادیم: آپس میں خوب مار پیٹ ہوئی۔ جدال: لڑائی۔ [8] عدیل: وہ آدمی جو اونٹ پر ایک دوسرے کا وزن قائم رکھنے کے لیے بیٹھتا ہے۔ [9] پیادہ: شطرنج کی ایک نرد کا نام ہے۔ [10] عاج: ہاتھی دانت۔ عرصہ: میدان۔
[11] فرزین: شطرنج کی نرد ہے، جو پیادہ سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ بادیہ: جنگل۔

قطعہ

از من بگوی حاجیئے مردم گزائے[1] را کو پوستینِ خلق بآزار می درد
حاجی تو نیستی شتر ست[2] از برائے آنکہ بیچارہ خار میخورد و بار می برد

حکایت[3] نمبر (۱۳): ہندوئے نفط[4] اندازی می آموخت، حکیمے گفت: ترا کہ خانۂ نئین[5] ست بازی نہ اینست۔

بیت

تا ندانی کہ سخن عینِ صوابست مگو آنچہ دانی[6] کہ نہ نیکوش جوابست مگو

حکایت[7] نمبر (۱۴): مردکے راچشم درد خاست پیش بیطارے[8] رفت تادوا کند، بیطار از آنچہ در چشمِ چہار پایاں می کرد در دیدۂ او کشید، کور شُد، حکومت پیشِ داور[9] بردند، گفت: برو ہیچ تاوان نیست، اگر ایں خر نبودے پیشِ بیطار نرفتے۔ مقصود ازین سخن آنست تابدانی کہ ہر کہ ناآزمودہ را کارِ بزرگ فرماید باآنکہ ندامت[10] برد، بنزدیکِ خردمنداں بخفتِ رائے منسوب گردد۔

[1] مردم گزائے: لوگوں کو ستانے والا۔ [2] شتر ست: یعنی حج تو دراصل تیرے اونٹ کا ہوا جس نے کانٹے چبائے اور بوجھ لادا۔

[3] حکایت نمبر (۱۳): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بات اور کام محل وموقع دیکھ کر کرنا چاہیے۔

[4] نفط: ایک قسم کا تیل ہے جو پانی پر گرنے سے آگ پکڑ لیتا ہے جنگ کے موقع پر اس کو استعمال کیا جاتا تھا۔

[5] نئین: نے کا بنا ہوا یعنی جھونپڑا جو معمولی آگ سے جل جائے گا۔

[6] آنچہ دانی الخ: یعنی جس بات کا اچھا جواب نہ پاؤ زبان سے نہ نکالو۔

[7] حکایت نمبر (۱۴): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ کار اہلِ کار ہی کے سپرد کرنا چاہیے۔ مردک: یعنی احمق۔

[8] بیطار: مویشی کا ڈاکٹر۔ کور شُد: اندھا ہوگیا۔ حکومت: فیصلہ۔ [9] داور: حاکم۔ تاوان: جرمانہ۔

کار بزرگ: بڑا کام۔ [10] ندامت: شرمندگی۔ خفت رائے: یعنی بے وقوفی۔

قطعہ

ندہد ہوشمندِ روشن رائے بفرومایہ کارہائے خطیر
بوریا باف گرچہ بافندہ است نبرندش بکارگاہِ حریر

حکایت[1] نمبر (۱۵): یکے از بزرگان ایمہ را پسرے وفات یافت، پرسیدند کہ بر صندوقِ گورش چہ نویسیم؟ گفت: آیاتِ کتابِ مجید را عزت بیش ازان ست کہ روا باشد برچنیں جایگاہ نوشتن، کہ بروزگار[2] سودہ گردد، وخلائق برو گذرند، وسگان برو شاشند[3]۔ اگر بضرورت چیزے نویسند ایں بیت کفایت می کند۔

قطعہ

وہ کہ[4] ہر گہ کہ سبزہ در بُستاں بدمیدے چہ خوش بدے دلِ من
بگذر اے دوست تا بوقتِ بہار سبزہ بینی دمیدہ برِ گلِ من

حکایت[5] نمبر (۱۶): پارسائے بر یکے از خداوندانِ نعمت[6] گذر کرد کہ بندہ را دست و پائے بستہ عقوبت ہمی کرد، گفت: اے پسر! ہمچو تو مخلوقے را خدائے عزّوجلّ اسیرِ حکمِ تو گردانیدہ است، وترا بروے فضیلت، دادہ، شکرِ نعمتِ باری تعالیٰ بجا آر و چندیں جفا[7] بروے مپسند، نباید کہ فردائے قیامت بہ از تو باشد و شرمساری بری۔

کارہائے خطیر: مہتم بالشان کام۔ کارگاہ: کارخانہ۔ حریر: ریشمین کپڑا ہے۔

[1] حکایت نمبر (۱۵): اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ قبور پر آیتوں کی کتابت مناسب نہیں ہے۔

ایمہ: امام کی جمع، پیشوا۔ صندوق: یعنی قبر کا تعویذ۔

[2] روزگار: زمانہ۔ خلائق: مخلوق۔ [3] شاشند: شاشیدن سے مضارع: پیشاب کرنا یعنی کتے کی عادت ہے کہ ابھری ہوئی جگہ پر پیشاب کرتا ہے۔

[4] وہ کہ الخ: یعنی جب موسم بہار میں باغات میں سبزہ اگتا تھا تو میرا دل کس قدر خوش ہوتا تھا۔ گل: یعنی قبر۔

[5] حکایت نمبر (۱۶): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ماتحتوں کی معمولی لغزشوں پر غیظ وغضب نہ کرنا چاہیے۔

[6] خداوندانِ نعمت: آقا۔ بندہ: غلام۔ عقوبت: سزا۔ اسیر: قیدی۔ [7] جفا: ظلم۔

مثنوی

بر بندہ مگیر خشم بسیار جورش مکن ودلش میازار
او را تو بدہ درم[۱] خریدی آخر نہ بقدرت آفریدی
ایں حکم و غرور و خشم تا چند ہست از تو بزرگتر خداوند
اے خواجۂ ارسلان و آغوش[۲] فرمان دہِ خود مکن فراموش

درخبرست از سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ گفت بزرگ تریں حسرتے درروزِ قیامت آں بود کہ بندۂ صالح را بہشت برند، وخداوندگارِ فاسق را بدوزخ۔

قطعہ

بر غلامے کہ طوعِ[۳] خدمتِ تست خشم بے حد مراں وطیرہ مگیر
کہ فضیحت بُوَد بروزِ شمار بندہ آزاد و خواجہ در زنجیر

حکایت[۴] نمبر (۱۷): سالے از بلخ[۵] بامیانم سفر بود، وراہ ازحرامیاں پرخطر، جوانے بدرقہ ہمراہِ ماشد نیزہ باز چرخ انداز سلحشور[۶]، بیش زورکہ دہ مردِ[۷] توانا کمانِ اورا بزہ نکردندے وزور

۱ دہ درم: یعنی معمولی قیمت۔ ارسلان: ترکی زبان میں شیر کو کہا جاتا ہے، لیکن اکثر غلاموں کا یہ نام رکھ دیا جاتا ہے اب غلام کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ۲ آغوش: بغل، عموماً لونڈیوں کا یہ نام رکھتے تھے، اب مطلقاً لونڈی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ۳ طوع: یعنی فرمانبردار۔ طیرہ: غصہ۔ فضیحت: رسوائی۔

۴ حکایت نمبر (۱۷): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دشوار گذار کام ناز پروردوں کے سپرد نہ کرنے چاہئیں۔

۵ بلخ: خراسان کا مشہور شہر۔ بامیان: غزنین اور بلخ کے درمیان کوہستانی علاقہ ہے۔ حرامیان: ڈاکو۔ بدرقہ: راہبر۔ سپر: ڈھال۔ چرخ: کمان۔ ۶ سلحشور: سپاہی۔ بیش زور: پہلوان۔

۷ دہ مرد الخ: یعنی دس آدمی مل کر بھی اس کی کمان کا چلہ نہ چڑھا سکتے تھے۔

آورانِ روئے زمین پشتِ اُورا در مصارعت برزمین نیاوردندے[۱]، اما چنانکہ دانی متنعّم بود وسایہ پروردہ نہ جہاں دیدہ، وسفر کردہ رعدِ کوسِ[۲] دلاوراں بگوشش نرسیدہ، وبرقِ شمشیرِ سواراں ندیدہ۔

شعر

نیفتادہ[۳] در دستِ دشمن اَسیر بگردش نباریدہ بارانِ تیر

اتفاقاً من وایں جواں ہردو درپے ہم دواں ہر دیوارِ قدیمش کہ پیش آمدے بقوّتِ بازو بیفگندے وہر درختِ عظیم کہ دیدے بہ نیروے[۴] سرپنجہ برکندے وتفاخر کناں گفتے۔

بیت

پیل کو[۵] تا کتف و بازوئے گرداں بیند شیر کو تا کف و سر پنجۂ مرداں بیند

مادریں حالت کہ دو ہندو از پسِ سنگے سر برآوردند، وآہنگِ قتالِ ما کردند، بدستِ یکے چوبے ودر بغلِ دیگر کلوخ کو بے جواں را گفتم: چہ پائی کہ[۶] دشمن آمد۔

بیت

بیار آنچہ داری زمردی و زور کہ دشمن بپائے خود آمد بگور

تیر وکماں را دیدم از دستِ جواں افتادہ ولرزہ براستخواں۔

فرد

نہ ہر کہ موئے شگافد بہ تیر جوشن خائے[۷] بروزِ حملۂ جنگ آوراں بدارد پائے

۱ برزمین نیاوردندے: اس کو نہ پچھاڑ سکتے۔ متنعم: نازوں کا پالا۔ ۲ رعدکوس: نقارہ کی گرج

۳ نیفتادہ الخ: یعنی جنگ آزمودہ نہ تھا۔ ۴ نیرو: طاقت۔

۵ کو: کجا است۔ کتف: مونڈھا۔ گردان: گرد کی جمع، پہلوان۔ ہندو: ڈاکو۔ کلوخ: ڈھیلا۔

۶ چہ پائی: کھڑا کیا دیکھتا ہے۔ موی شگافد: یعنی بال پر نشانہ مارے۔

۷ جوشن خائے: یعنی وہ تیر جو زرہ توڑ کر نکل جائے۔

چارہ جز آں ندیدم کہ رخت وسلاح [1] وجامہ رہا کردیم، وجاں بہ سلامت بدر آوردیم۔

قطعہ

بکارہائے گراں مردِ کار دیدہ فرست | کہ شیرِ شرزہ [2] در آرد بزیرِ خم کمند
جواں اگرچہ قوی یال و پیلتن باشد | بہ جنگ دشمنش از ہول بگسلد پیوند
نبَرَد [3] پیشِ مصاف آزمودہ معلوم ست | چنانکہ مسئلۂ شرع پیشِ دانشمند

حکایت [4] نمبر (۱۸): توانگرزادہ را دیدم بسر گورِ پدر نشستہ، وبادرویش بچہ مناظرہ در پیوستہ کہ صندوقِ تربتِ [5] پدرِ ما سنگین ست، وکتابہ رنگین وفرشِ رخام انداختہ، وخشتِ پیروزہ [6] دروساختہ، بگورِ پدرت چہ ماند، خشتے دو فراہم نہادہ، ومشتے دو خاک، بروپاشیدہ، درویش پسر ایں بشنید وگفت: تاپدرت درزیرآں سنگہائے گراں برخود بجنبد، پدرِ من بہ بہشت رسیدہ بود۔

فرد

خر کہ بَروَے نہند کمتر بار | بیشک آسودہ تر کند رفتار

قطعہ

مردِ درویش کہ بارِ ستمِ فاقہ کشید | بدَرِ مرگ [7] ہمانا کہ سبکبار آید
وآنکہ در دولت و در نعمت آسانی زیست | مردنش زیں ہمہ شک نیست کہ دشوار آید
بہمہ حال اسیرے کہ زبندے بجہد | خوشترش داں زامیرے کہ گرفتار آید

[1] سلاح: ہتھیار۔ [2] شرزہ: غضبناک۔ کمند: پھانسہ۔ یال: گردن۔ پیوند: جوڑ
[3] نَبَرد: نون اور باء کے زبر کے ساتھ بمعنی جنگ۔ مصاف: جنگ۔ دانشمند: فقیہ۔
[4] حکایت نمبر (۱۸): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ تنگدستی پر صبر کرنا چاہیے تاکہ خوش دلی سے بسر ہو سکے۔
[5] صندوق: قبر کا تعویذ۔ رخام: سنگ مرمر۔ [6] پیروزہ: فیروزہ مشہور پتھر ہے۔ چہ ماند: کیا مشابہت۔
[7] درمرگ: موت کا دروازہ۔ ہمانا: یقیناً۔ سبکبار: ہلکا پھلکا۔ بہمہ حال: بہر حال۔

حکایت [1] نمبر (۱۹): بزرگے را پرسیدم از معنی ایں حدیث: "أَعْدیٰ عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ۔" گفت: بحکمِ آنکہ ہرآں دشمنے کہ باوے احسان کنی دوست گردد، مگر نفس راچندانکہ مدارا [2] بیش کنی مخالفت زیادہ کند۔

قطعہ

فرشتہ خوئے شود آدمی بکم خوردن | وگر خورد چو بہائم [3] بیوفتد چو جماد
مرادِ ہر کہ برآری مطیعِ امرِ توگشت | خلافِ نفس کہ فرمان دہد چو یافت مراد

حکایت [4] نمبر (۲۰):

جدالِ سَعدی بامدّعی دربیانِ توانگری ودرویشی

یکے برصورتِ درویشاں نہ برصفتِ ایشاں در محلے دیدم، نشستہ وشنعتے در پیوستہ ودفترِ شکایت باز کردہ، وذمِ توانگراں آغاز نہادہ، سخن بدینجا رسانیدہ کہ درویش رادستِ قدرت بستہ است، وتوانگراں راپائے ارادت شکستہ۔

بیت

کریماں را بدست اندر درم نیست | خداوندانِ نعمت را کرم نیست

[1] حکایت نمبر (۱۹): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی اصلاح بہر حال ضروری ہے۔
أَعْدیٰ الخ: تیرا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔
[2] مدارا: خاطر تواضع۔ [3] بہائم: بہیمہ کی جمع، چوپایا۔ جماد: پتھر۔
مراد ہر کہ الخ: یعنی جس شخص کی خواہش پوری کردو وہ فرمانبردار بن جاتا ہے، نفس کی یہ حالت ہے کہ خواہش پورا کرنے پر اور حکومت کرنے لگتا ہے۔
[4] حکایت نمبر (۲۰): اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نہ تمام مالدار نیک ہی ہوتے ہیں، نہ سب تنگدست برے۔
جدال: جھگڑا۔ مدعی: ڈینگیں مارنے والا۔ شنعت: برائی۔ ذم: مذمت۔ ارادت: ہمت۔
اندر: زیادہ ہے۔ درم: درہم۔ کرم: سخاوت۔

مرا کہ پروردۂ نعمت بزرگانم ایں سخن سخت آمد[۱]، گفتم: اے یار! توانگراں دخلِ مسکینانند وذخیرۂ گوشہ نشیناں ومقصدِ[۲] زائران وکہفِ مسافراں ومتحمّلِ بارِگراں از بہرِ راحتِ دگراں، دست بطعام آنگہ برند کہ متعلقّان و زیرِ دستاں بخورند، وفضلۂ مکارمِ ایشاں بہ ارامل[۳] وپیراں واقارب وجیراں رسد۔

نظم

توانگراں راوقف[۴]ست ونذرومہمانی — زکوٰۃ وفطرۂ واعتاق وہدی وقربانی
تو کے بدولتِ ایشاں رسی کہ نتوانی — جزیں دو رکعت وآنہم بصد پریشانی

اگر قدرتِ جودست واگر قوّتِ سجود توانگراں را بہتر میسّر مے شود، کہ مالِ مزکیٰ دارند وجامۂ پاک وعِرضِ[۵] مصون ودلِ فارغ، وقوتِ طاعت درلقمۂ لطیف است، وصحّتِ عبادت درکسوتِ[۶] نظیف پیداست کہ از معدۂ خالی چہ قوّت آید، واز دستِ تہی چہ مرّوت، واز پائے بستہ چہ سیر، واز دستِ گرسنہ چہ خیر؟

قطعہ

شب پراگندہ خسپد آنکہ پدید[۷] — نبود وجہِ بامدادانش
مور گرد آورد بتابستاں — تا فراغت بود زمستانش

[۱] سخت آمد: ناگوار ہوئی۔ دخل: آمدنی۔
[۲] مقصد: مطلب۔ زائران: ملنے جلنے والے۔ کہف: جائے پناہ۔ فضلہ: پس انداز۔ مکارم: خوبیاں۔
[۳] ارامل: ارمل کی جمع، مفلس۔ اقارب: رشتہ دار۔ جیران: جار کی جمع، پڑوسی۔
[۴] وقف: وہ چیز جو اللہ کے نام کردی جائے۔ نذر: منت۔ اعتاق: غلام آزاد کرنا۔ ہدی: قربانی کا وہ جانور جو حرم میں لے جاکر ذبح کیا جائے۔ مال مزکی: پاک مال جس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی ہو۔
[۵] عرض: بفتح العین، سامان وبکسر العین، آبرو۔ مصون: محفوظ۔ فارغ: یعنی فکر سے خالی۔ لطیف: پاکیزہ۔
[۶] کسوت نظیف: پاک لباس۔ تہی: خالی۔ گرسنہ: بھوکا۔
[۷] پدید: ظاہر۔ وجہ: خرچ۔ مور گرد آورد الخ: چیونٹیاں جاڑوں کی خوراک گرمیوں میں جمع کرلیتی ہیں۔

فراغت بافاقہ نہ پیوندد وجمعیّت[۱] درتنگدستی صورت نہ بندد، یکے تحریمۂ عِشا بستہ ودیگرے منتظر عَشا نشستہ، ہرگز ایں بداں کے ماند۔

بیت

خداوندِ مکنت بحق مشتغل — پراگندہ روزی پراگندہ دل

پس عبادتِ ایشاں بقبول نزدیک ترست کہ جمعند وحاضر، نہ پریشان و پراگندۂ خاطر، اسبابِ معیشت ساختہ[۲] وبہ اورادِ عبادت پرداختہ۔ عرب گوید: "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفَقْرِ الْمُکِبِّ وَجَوَارِ مَنْ لَا یُحِبُّ۔" درخبرست: "اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ[۳]"۔ گفت: ایں شنیدی وآں نشنیدی کہ فرمودہ اند: "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔" گفتم: خاموش کہ اشارتِ سید عالم علیہ السلام بفقر طائفہ ایست کہ مردِ میدانِ رضا اند وہدفِ تیر قضا، نہ ایناں کہ خرقۂ ابرار پوشند ولقمۂ ادرار فروشند۔

رباعی

اے طبلِ بلند بانگ در باطن ہیچ — بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت پسیچ[۴]
روئے طمع از خلق بہ پیچ ارمردی[۵] — تسبیحِ ہزار دانہ بر دست مپیچ[۶]

[۱] جمعیت: اطمینان۔ تحریمہ: نماز کی نیت۔ عِشاء: بکسر العین، رات کی نماز اور عَشا: بفتح العین، رات کا کھانا۔
خداوند مکنت: مالدار۔ پراگندہ روزی: وہ شخص جس کی آمدنی متعین نہ ہو۔ جمعند: یعنی مطمئن ہیں۔
[۲] اسباب معیشت: گذر بسر کے ذرائع۔ اوراد: معمولات۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ: میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں اس افلاس سے جو اوندھا گرادیتا ہے اور اس شخص کے پڑوس سے جو محبت نہیں کرتا۔ خبر: حدیث۔
[۳] اَلْفَقْرُ الخ: افلاس دونوں جہانوں میں روسیاہی ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیَ: فقر میرے لیے باعث فخر ہے۔
تسلیم تیر قضا: خدائی فیصلہ کے تیر کے سامنے سرنگوں۔ ابرار: بر کی جمع، نیک۔ ادرار: روزینہ۔
[۴] پسیچ: رخصت۔ [۵] ار: اگر۔ [۶] مپیچ: نہ لپیٹ

درویشِ بے معرفت [1] نیارامد تا کارش بکفر نینجامد کہ "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا" ونشاید جز بوجودِ نعمت برہنہ را پوشیدن یا در استخلاصِ گرفتارے کوشیدن ابنائے جنسِ ما را بمرتبۂ ایشان کہ رساند "وَیَدِ عُلْیَا بِیَدِ سُفْلٰی" چہ ماند، نہ بینی کہ حق جلّ شانہٗ در محکمِ تنزیل از نعیمِ اہل بہشت خبر میدہد۔ (اُولٰئِکَ لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ)۔ [2]

فرد

تشنگاں را نماید اندر خواب — ہمہ عالم بچشم چشمۂ آب [3]

حالے کہ من ایں سخن بگفتم عنانِ طاقتِ درویش از دستِ تحمل برفت تیغِ زباں برکشید، واسپِ فصاحت بمیدانِ وقاحت جہانید، وگفت: چنداں مبالغت در وصفِ ایشاں کردی، و سخنہائے پریشاں گفتی کہ وہم تصوّر کند کہ تریاق اند یا کلیدِ خانۂ ارزاق، مشتے متکبّر، مغرور، مُعجب، نفور، مشتغلِ مال ونعمت و مفتتنِ جاہ وثروت کہ سخن نگویند الّا بشفاعت، ونظر نکنند الّا بکراہت، علماء را بگدائی منسوب کنند، وفقراء را بہ بے سروپائی طعنہ زنند بعلتِ مالے کہ دارند، و عزتِ جاہے کہ پندارند برتر از ہمہ نشینند، نہ آں در سر دارند کہ بکسے بردارند۔ بے خبر از قولِ حکیماں کہ گفتہ اند: ہر کہ بطاعت [4] از دیگراں کم ست وبہ نعمت بیش بصورت توانگرست وبمعنی درویش۔

---

[1] بے معرفت: جس کو خدا کی پہچان نہ ہو۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا: قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے۔

استخلاص: چھڑانا۔ یَدِ عُلْیَا: اونچا ہاتھ، یعنی دینے والے کا۔ یَدِ سُفْلٰی: نچلا ہاتھ، یعنی لینے والا کا۔

محکم تنزیل: یعنی قرآن پاک۔ نعیم: نعمت۔

[2] اُولٰئِکَ الخ: یعنی وہ لوگ ہیں جن کا رزق متعین ہے۔ (الصافات: ۴۱)

[3] چشمۂ آب: آبِ حیات کا چشمہ۔ عِنان: باگ۔ تحمّل: برداشت۔ وقاحت: بے شرمی۔ تریاق: مشہور دوا ہے۔

ارزاق: رزق کی جمع۔ مشتے: یعنی تھوڑے سے لوگ ہیں۔ مُعجَب: خود پسند۔ نفور: نفرت کرنے والے۔

مفتتن: فتنہ میں مبتلا۔ شفاعت: سفارش۔ نہ آں در سر دارند: ان کو یہ خیال بھی نہیں آتا۔

[4] طاعت: یعنی خدا کی فرمانبرداری۔

بیت

گر بے ہنر بمال کند کبر [1] بر حکیم — کونِ خرش شمار گر گاوِ عنبرست

گفتم: مذمتِ ایناں روا مدار کہ خداوندِ کرم اند۔ گفت: غلط گفتی کہ بندۂ درم اند چہ فائدہ کہ ابرِ آذار اند ونمی بارند وچشمۂ آفتاب اند وبرکس نمی تابند وبر مرکبِ استطاعت سوار اند ونمیرانند، قدمے بہر خدا ننہند، ودرمے بے مَن وَ اَذیٰ ندہند، مالے بمشقت فراہم آرند، وبخست نگاہ دارند وبحسرت بگذارند۔ چنانکہ بزرگاں گفتہ اند: سیمِ بخیل از خاک وقتے برآید کہ وے در خاک رود۔

شعر

برنج وسعی کسے نعمتے بچنگ [2] آرد — دگر کس آید و بے رنج وسعی بردارد

جواب گفتمش: بر بخلِ خداوندانِ نعمت وقوف نیافتہ الّا بعلّتِ گدائی، وگرنہ ہر کہ طمع یکسو نہد کریم وبخیلش یکے نماید، محک داند کہ زر چیست؟ وگدا داند کہ مُمسک کیست۔ گفتا: بتجربت آں میگویم کہ متعلقان بر در دارند وغلیظانِ شدید را برگمارند، تا بارِ عزیزاں ندہند، ودستِ جفا بر سینۂ صالحاں واہلِ تمیز نہند، وگویند: کس در ینجا نیست وبحقیقت راست گفتہ باشند۔

---

[1] کبر: تکبر۔ کُونِ خر: گدھے کی شرمگاہ۔ گاوِ عنبر: عنبر جَننے والی گائے۔

آذار: موسم بہار کا پہلا مہینہ۔ مرکب: سواری۔ مَن: احسان جتانا۔ اذیٰ: تکلیف پہنچانا۔

[2] بچنگ آرد: حاصل کرتا ہے۔ بردارد: اٹھاتا ہے۔ طمع یکسو نہد: یعنی لالچ نہیں کرتا۔ محک: کسوٹی۔ مُمسک: بخیل۔

متعلقان: یعنی ڈیوڑھی بان۔ غلیظانِ شدید: بدمزاج سخت۔ بار: باریابی۔ نہند: یعنی دھکے دیتے ہیں۔

کس در ینجا نیست: یہاں کوئی آدمی نہیں ہے۔

بیت

آں را[1] کہ عقل و ہمت وتدبیر ورائے نیست
خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

گفتم: بعدازانکہ ازدستِ متوقّعاں بجاں آمدہ اند، وازرقعۂ گدایاں بفغاں، ومحالِ عقل ست کہ اگر ریگِ بیاباں دُرشود چشمِ گدایاں پُرشود۔

شعر

دیدۂ اہلِ طمع بہ نعمت دنیا پُر نشود ہمچناں کہ چاہ بہ شبنم

ہرکجا سختی دیدہ تلخی کشیدہ رابینی خودرا بہ شَرَہ درکارہائے مخوف اندازد، وازعقوبتِ آخرت نہ ہراسد، وحلال ازحرام نشناسد۔

قطعہ

سگے را گر کلوخے برسر آید زشادی برجہد[2] کاں استخوانے ست
وگر نعشے دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوانے ست

امّا صاحبِ دنیا بعینِ عنایتِ حق ملحوظ ست وبحلال ازحرام محفوظ، من ہماں انگار کہ تقریرایں سخن نکفتم وبیان وبرہان[3] نیاوردم، انصاف ازتوتوقع دارم کہ ہرگز دیدی دستِ

---

[1] آن رالخ: یعنی ان کا کہنا درست ہے وہ حقیقتاً آدمی ہی نہیں ہے۔ متوقعان: یعنی مانگنے والے۔ فغان: فریاد۔
ریگِ بیاباں دُرشود: جنگل کی ریت موتی بن جائے۔ چشم گدایاں پُرشود: فقیروں کو سیر چشمی حاصل ہوسکے۔
شَرَہ: حرص۔ کارہائے مخوف: خوفناک کام۔ توابع: انجام۔
[2] زشادی برجہد: خوشی سے اچھل پڑتا ہے۔ نعش: میت۔
بعین عنایت حق ملحوظ است: اس پر خدا کی نگاہ کرم ہے۔ ہماں انگار: گویا خیال کر۔
[3] برہان: دلیل۔ ہرگز دیدی: تونے کبھی [illegible]

دغائی برکتف[1] بستہ، یابینوائے بزنداں درنشستہ، یاپردۂ معصومے دریدہ، یاکفے[2] ازمِعْصَم بریدہ الّا بعلّت درویشی۔ شیرمرداں رابحکمِ ضرورت درنَقُبہا گرفتہ اندوکعبہا سُفتہ[3]، ومحتمل ست اینکہ یکے راازدرویشاں نَفَسِ امّارہ مرادے طلب کند چوں قوّتِ احصانش[4] نباشد بعصیاں مبتلا گردد کہ بطن وفرج توام اند یعنی دوفرزندِ یک شکم، مادام کہ ایں یکے برجائے است آں دیگر برپائے۔ شنیدہ ام کہ درویشے راباحَدَث[5] تے برخبثے بدیدند باآنکہ شرمساری بردبیمِ سنگساری بود، گفت: اے مسلماناں! قوت ندارم کہ زن کنم وطاقت نہ کہ صبر، چہ کنم ”لَارَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ[6]۔“ وازجملۂ مواجبِ[7] سکون وجمعیّتِ دروں کہ توانگراں را میسّر می شود یکے آنکہ ہرشب صنمے دربرگیرند وہرروز جوانی ازسرکہ صبحِ تاباں[8] رادست از صباحتِ اوبردل وسروِخراماں راپائے ازخجالتِ اُودرگل۔

بیت

بخونِ عزیزاں فرو بردہ چنگ سَر انگشتہا[9] کردہ عناب رنگ
محال ست[10] کہ باحُسنِ طلعتِ اوگردِمناہی گردد یارائے تباہی زند۔

---

[1] دغائی: دھوکہ باز۔ برکتف بستہ: یعنی مقید۔ کف: ہاتھ۔
[2] مِعْصَم: پہنچا۔ علّت: سبب۔ شیرمردان: بہادر۔ نقب: سوراخ کونھل۔
[3] کعبہاسفتہ: ٹخنہ بندھا ہوا، ملزم کے ٹخنے میں سوراخ کردیا جاتا تھا۔ احصان: پاک دامنی۔
[4] عصیان: گناہ۔ بطن: پیٹ۔ فرج: شرمگاہ۔ توام: جڑواں۔
مادام: جب تک۔ ایں یکے: یعنی پیٹ اپنا کام کرتا ہے۔ آں دیگر: یعنی شہوت قائم رہتی ہے۔
[5] حدث: یعنی نوجوان لڑکا۔ خبث: یعنی فعل بد۔ [6] لَارَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ: اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا۔
[7] مواجب: اسباب۔ صنم: یعنی خوبرو معشوق۔ ہرروز جوانی ازسر: یعنی روزانہ نئی جوانی حاصل کرلیتا ہے۔
[8] صبح تاباں الخ: یعنی ایسا معشوق جس کے حسن کو دیکھ کر صبح کو بھی اپنا دل تھامنا پڑتا ہے اور سرو شرمندہ ہوتا ہے۔
[9] سرانگشتہا: یعنی انگلیوں کے پوروں پر مندلی لگائے ہوئے ہے۔
[10] محال است: [illegible]

شعر

دِلے کہ حورِ بہشتی ربود و یغما[1] کرد — کے التفات کند بر بتانِ یغمائی

شعر

مَنْ کَانَ بَیْنَ یَدَیْہِ مَا اشْتَھٰی رُطَبٌ — یُغْنِیْہِ ذٰلِکَ مِنْ رَجْمِ الْعَنَاقِیْدِ

اغلبِ تہیدستاں دامنِ عصمت ، بمعصیت آلایند وگرسنگاں نان ربایند۔

بیت

چوں سگِ درندہ گوشت یافت نپرسد — کیں شترِ صالح[2] ست یا خرِ دجّال

چہ طائفہ مستوراں بعلّتِ درویشی درعینِ فساد افتادہ اند، وعرضِ گرامی را بہ بادِ زِشت نامی بر باد دادہ۔

فرد

با گرسنگی قوّتِ پرہیز نماند — افلاسِ عناں از کفِ تقویٰ بستاند

آنکہ[3] گفتی در بروئے مسکینان بہ بندند حاتم طائی کہ بیابان نشین بود، اگر شہرے

---

۱ یغما: لوٹ۔ بتان یغمائی: یعنی وہ حسین لونڈیاں جو مالِ غنیمت میں آئی ہوں۔ مَنْ کَانَ الخ: جس شخص کے سامنے اس کی منشا کے مطابق تازہ کھجوریں ہوں، اس کو یہ کھجوریں انگور کے خوشوں پر پتھر بازی سے بے نیاز رکھیں گی۔

۲ شترِ صالحؑ: حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ خرِ دجّال: مشہور ہے کہ دجّال گدھے پر سوار ہو کر سفر کرے گا۔ مستوان: پاک دامن۔ عِرض: آبرو۔ زِشت نامی: بدنامی۔

۳ آنکہ گفتی: تمہارا یہ کہنا۔

بودے از جوشِ[1] گدایاں بیچارہ شدے وجامہ بروپارہ کردندے۔ چنانکہ در طیّبات آمدہ است۔

شعر

در من منگر[2] تا دِگراں چشم ندارند — کز دستِ گدایاں نتواں کرد ثوابے[3]

گفتا: نہ کہ من بر حالِ ایشاں رحمت[4] می برم، گفتم: نہ کہ بر مالِ ایشاں حسرت می خوری، مادریں گفتار، وہر دو بہم گرفتار ہر بیذقے کہ براندے بدفعِ آں کوشیدمے، وہر شاہے کہ بخواندے بفرزین بپوشیدمے تا نقدِ کیسۂ ہمّت در باخت وتیرِ جَعْبۂ حجت ہمہ بینداخت۔

قطعہ

ہاں[5] تا سپر نیفگنی از حملۂ فصیح — کو را جزیں مبالغۂ مستعار نیست

دیں ورز ومعرفت کہ سخنداں سجع گوی[6] — بر در سلاح دارد وکس در حصار نیست

تا عاقبۃ الامر[7] دلیلش نماند وذلیلش کردم، دستِ تعدّی دراز کرد، وبیہودہ گفتن آغاز۔ وسنّتِ جاہلاں ست کہ چوں بدلیل از خصم فرومانند سلسلۂ خصومت بجنبانند، چوں آزر[8] بت تراش کہ بحجت باپسر برنیامد بجنگ برخاست، آیۂ (لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ لَاَرْجُمَنَّکَ)[9]

---

۱ جوش: ہجوم۔ طیبات: پاکیزہ باتیں، یہ شیخ سعدی کے ایک دیوان کا نام ہے۔ ایک دوسرا دیوان "خبیثات" کے نام سے موسوم ہے۔ ۲ در من منگر: یعنی مجھ سے امید کی نگاہ نہ لگاؤ۔ چشم ندارند: تمنا نہ کریں۔

۳ ثوابے: یعنی انجام کار فقیروں کو جھڑکنا ہی پڑتا ہے اور ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے۔

۴ رحمت می برم: مجھے ان پر ترس آتا ہے کہ خرچ کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور نہیں کرتے۔ کہ: بلکہ۔ بیذق: پیادہ، جو شطرنج کا ایک مہرہ ہے۔ شاہ: شاہ شطرنج۔ فرزین: شطرنج کا ایک مہرہ ہے۔ جَعْبہ: ترکش۔

۵ ہاں: برائے تنبیہ۔ تا: ہرگز۔ مبالغۂ مستعار: یعنی بے اصل بکواس۔

ورز: اختیار کر۔ ۶ سخنداں سجع گو: تک بندی کرنے والا بت بنا۔ حصار: قلعہ۔ یعنی جو شخص بت بنا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے محض دشمن کے ڈرانے کو قلعہ کے درو دیوار کو ہتھیاروں سے آراستہ کر رکھا ہو اور اندرون خالی پڑا ہو۔

۷ عاقبۃ الامر: انجام کار۔ تعدّی: ظلم۔ سنّت: طریقہ۔ خصم: مدِ مقابل

۸ آزر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ۔ پسر: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

۹ لَئِنْ الآیۃ: اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھے سنگسار کر دوں گا۔ (مریم:۴۶)

دشنامم داد، سَقَطش [1] گفتم گریبانم درید، زنخدانش [2] شکستم۔

قطعہ

او درمن و من در و فتادہ خلق از پےِ ما دواں و خنداں
انگشتِ تعجّبِ جہانے از گفت و شنیدِ ما بدنداں

القصہ مرافعتِ [3] ایں سخن پیشِ قاضی بردیم و بحکومتِ عدلِ راضی شدیم تا حاکمِ مسلماناں مصلحتے بجوید و میانِ توانگراں و درویشاں فرقے بگوید۔ قاضی چوں حالتِ ما بدید و منطق بشنید سر بجیبِ تفکر فرو برد، و پس از تامل سر برآورد، و گفت: اےکہ توانگراں را ثنا گفتی و بر درویشاں جفا [4] روا داشتی، بدانکہ! ہر جا کہ گُلے ست خارست و باخمر خمارست و بر سر گنج مارست، آنجا کہ دُرِ شاہوار [5] ست نہنگِ مردم خوارست، لذتِ عیشِ دنیا را لدغۂ اجل در پے ست و نعیمِ بہشت را دیوارِ مکارہ در پیش۔

بیت

جورِ دشمن [6] چہ کند گر نکشد طالبِ دوست گنج و مار و گل و خار و غم و شادی بہم اند
نظر نہ کنی در بستان کہ بیدِ مشک ست و چوبِ خشک ہمچنیں در زمرۂ توانگراں شاکر اند و کفور، و در حلقۂ درویشاں صابر اند و ضجور۔

شعر

اگر ژالہ ہر قطرۂ دُر شدے چو خرمہرہ [7] بازار ازو پُر شدے

---

[1] سقط: برا بھلا۔ [2] زنخداں: ٹھوڑی۔ او در من الخ: میں نے اس کی بے آبروئی کی اور اس نے میری بے آبروئی کی۔ انگشت بدنداں: حیران۔ [3] مرافعت: مقدمہ۔ عدل: منصف۔ مصلحت: صلح۔ منطق: گفتگو۔ جیب: گریباں۔
[4] جفا: ظلم۔ خمار: اعضا شکنی۔ ماراست: مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے۔
[5] شاہوار: بادشاہ کے لائق۔ نہنگ: مگر مچھ۔ لدغہ: کھٹکا۔ مکارہ: مکروہ کی جمع، ناپسندیدہ چیز۔
[6] جورِ دشمن الخ: یعنی دوست کے طالب کو دشمن کا ظلم سہنا ہی پڑتا ہے۔ کفور: ناشکر گذار۔ ضجور: تنگدل۔

مقرّبانِ حضرتِ جلّ و علا توانگراننددرویش سیرت، و درویشانند توانگر ہمّت و مہین [1] توانگراں آنست کہ غمِ درویش خورد و بہینِ درویشاں آنکہ کم توانگراں گیرد، (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ)۔ [2] پس روئے عتاب از من بجانبِ درویش کرد، و گفت: اے کہ گفتی توانگراں مشتغل اند بمناہی [3] و مستِ ملاہی، نعم طائفہ ہستند بریں صفت کہ بیان کردی قاصرِ ہمّت، کافرِ نعمت کہ ببرند و بنہند و نخورند و ندہند۔ و اگر بمثل باراں نبارد و یا طوفاں جہاں را بردارد و باعتمادِ مکنت خویش از محنتِ درویش نپرسند و از خدائے تعالیٰ نترسند۔

شعر

گر از نیستی دیگرے شد ہلاک مراہست [4] بط را ز طوفاں چہ باک

شعر

وَرَاكِبَاتٍ [5] نِيَاقًا فِيْ هَوَادِجِهَا
لَمْ يَلْتَفِتْنَ اِلٰى مَنْ غَاصَ فِي الْكُثُبِ

فرد

دوناں چو گلیم خویش بیروں بردند گویند چہ غم گر ہمہ عالم مردند
قومے بدیں نمط ہستند کہ شنیدی، و طائفہ خوانِ نعمت نہادہ و دستِ کرم کشادہ طالبِ نام اند و مغفرت، و صاحبِ دنیا و آخرت۔ چوں بندگانِ حضرتِ پادشاہِ عادل مؤیّد مظفّر

---

[1] مہین: برا۔ بہین: بہتر۔ کم گرفتن: چھوڑ دینا۔
[2] وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ الآية: جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ (الطلاق: ۳)
[3] مناہی: ممنوعات۔ ملاہی: کھیل کود۔ بنہند: جمع کرتے ہیں۔ اعتماد: بھروسہ۔ مکنت: طاقت۔ نیستی: نہ ہونا۔
[4] مراہست: تیرے پاس تو مال ہے۔ بط: یعنی بط تیرنے والا جانور ہے اس کو طوفان کا کیا ڈر۔
[5] وَرَاكِبَاتٍ الخ: اونٹوں کے ہودج میں بہت سی ایسی سواریاں ہیں جنہوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ ریت کے ٹیلوں

مالکِ ازمّۂ انام حامیِٔ ثغور[1] اسلام وارثِ ملکِ سلیمان اَعدَلِ ملوکِ زمان مُظفّرُ الدُّنیا والدِّینَ اَتابَک اَبُوبَکرِبنُ سَعدِ زَنگی اَدَامَ اللّٰہُ اَیّامَہٗ وَنَصرَ اَعلَامَہٗ[2]۔

قطعہ

پدر[3] بجائے پسر ہرگز ایں کرم نکند — کہ دستِ جودِ تو باخاندانِ آدم کرد
خدائے خواست کہ بر عالمے ببخشاید — ترا برحمتِ خود بادشاہِ عالم کرد

قاضی چوں سخن بدیں غایت برسانید واز حدِ قیاسِ مااسپِ مبالغت درگذرانید بمقتضائے حکمِ قضا رضا دادیم واز مامضیٰ درگذشتیم وبعد از مجازا طریقِ مدارا گرفتیم وسر بتدارک برقدمِ یکدیگر نہادیم وبوسہ برسَروروئے ہم دادیم وختمِ سخن بریں دوبیت کردیم:

قطعہ

مکن زگردشِ گیتی شکایت اے درویش — کہ تیرہ بختی[4] اگر ہمبریں نسق مُردی
توانگرا چودل ودست کامرانت ہست — بخور ببخش کہ دنیا و آخرت بُردی

---

[1] ثغور: ثغر کی جمع، سرحد۔ [2] اَدَامَ اللّٰہُ الخ: اللہ اس کا زمانہ ہمیشہ رکھے اور اس کے جھنڈے سربلند رہیں۔
[3] پدر الخ: یعنی باپ بھی بیٹے پر ایسا کرم نہیں کرتا۔ حکمِ قضا: عدالت کا فیصلہ۔ مامضیٰ: گذشتہ۔
مجازا: ایک دوسرے کا بدلہ دینا۔ مدارا: خاطر تواضع۔ تدارک: گذشتہ بات کی تلافی کرنا۔
[4] تیرہ بخت: بدنصیب۔ نسق: طریقہ۔ کامران: کامیاب۔

بابِ ہشتم

در آدابِ صحبت[1]

حکمت (۱):[2] مال از بہرِ آسائشِ عمرست، نہ عمر از بہرِ گرد کردنِ مال، عاقلے راپرسیدند، نیک بخت کیست؟ وبد بخت چیست؟ گفت: نیک بخت آنکہ خورد وکشت، وبد بخت آنکہ مرد وہشت۔

شعر

مکن نماز[3] بَراں ہیچکس کہ ہیچ نکرد — کہ عمر درسرِ تحصیلِ مال کرد ونخورد

حکمت (۲): موسیٰ علیہ السلام قارون رانصیحت کرد کہ (اَحسِن کَمَا اَحسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ) نشنید عاقبتش شنیدی۔

قطعہ

آنکس کہ بدینار ودِرَم خیر[5] نیندوخت — سرِ عاقبت اندر سرِ دینار و درم کرد
خواہی متمتّع شوی از نعمتِ دنیا — باخلق کرم کن چو خدا باتو کرم کرد

عرب گوید: جُد وَلَا تَمنُن لِاَنَّ الفَائِدَۃَ اِلَیکَ عَائِدَۃٌ۔ یعنی بہ بخش ومنّت منہ کہ نفعِ آں بتو بازمی گردد۔

---

[1] صحبت: میل جول۔ [2] حکمت: دانائی کی بات۔ گرد کردن: جمع کرنا۔ کشت: یعنی راہِ خدا میں دے کر بودیا۔
ہشت: چھوڑ دیا۔ [3] مکن نماز: نماز جنازہ نہ پڑھو۔
[4] اَحسِنُ الآیۃ: لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ (القصص:۷۷)
[5] خیر: ثواب۔ سرکرد: خود کو ہلاک وبرباد کیا۔ سر: خیال۔ خواہی: اگر تو چاہتا ہے۔
جُد الخ: سخاوت کر اور احسان نہ جتا، اس لیے کہ اس کا فائدہ تیری ہی طرف لوٹے گا۔

قطعہ

درختِ کرم ہر کجا بیخ[1] کرد — گذشت از فلک شاخ و بالائے او
گر امید داری کزو بر خوری — بمنّت منہ ارّہ بر پائے او

قطعہ

شکرِ خدای کن کہ موفّق شدی بخیر — ز انعام وفضلِ او نہ معطّل گذاشتت
منت منہ کہ خدمتِ سُلطاں ہمیکنی — منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

حکمت (۳): دوکس رنجِ بیہودہ بردند وسعیِ بیفائدہ کردند: یکے آنکہ اندوخت ونخورد، و دیگر آنکہ آموخت ونکرد۔

مثنوی

علم چندانکہ بیشتر خوانی — چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقّق بود نہ دانشمند — چارپائے برو کتابے چند
آں تہی مغز را چہ علم و خبر — کہ برو ہیزم ست یا دفتر

حکمت (۴): علم از بہرِ دین پروردن ست، نہ از بہرِ دنیا خوردن۔

شعر

ہر کہ پرہیز[2] وعلم و زہد فروخت — خرمنے گرد کرد و پاک بسوخت

---

[1] بیخ کرد: جڑ پکڑ گیا۔ بر: پھل۔ منّت: احسان جتانا۔ ارّہ: آرہ۔ موفّق: توفیق دیا ہوا۔ او: خود۔ منّت شناس: اس کا احسان سمجھ۔ بیہودہ: بیکار۔ آموخت ونکرد: علم سیکھا اور عمل نہ کیا۔ چار پائے الخ: یعنی بے عمل عالم اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔ [2] پرہیز: پرہیزگاری۔ فروخت: یعنی دنیا خریدنے کے لیے۔ پاک: بالکل۔

پند: عالمِ ناپرہیزگار کورِ مشعلہ[1] دار ست، یُھْدٰی بِہٖ وَھُوَ لَا یَھْتَدِیْ[2]۔

بیت

بے فائدہ ہر کہ عمر در باخت[3] — چیزے نخرید و زر بینداخت

پند: ملک از خردمنداں جمال گیرد ودین از پرہیزگاراں کمال یابد، بادشاہاں بہ نصیحتِ خردمنداں ازاں محتاج تر اند کہ خردمنداں بقربتِ پادشاہاں۔

قطعہ

پندے اگر بشنوی اے پادشاہ — در ہمہ دفتر بہ ازیں پند نیست
جز بخردمند[4] مفرما عمل — گرچہ عمل کارِ خردمند نیست

حکمت (۵): سہ چیز پایدار نماند: مالِ بے تجارت، وعلمِ بے بحث، وملکِ بے سیاست۔

قطعہ

وقتے بلطف گوی ومدارا و مردمی — باشد کہ در کمندِ قبول آوری دلے
وقتے بقہر گوی کہ صد کوزۂ[5] نبات — گہہ گہہ چناں بکار نیاید کہ حنظلے

حکمت (۶): رحم آوردن بر بداں ستم ست بر نیکاں، وعفو کردن از ظالماں جورست بر درویشاں۔

بیت

خبیث را چو تعہّد[6] کنی و بنوازی — بدولتِ تو گنہ میکند بانبازی

---

[1] کورمشعلہ دار: اندھا جس کے ہاتھ میں چراغ ہو۔ [2] یُھْدٰی بِہٖ الخ: اس سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے وہ خود ہدایت حاصل نہیں کرتا۔ [3] عمر در باخت: عمر گنوائی۔ ملک الخ: ملک کی رونق عقلمندوں سے ہے۔

[4] جز بخرمند الخ: جو کام سپرد کرو عقلمند کے کرو۔ گرچہ عمل الخ: اگرچہ عہدوں میں پھنسنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

[5] صد کوزہ: یعنی مصری کے سو کوزے حنظل کا سا فائدہ نہیں دیتے۔

[6] تعہّد: پرورش۔ بدولتِ تو: تیرے بل پر۔ انبازی: شرکت یعنی تو بھی اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔

پند: بر دوستیئے پادشاہاں اعتماد[1] نتواں کرد و بر آوازِ خوش کودکاں کہ آں بخیالے مبدّل شود و ایں بخوابے متغیر گردد۔

شعر

معشوق ہزار دوست[2] را دل ندہی ور میدہی آں دل بجدائی بہ نہی

پند: ہر آن سرّے کہ داری با دوست در میان منہ و اگر چہ دوست مخلص باشد، چہ دانی کہ وقتے دشمن گردد، و ہر گز ندے کہ توانی بدشمن مرساں کہ باشد کہ وقتے دوست گردد۔

پند: رازے کہ نہاں خواہی باکس درمیاں منہ اگر چہ دوست باشد، کہ مر آں دوست را نیز دوستاں باشند و ہمچنیں مسلسل[3]۔

قطعہ

خامشی بہ کہ ضمیرِ دل خویش باکسے گفتن و گفتن کہ مگوی
اے سلیم![4] آب ز سر چشمہ ببند کہ چو پر شد نتواں بستن جوی

فرد

سخنے در نہاں[5] نباید گفت کاں سخن برملا نشاید گفت

حکمت (۷): دشمنِ ضعیف کہ در طاعت آید و دوستی نماید، مقصودِ وے جز ایں نیست کہ دشمنِ قوی گردد، و گفتہ اند: بر دوستیئے دوستاں اعتماد نیست تا بہ تملّقِ دشمناں چہ رسد، و ہر کہ دشمنِ کوچک را حقیر شمارد بداں ماند کہ آتشِ اندک را مہمل می گذارد۔

---

[1] اعتماد: بھروسہ۔ خیالے: ایک بدگمانی۔ بخوابے: یعنی احتلام۔ متغیر گردد: بالغ ہونے پر آواز پھٹ جاتی ہے۔

[2] معشوق ہزار دوست: یعنی بادشاہ۔ سرّ: راز۔ گزند: نقصان۔ درمیان منہ: مت ظاہر کر۔

[3] مسلسل: سلسلہ بسلسلہ۔ باکسے گفتن: یعنی کسی سے اپنا راز کہہ کر یہ نصیحت کرنا یہ راز کسی سے نہ کہیے گا۔

[4] سلیم: یعنی عقلمند۔

[5] نہاں: پوشیدہ۔ برملا: علی الاعلان۔ طاعت آید: تابعداری کرے۔ تملّق: چاپلوسی۔ مہمل: بیکار۔

قطعہ

امروز بکش چو می تواں کشت کاتش چو بلند شد جہاں سوخت
مگذار کہ زہ کند کماں را[1] دشمن کہ بہ تیر می تواں دوخت

حکمت (۸): سخن درمیانِ دو دشمن چناں گوئی کہ اگر دوست گردند[2] شرم زدہ مباشی۔

ابیات

میانِ دو کس جنگ چوں آتش است سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست
کنند ایں و آں خوش دگر بارہ دل وے اندر میاں کور بخت و خجل
میانِ دو کس آتش افروختن نہ عقل ست خود درمیاں سوختن

ایضاً

در سخن با دوستاں آہستہ باش تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش[3]
پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوش دار تا نباشد در پسِ دیوار گوش

حکمت (۹): ہر کہ با دشمناں صلح می کند سرِ آزارِ دوستاں دارد۔

شعر

بشوی اے خردمند زاں دوست دست[4] کہ با دشمنانت بود ہم نشست

---

[1] زہ کند کماں را: تیر اندازی کے لیے کمان کا چلہ چڑھائے۔

[2] اگر دوست گردند: یعنی ان دونوں میں دوستی ہو جائے۔ سخن چین: چغل خور۔ ہیزم: ایندھن
ایں و آں: یعنی دونوں دشمن۔ وے: یعنی چغل خور۔ خجل: شرمندہ۔ نہ عقل است: عقلمندی نہیں ہے۔

[3] گوش داشتن: سننے کے لیے متوجہ ہونا۔ دشمناں: یعنی تیرے دشمنوں سے۔ سر: خیال۔ دوستاں: یعنی تیرے۔

[4] از دوست دست شوئیدن: دوستی ترک کر دینا۔

پند: چوں در امضائے[1] کارے متردّد باشی آں اختیار کن کہ بے آزار تو بر آید۔

شعر

با مردم سہل گوی دشوار مگوی   با آنکہ در صلح زند جنگ مجوی

حکمت (۱۰): تا کار بزر[2] بر می آید جاں در خطر افگندن نشاید، عرب گوید: "آخِرُ الْحِیَلِ السَّیْفُ"

شعر

چو دست از ہمہ حیلتے در گسست   حلال ست بردن بشمشیر دست

حکمت (۱۱): بر عجزِ[3] دشمن رحمت مکن کہ اگر قادر شود بر تو نہ بخشاید۔

بیت

دشمن چو بینی ناتواں لاف[4] از بروتِ خود مزن
مغزیست در ہر استخواں مردیست در ہر پیرہن

حکمت (۱۲): ہر کہ بدے را بکشد خلق از بلائے وے برہاند، و وے را از عذابِ[5] خدائے۔

۱ امضاء: جاری کرنا۔ در صلح زند: یعنی صلح جو۔

۲ زر: یعنی روپیہ پیسہ۔ آخِرُ الْحِیَلِ السَّیْفُ: تلوار سب سے آخری تدبیر ہے۔

۳ عجز: عاجزی۔ رحمت: رحم۔

۴ لاف مزن: ڈینگ نہ مار۔ بروت: مونچھ، انسان شیخی بگھارتے وقت مونچھیں مروڑتا ہے۔

۵ و وے را از عذاب: اس لیے کہ زیادہ زندہ رہتا تو زیادہ گناہ کرتا۔

قطعہ

پسندیدست بخشایش ولیکن   منہ بر ریشِ[1] خلق آزار مرہم
ندانست آنکہ رحمت کرد بر مار   کہ آں ظلم ست بر فرزند آدم

حکمت (۱۳): نصیحت از دشمن پذیرفتن خطاست ولیکن شنیدن رواست کہ بخلافِ آں کار کنی کہ عینِ صواب ست۔

مثنوی

حذر کن زانچہ گوید آں کن   کہ[2] بر زانو زنی دستِ تغابن[3]
گرت راہے نماید راست چوں تیر   ازاں بر گرد وراہِ دستِ چپ گیر

پند: خشم بیش از حد گرفتن وحشت آرد، ولطفِ بیوقت ہیبت ببرد، نہ چنداں درشتی کن کہ از تو سیر گردند، و نہ چنداں نرمی کہ بر تو دلیر۔

ابیات

درشتی و نرمی بہم در بہ است   چو فاصد[4] کہ جراح و مرہم نہ است
درشتی نگیرد خردمند پیش   نہ سستی کہ نازل کند قدرِ خویش
نہ مر خویشتن را فزونی نہد   نہ یکبار تن در مذلت دہد

نظم

جوانے با پدر گفت اے خرد مند   مرا تعلیم کن پیرانہ یک پند

۱ ریش: زخم۔ خلق آزار: دنیا کو ستانے والا۔ کہ آں ظلم است: یعنی لامحالہ اب وہ سانپ کسی انسان کو کاٹے گا۔

خطاست: اس لیے کہ دشمن تو غلط بات ہی سمجھائے گا۔ ۲ کہ: اس لیے۔ بر زانو زنی: انسان افسوس میں رانیں پیٹتا ہے۔

۳ تغابن: ٹوٹا، افسوس۔ وحشت آرد: لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں۔ لطف: مہربانی۔ سیر گردند: یعنی تجھ سے مایوس ہو جائیں۔

۴ فاصد: فصد کھولنے والا۔ جراح: زخموں کی چیر پھاڑ کرنے والا۔ نازل: پست۔ مذلت: ذلت۔

پند پیرانہ: بوڑھوں کی سی نصیحت۔

بگفتا نیکمردی کن نہ چنداں | کہ گردد چیرہ[1] گرگِ تیز دنداں

حکمت (۱۴): دو کس دشمنِ مُلک و دین اند: ۱۔ بادشاہِ بے حلم، ۲۔ و زاہدِ بے علم۔

شعر

بر سرِ مُلک مباد آں مَلِکِ فرماندہ | کہ خدارا نبود بندۂ فرماں بردار

پند: بادشاہ را باید کہ تا حدّے خشم بر دشمناں نراند کہ دوستاں را اعتماد نماند، آتشِ خشم اول در خداوندِ خشم افتد پس آنگہ زبانہ[2] بخصم رسد یا نرسد۔

مثنوی

نشاید بنی آدمِ خاک زاد | کہ در سر کند کبر و تندی و باد
ترا با چنیں تندی و سرکشی | نہ پندارم از خاکی از آتشی

قطعہ

در خاکِ بیلقاں[3] برسیدم بعابدے | گفتم مرا بتربیت از جہل پاک کن
گفتا برو چو خاک تحمّل کن اے فقیہ | یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیرِ خاک کن

حکمت (۱۵): بدخوئے[4] بدستِ دشمنے گرفتار ست کہ ہر جا کہ رود از چنگِ عقوبتِ او خلاص نیابد۔

بیت

اگر زدستِ بلا بر فلک رود بدخوی | زدستِ خوئے بدِ خویش در بلا باشد

---

[1] چیرہ: غالب۔ حلم: بردباری۔ زاہد: پرہیزگار۔ کہ خدارا: یعنی جو خدا کا فرماں بردار بندہ نہیں ہے۔ خشم: غصہ۔

[2] زبانہ: شعلہ۔ خاک زاد: مٹی کا بنا ہوا۔ باد: یعنی غرور۔ از آتشی: شیطان آگ سے بنا ہے، انسان مٹی سے۔

[3] بیلقان: ایران کا ایک شہر ہے۔ تربیت: پرورش کرنا۔ تحمّل: برداشت۔ فقیہ: عقلمند۔ زیر خاک کن: دفن کردو اور اپنے آپ کو عالم نہ سمجھو۔

[4] بدخوی: بدمزاج۔ دشمنے: یعنی خود اس کی بدمزاجی۔ عقوبت: سزا۔ خلاص: چھٹکارا۔ اگر زدستِ بلا الخ: یعنی اگر بدمزاج اپنی بدمزاجی کے عذاب سے بچنے کے لیے آسمان پر بھی چلا جائے گا وہاں بھی نجات نہ پائے گا۔

حکمت (۱۶): چو بینی کہ در سپاہِ دشمن تفرقہ[1] افتاد تو جمع باش، واگر جمع شوند از پریشانی اندیشہ کن۔

قطعہ

برو با دوستاں آسودہ بنشیں | چو بینی درمیانِ دشمناں جنگ
وگر بینی کہ باہم یک زبانند | کماں را زہ کن و بر بارہ برسنگ

حکمت (۱۷): دشمن چو از ہمہ حیلتے فروماند سلسلۂ دوستی بجنباند، آنگہ بدوستی کارہائے کند کہ ہیچ دشمن نتواند کرد، سرِ مار بدستِ دشمن[2] کوب از "اِحدَی الحُسنَیَینِ" خالی نباشد، اگر ایں غالب آمد مار کشتی واگر آں از دشمن رستی۔

فرد

بروزِ معرکہ[3] ایمن مشو ز خصمِ ضعیف | کہ مغزِ شیر برآرد چو دل زجاں برداشت

حکمت (۱۸): خبرے کہ دانی دل بیازارد تو خاموش باش تا دیگرے بیارد۔

فرد

بُلبلا مژدۂ بہار بیار | خبرِ بد بہ بُومِ شُوم گذار

نکتہ: پادشاہ را بر خیانتِ کسے واقف مگرداں مگر آنگہ کہ بر قبولِ کلّی واثق باشی، وگرنہ در ہلاکِ خود سعی می کنی۔

---

[1] تفرقہ: اختلاف۔ جمع: مطمئن، متفق۔ کماں را زہ کن: جنگ کی تیاری کر۔ بارہ: قلعہ۔ بر: لیجا۔

[2] بدستِ دشمن: دشمن کے ہاتھ کے ذریعہ۔ اِحدَی الحُسنَیَینِ: دو خوبیوں میں سے ایک۔

[3] معرکہ: جنگ۔ دل زجان برداشت: جان سے مایوس ہو جائے۔ بیارد: وہ خبر لے آئے۔ بوم: اُلّو جو نحوست میں مشہور ہے۔ شُوم: منحوس۔ سعی می کنی: اس لیے کہ بادشاہ کے نزدیک اگر خیانت ثابت نہ ہوئی اور تجھے اعتماد بھی نہیں ہے، تو تجھے سزا دے گا۔

مثنوی

پسیچ[1] سخن گفتن آنگاہ کن کہ بینی کہ در کار گیرد[2] سخن
کمال ست در نفسِ انساں سخن تو خود را بہ گفتار ناقص مکن

پند: ہر کہ نصیحتِ خودرائے[3] میکند او خود بہ نصیحت گری محتاج است۔

پند: فریبِ دشمن مخور، وغرورِ مدّاح مخر کہ ایں دامِ زرق نہادہ است، وآں دامنِ طمع کشادہ۔

پند: احمق را ستایش خوش آید چوں لاشہ[4] کہ در کعبش دمے فربہ نماید۔

قطعہ

الا تا نشنوی مدحِ سخن گوی کہ اندک مایۂ نفعے از تو دارد
اگر روزے مرادش بر نیاری دو صد چنداں عیوبت بر شمارد

حکمت (۱۹): متکلّم را تا[5] کسے عیب نگیرد سخنش صلاح نہ پذیرد۔

شعر

مشو غرّہ بر حسنِ گفتارِ خویش بہ تحسینِ ناداں و پندارِ[6] خویش

حکمت (۲۰): ہمہ کس را عقلِ خود بکمال نماید وفرزندِ خود بجمال۔

---

[1] پسیچ: قصد۔ [2] درکار گیرد: اثر کرے۔

[3] خودرائے: جو دوسرے کا کہنا نہ مانے۔ مدّاح: تعریف کرنے والا۔ دام: جال۔ زرق: مکروفریب۔

[4] لاشہ: مراد ذبح شدہ بکری ہے۔ درکعبش: قصابوں کا قاعدہ ہے کہ جب گوشت سجاتے ہیں تو کٹی ہوئی ران میں ہڈی کی طرف سے پھونک بھر دیتے ہیں اس سے وہ ران پھول کر فربہ معلوم ہوتی ہے۔ تا: ہرگز

[5] متکلم را الخ: جب تک تقریر کرنے والے پر مواخذہ اور اعتراض نہیں ہوتا اس کی تقریر خوش نما نہیں ہوتی۔

[6] پندار: غرور۔

نظم

یکے جہود[1] ومسلماں مناظرہ کردند چنانکہ خندہ گرفت از نزاعِ ایشانم
بطنز گفت مسلماں: گر ایں قبالۂ[2] من درست نیست خدایا جہود میرانم[3]
جہود گفت: بتوریت میخورم سوگند وگر خلاف بود ہمچو تو مسلمانم
گر از بسیطِ زمیں عقل منعدم گردد بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم

حکمت (۲۱): دہ آدمی بر سفرہ[4] بخورند، ودوسگ بر مردارے بہم بسر نبرند۔[5] حریص بجہانے گرسنہ وقانع بنانے سیر۔ حکماء گفتہ اند: درویشی بقناعت بہ از توانگری بہ بضاعت۔

شعر

رودۂ تنگ بیک نانِ تہی پر گردد نعمتِ روئے زمیں پر نکند دیدۂ تنگ[6]

مثنوی

پدر چوں دورِ عمرش منقضی گشت مرا ایں یک نصیحت کرد و بگذشت
کہ شہوت آتش ست ازوے بپرہیز بخود بر آتشِ دوزخ مکن تیز
دراں آتش نداری طاقتِ سوز بصبر آبے بریں آتش زن امروز

پند: ہر کہ درحالِ توانائی نکوئی نکند دروقتِ ناتوانی سختی بیند۔

شعر

بداختر[7] تر از مردم آزار نیست کہ روزِ مصیبت کَسَش یار نیست

---

[1] جہود: یعنی یہودی۔ چناں کہ الخ: مجھے ان کے نزاع پر ہنسی آئی۔ [2] قبالہ: دستاویز۔

[3] جہود میرانم: میں یہودی ہو کر مروں۔ سوگند: قسم۔

[4] سفرہ: دسترخوان۔ [5] بسر نبرند: مل کر گزارہ نہیں کر سکتے۔ بضاعت: سرمایہ۔ رودہ: انتڑی۔

[6] دیدۂ تنگ: لالچ کی آنکھ۔ منقضی: ختم۔ بگذشت: یعنی مرگیا۔ [7] بداختر: بدنصیب۔

حکمت (۲۲): ہر چہ زود برآید[1] دیر نپاید۔

قطعه

خاکِ مشرق شنیده ام که کنند — بچهل سال کاسۂ چینی
صد بروزے کنند در مردشت — لا جرم قیمتش همی بینی

قطعه

مرغک[2] از بیضه بروں آید و روزی طلبد — آدمی زاده ندارد خرد و عقل و تمیز
آنکه ناگاه کسے گشت بچیزے نرسید — ویں بتمکین وفضیلت بگذشت از همه چیز
آبگینه همه جا یابی ازاں بے محل ست — لعل دشوار بدست آید ازانست عزیز

حکمت (۲۳): کارہا بہ صبر برآید و مستعجل[3] بسر درآید۔

مثنوی

بچشمِ خویش دیدم در بیاباں — که آهسته سبق برد از شتاباں
سمندِ بادپا از تگ فروماند — شتر باں همچناں آهسته میراند

پند: ناداں را بہ از خاموشی نیست، واگر ایں مصلحت بدانستے ناداں نبودے۔

---

[1] زود برآید: جلد حاصل ہو۔ خاکِ مشرق: یعنی چین کا علاقہ۔ مردشت: ایک شہر کا نام ہے۔

[2] مرغک: یعنی مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی دانا چگنے لگتا ہے، انسان کے بچے کو ایک عرصہ تک کوئی سلیقہ حاصل نہیں ہوتا۔

آنکہ ناگاہ: یعنی مرغی کے بچہ کو کوئی خاص رتبہ حاصل نہ ہوا اور انسان کا بچہ بڑا ہو کر سب سے بازی لے گیا۔

بے محل: بے قدر۔

[3] مستعجل: جلد باز۔ سمندِ بادپا: صبار فتار گھوڑا۔ تگ: دوڑ۔

قطعه

چوں نداری کمالِ فضل آں به — که زباں دردهاں نگهداری[1]
آدمی را زباں فضیحه کند — جوزِ بے مغز را سبکساری

ابیات

خرے را ابلهے[2] تعلیم میداد — برو بر صرف کردے سعیِ دائم
حکیمے گفتش اے ناداں چه کوشی — دریں سودا بترس از لومِ لائم
نیاموزد بهائم از تو گفتار — تو خاموشی بیاموز از بهائم

ایضاً

هر که تامّل نه کند در جواب — بیشتر آید سخنش نا صواب
یا سخن آرای چو مردم بهوش — یا بنشیں همچو بهائم[3] خموش

پند: ہر کہ با دانا تر از خود جدل کند تا بدانند کہ داناست بدانند کہ ناداں ست۔

فرد

چوں در آمد مه از توئی[4] بسخن — گرچه بدانی اعتراض مکن

حکمت (۲۴): ہر کہ با بداں نشیند نکوئی نہ بیند۔

---

[1] زباں دردہاں نگہداری: یعنی خاموش رہ۔

فضیحہ: رسوا۔ جوزِ بے مغز الخ: یعنی جس طرح کہ بے گری کے اخروٹ کو ہلکا پن رسوا کر دیتا ہے۔

[2] ابلہ: بے وقوف۔ سعیِ دائم: مسلسل کوشش۔ لومِ لائم: ملامت کرنے والے کی ملامت۔ ناصواب: غلط۔

[3] بہائم: بہیمہ کی جمع، چوپایہ۔ جدل: کج بحثی۔ کہ داناست: تا کہ لوگ عقلمند سمجھیں۔

[4] مہ از توئی: تجھ سے بہتر آدمی۔

ابیات

گر نشیند فرشتہ با دیو ... وحشت آموزد و خیانت وریو[1]
از بداں جز بدی نیاموزی ... نکند گرگ[2] پوستیں دوزی

پند: مردماں راعیبِ نہانی پیدامکن، کہ مرایشاں رارسوا کنی وخودرا بے اعتماد۔[3]

پند: ہرکہ علم خواند وعمل نکرد بداں ماند کہ گاوَراند[4] وتخم نیفشاند، ازتنِ بیدل طاعت نیاید وپوستِ بے مغز بضاعت رانشاید، نہ ہرکہ درمجادلت چست درمعاملت درست۔

بیت

بس قامتِ خوش کہ زیرِ چادر باشد ... چوں باز کنی مادرِ مادر باشد

حکمت (۲۵): اگرشبہا ہمہ شبِ قدر بودے شبِ قدر[5] بے قدر بودے۔

شعر

گرسنگ ہمہ لعلِ بدخشاں بودے ... پس قیمتِ لعل وسنگ یکساں بودے

حکمت (۲۶): نہ ہرکہ بصورت نیکوست سیرتِ زیبادروست، کارِاَندروں داردنہ پوست[6]۔

قطعہ

تواں شناخت بیک روز درشمائلِ[7] مرد ... کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم

---

[1] ریو: مکروفریب۔ [2] نکند گرگ الخ: بھیڑیے کا کام درندگی ہے نہ کہ پھٹے کو سینا۔
[3] خودرا بے اعتماد: پھرلوگ بھروسہ نہ کریں گے اوراپناراز تجھ سے نہ کہیں گے۔
[4] گاوَراند: یعنی ہل چلاتا ہے۔ تخم نیفشاند: بیج نہیں بکھیرتا۔ بیدل: بے ہمت۔
نہ ہرکہ درمجادلہ: یعنی ہرکڑوی زبان والا معاملہ کا اچھانہیں ہوتا۔ مادرِمادر: نانی یعنی بڑھیا۔
[5] شب قدر: یعنی مخصوص رات ہے جس کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔
[6] کارِاَندروں داردنہ پوست: معاملہ کاتعلق باطن سے ہے ظاہر سے نہیں۔ [7] شمائل: خصلتیں۔

ولے زباطنش ایمن مباش وغرّہ[1] مشو ... کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

پند: ہرکہ بابزرگاں ستیز دخونِ خودمے ریزد۔

قطعہ

خویشتن را بزرگ پنداری ... راست گفتند یک دو بیند لوچ[2]
زودِ بینی شکستہ پیشانی ... تو کہ بازی بسَر کنی با غوچ

حکمت (۲۷): پنجہ باشیر انداختن ومشت برشمشیرزدن کارِخردمنداں نیست۔

بیت

جنگ و زور آوری مکن بامست ... پیشِ سر پنجہ[3] دربغل نہ دست

پند: ضعیفے کہ باقوی دلاوری کندیارِ[4] دشمن ست درہلاکِ خویش۔

قطعہ

سایہ پروردہ را چہ طاقتِ آں ... کہ رود بامبارزاں بقتال
سست بازو بجہل می فگند ... پنجہ بامردِ آہنیں چنگال[5]

حکمت (۲۸): ہرکہ نصیحت نشنودسرِ ملامت شنیدہ دارد۔

شعر

چوں نیاید نصیحتت در گوش ... اگرت سر زنش کنم خاموش

---

[1] غرّہ: دھوکہ۔ [2] یک دوبیندلوچ: بھینگاایک کے دودیکھتا ہے۔ بازی بسر: ٹکّرلڑانا۔ غوچ: ٹکّرمارمینڈھا۔
[3] سرپنجہ: مضبوط پنجے والا۔ [4] یار: مددگار۔ سایہ پروردہ: عیشوں کاپالاہوا۔ مبارز: مردِمیدان۔
[5] آہنیں چنگال: لوہے کے پنجے والا۔ سر: خیال۔ خاموش: چپ رہ۔

حکمت (۲۹): بے ہنراں ہنرمنداں را نتوانند دید[1]، ہمچناں سگِ بازاری سگِ صیدی را مشغلہ بر آرند و پیش آمدن نیارند، یعنی چوں سفلہ بہ ہنر با کسے بر نیاید بخبثش در پوستن افتد۔

بیت

کند ہر آئینہ غیبت حسودِ کوتہ دست[2] — کہ در مقابلہ گنگش بود زبانِ مقال

حکمت (۳۰): اگر جورِ شکم[3] نیستے ہیچ مرغ در دامِ صیاد نیفتادے، بلکہ صیاد خود دام ننہادے۔

بیت

شکم بندِ دست ست و زنجیرِ پائے — شکم بندہ نادر پرستد خدائے

پند: حکیماں دیر دیر خورند، و عابداں نیم سیر[4]، و زاہداں سدِّ رمق، و جواناں تا طبق برگیرند، و پیراں تا عرق بکنند، اما قلندراں چنداں بخورند کہ در معدہ جائے نفَس نماند و بر سُفرہ روزیِ کس۔

شعر

اسیرِ بند شکم را دو شب نگیرد خواب — شبے ز معدہ سنگی شبے ز دلتنگی

حکمت (۳۱): مشورت با زناں تباہ ست و سخاوت با مفسداں گناہ۔

---

[1] نتوانند دید: حسد کی وجہ سے۔ سگِ بازاری: آوارہ کتا۔ سگِ صیدی: شکار کا پالتو کتا۔ مشغلہ: شور وغل۔
سفلہ: کمینہ۔ بر نیاید: جیت نہیں سکتا۔ بخبثش: اپنی خباثت کی وجہ سے۔ در پوستین افتد: عیب جوئی کرنے لگتا ہے۔
[2] کوتہ دست: کمزور۔ مقال: گفتگو۔ [3] جورِ شکم: بھوک کی زیادتی۔
[4] نیم سیر: آدھے پیٹ۔ سدِّ رمق: جینے کی بقدر۔ تا طبق برگیرند: یعنی جب تک دستر خوان ہی نہ اٹھ جائے۔
عرق بکنند: پسینہ پسینہ نہ ہو جائیں۔ جائے نفَس نماند: سانس لینے کی گنجائش نہ رہے۔
زمعدہ سنگی: معدہ کے پتھر کی طرح بوجھل ہونے کی وجہ سے۔ دلتنگی: بھوک۔

شعر

ترحّم بر پلنگِ[1] تیز دنداں — ستمگاری بود بر گوسفنداں[2]

حکمت (۳۲): ہر کرا دشمن پیش ست[3] اگر نکشد دشمنِ خویش ست۔

بیت

سنگ در دست و مار بر سرِ سنگ — خیرہ رائی[4] بود قیاس و درنگ

وگروہے بخلافِ ایں مصلحت دیدہ اند، وگفتہ اند کہ در کشتنِ بندیاں تامّل اولیٰ ترست بحکم آنکہ اختیار باقی ست، تواں کشت وتواں ہشت، اگر بے تامّل کشتہ شود محتمل ست کہ مصلحتے فوت شود، وتدارکِ مثلِ آں ممتنع باشد۔

مثنوی

نیک سہل ست زندہ بے جاں کرد — کشتہ را باز زندہ نتواں کرد
شرطِ عقل ست[5] صبرِ تیر انداز — کہ چو رفت از کماں نیاید باز

حکمت (۳۳): حکیمے کہ با جہال درافتد[6] باید کہ توقعِ عزّت ندارد، واگر جاہلے بزباں آوری بر حکیمے غالب آید عجب نیست کہ سنگے ست کہ گوہر را می شکند۔

بیت

نہ عجب گر فرو رود نفَسش[7] — عندلیبے غراب ہم قفسش

---

[1] پلنگ: چیتا۔ [2] گوسپند: بکری۔ [3] پیش است: قابو میں ہے۔ [4] خیرہ رائی: کم عقلی۔ بندیاں: قیدی۔
ممتنع باشد: ناممکن ہو۔ نیک: بہت۔
[5] شرطِ عقل است: تیر انداز کو صبر سے کام لینا عقلمندی ہے۔ [6] درافتد: جھگڑا کرے۔ زباں آوری: زبان درازی۔
[7] فرورود نفَسش: وہ حکیم سانس نہ مار سکے۔ عندلیب: بلبل۔ غراب: کوا۔

قطعه

گر ہنرمندے از اوباش [1] جفائے بیند ۔۔۔ تا دلِ خویش نیازارد و درہم نشود
سنگِ بدگوہر اگر کاسۂ زرّیں شکند ۔۔۔ قیمتِ سنگ نیفزاید وزر کم نشود

حکمت (۳۴): خردمندے را کہ در زُمرۂ [2] اجلاف سخن بہ بندد شگفت مدار کہ آواز بربط باغلبۂ دُہل بر نیاید، و بوئے عبیر از گندِ سیر فرو ماند۔

مثنوی

بلند آواز ناداں گردن افراخت ۔۔۔ کہ دانا را بہ بے شرمی بینداخت
نمیداند کہ آہنگِ حجازی ۔۔۔ فروماند ز بانگِ طبلِ غازی

حکمت (۳۵): جوہر اگر در خلاب [3] افتد ہماں نفیس ست، و غبار اگر بر فلک رود ہماں خسیس، استعدادِ بے تربیت دریغ ست و تربیتِ نامستعد ضائع، خاکستر نسبتے عالی دارد کہ آتش جوہرِ علوی ست، ولیکن چوں بنفسِ خود ہنرے ندارد با خاک برابرست، و قیمتِ شکر نہ از نے ست کہ آں خود خاصیّتِ ویست

مثنوی

چو کنعاں [4] را طبیعت بے ہنر بود ۔۔۔ پیمبر زادگی قدرش نیفزود

---

[1] اوباش: بدمعاش۔ تا: ہرگز۔ درہم نشود: رنجیدہ نہ ہو۔ بدگوہر: بداصل۔ کم نشود: یعنی اس کی قیمت نہیں گھٹتی۔

[2] زُمرہ: جماعت۔ اجلاف: کمینے۔ سخن بہ بندد: بات نہ کر سکے۔ شگفت: تعجب۔ بربط: سارنگی۔ دُہل: ڈھول۔ گند: بدبو۔ سیر: لہسن۔ آہنگ: نغمہ۔ حجازی: موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے ایک مقام کا نام ہے۔

[3] خلاب: کیچڑ۔ خسیس: ذلیل۔ استعداد الخ: یعنی اگر صلاحیت ہو اور پھر بھی تربیت حاصل نہ ہو تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ خاکستر: بھوبھل جو آگ سے پیدا ہوتی ہے۔ جوہرِ علوی: آگ کا کرہ دوسرے کروں کے اوپر ہے۔ نے: گنا۔ کہ: بلکہ۔

[4] کنعان: حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا۔

گل از خارست ابراہیمؑ از آزر [2] ۔۔۔ ہنر بنمای گر داری نہ گوہر [1]

حکمت (۳۶): مشک آنست کہ خود ببوید نہ عطار [3] بگوید، دانا چوں طبلۂ عطارست خاموش و ہنر نمای، و ناداں چوں طبلِ غازی بلند آواز و میاں تہی۔

قطعه

عالم اندر میانۂ جہال ۔۔۔ مثلے گفتہ اند صدیقاں
شاہدے درمیانِ کوراں ست ۔۔۔ مصحفے در کنشتِ زندیقاں

پند: دوستے [4] را کہ بعمرے فراچنگ آرند نشاید کہ بیکدم بیازارند۔

بیت

سنگے بچند سال شود لعل پارہ ۔۔۔ زنہار تا بیک نفَس نشکنی بسنگ

حکمت (۳۷): عقل در دستِ نفَس چناں گرفتارست کہ مردِ عاجز در دستِ زنِ گربز [5]۔

شعر

درِ خرّمی [6] بر سرائے ببند ۔۔۔ کہ بانگِ زن از وے برآید بلند

پند: رائے بے قوّت [7] مکر و فسون ست، و قوّتِ بے رائے جہل و جنوں۔

---

[1] نہ گوہر: یعنی نسب کی نمائش کی ضرورت نہیں ہے۔ [2] آزر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد۔

[3] عطار: عطر فروش۔ طبلہ: ڈبہ۔ میان: درمیان۔ مثلے گفتہ اند الخ: یعنی سچے لوگوں نے مثال کے طور پر کہا ہے کہ عالم جاہلوں کے درمیان ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی حسین معشوق اندھوں کے درمیان، یا قرآن پاک کافروں کے آتشکدہ میں۔

[4] دوستے الخ: یعنی دوست بڑی مدت میں بنتا ہے لہٰذا معمولی بات میں اسے ناراض نہ کرنا چاہیے۔ لعل پارہ: پارۂ لعل۔ [5] گربز: مکار، اصل میں گرگ بز تھا، یعنی بھیڑیا بصورت بکری۔

[6] خرّمی: خوشی۔ کہ بانگ الخ: یعنی بیوی اس قدر لڑاکا ہو کہ اس کی آوازیں باہر تک آتی ہوں۔

[7] بے قوّت: یعنی کمزور آدمی ہمیشہ مکر و فریب سے کام لیتا ہے۔

شعر

تمیز باید و تدبیر و عقل وآنگہ مُلک
کہ مُلک و دولتِ[1] ناداں سلاحِ جنگِ خداست

حکمت (۳۸): جوانمرد کہ بخورد وبدہد بہ از عابدے کہ ببردو بنہد۔

پند: ہر کہ ترکِ[2] شہوت از بہرِ قبولِ خلق دادہ است از شہوتِ حلال در شہوتِ حرام افتادہ است۔

شعر

عابد کہ نہ از بہرِ خدا گوشہ نشیند بیچارہ در آئینۂ تاریک چہ بیند

حکمت (۳۹): اندک اندک خیلے شود وقطرہ قطرہ سیلے گردد، یعنی آنکہ قوّت ندارد سنگِ خردہ[3] نگاہ میدارد تاوقتِ فرصت دمار از دماغِ خصم برآرد۔

شعر

قَطْرٌ عَلٰی قَطْرٍ[4] اِذَا تَّفَقَتْ نَهْرٌ وَنَهْرٌ اِلٰی نَهْرٍ اِذَا اجْتَمَعَتْ بَحْرٌ

شعر

اندک اندک بہم شود بسیار دانہ دانہ ست غلّہ در انبار

---

[1] کہ ملک ودولت الخ: یعنی اگر نادان کے ہاتھ حکومت ودولت لگ جاتی ہے تو وہ خدا سے برسرِ پیکار ہوجاتا ہے۔

ببردو بنہد: یعنی بخل کرے۔

[2] ترک دادن: ترک کردن، یعنی لوگوں کو دکھاوے کیلئے حلال چیزوں کو ترک کردینا حرام میں مبتلا ہونا ہے۔

بیچارہ در آئینہ تاریک الخ: یعنی اس کا دل تو تاریک آئینہ ہے اس میں خدا کا جلوہ نظر نہیں آسکتا۔

[3] سنگ خردہ: سنگ ریزہ۔ دمار: ہلاکت۔ [4] قطر علی قطر الخ: جب قطرے کے ساتھ قطرہ جمع ہوتا ہے تو نہر بن جاتی ہے اور جب نہر نہر میں ملتی ہے تو دریا بن جاتا ہے۔ بہم: مل کر۔

حکمت (۴۰): عالم را نشاید[1] کہ سفاہت از عامی بحلم در گذارد، کہ ہر دو طرف رازیاں دارد، ہیبتِ ایں کم شود وجہل آں مستحکم۔

شعر

چوں باسفلہ گوئی بلطف و خوشی فزوں گردش کبر و گردن کشی

حکمت (۴۱): معصیت[2] از ہر کہ صادر شود ناپسند ست واز علما ناخوبتر، کہ عِلم سلاحِ جنگِ شیطان ست، وخداوندِ سلاح راچوں باسیری برند شرمساری بیش برد۔

مثنوی

عامیٔ ناداں پریشاں روزگار بہ زدانشمندِ ناپرہیزگار
کاں بنا بینائی از راہ اوفتاد ویں دو چشمش بود در چاہ اوفتاد

حکمت (۴۲): جان در حمایتِ[3] یکدم ست، ودنیا وجودے میانِ دوعدم، دین بدنیا فروشاں خراند، یوسفؑ را فروشند تاچہ خرند۔ آیت: (اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ)۔[4]

---

[1] عالم را نشاید الخ: یعنی عالم کے لیے ہر وقت مناسب نہیں ہے کہ عوام کی بے وقوفیوں کو معاف ہی کرتا رہے۔

زیان: نقصان۔ ایں: یعنی عالم۔ آں: یعنی عامی۔ مستحکم: مضبوط۔ گردن کشی: تکبر۔

[2] معصیت: گناہ۔ سلاح: ہتھیار۔ خداوند سلاح: یعنی ہتھیار بند۔ باسیری برند: قید خانہ لے جاتے ہیں۔

کہ آں: یعنی نادان۔ از راہ اوفتاد: راستہ سے بھٹک گیا۔

[3] جان در حمایت الخ: یعنی زندگی کا مدار ایک سانس پر ہے۔ میان دوعدم: یعنی نہ پہلے تھی نہ آخر رہے گی۔

دین بدنیا الخ: یعنی دین کو دنیا کے عوض فروخت کردینے والے گدھے ہیں۔

[4] اَلَمْ اَعْهَدْ الآیۃ: اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کروگے؟ (یٰسٓ: ۶۰)

بیت

بقول دشمن[۱] پیمانِ دوست[۲] بشکستی — ببیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی

حکمت (۴۳): شیطان بامخلصاں[۳] برنیاید[۴] وسلطاں بامفلساں۔

مثنوی

گرچہ دہنش زفاقہ بازست — دامش مدہ آنکہ بے نمازست
کو فرضِ خدا نمے گذارد — زقرضِ تو نیز غم ندارد

فرد

امروز[۵] دو مردہ پیش گیرد مرکن — فردا[۶] گوید تر بے ازینجا برکن

حکمت (۴۴): ہرکہ بزندگی نانش نخورند چوں بمیرد نامش نبرند،[۷] لذتِ انگور بیوہ داند نہ خداوندِ میوہ، یوسف صدیق علیہ السلام درخشک سال سیر نخوردے تا گرسنگاں را فراموش نکند۔

مثنوی

آنکہ در راحت و تنعّم[۸] زیست — اوچہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگاں کسے داند — کہ باحوالِ خویش درماند

۱۔ دشمن: یعنی شیطان۔ ۲۔ دوست: یعنی خدا۔ ۳۔ مخلصان: یعنی باخدالوگ۔

۴۔ برنیاید: یعنی موافقت نہیں کرتا۔ دام: قرض۔ غم ندارد: یعنی ادا کرنے کی فکر نہ کرے گا۔ ۵۔ امروز: یعنی قرض مانگنے کے وقت۔ دومردہ پیش گیرد مرکن: یعنی دو آدمیوں کے کھانے کی بقدر لگن بھر کر سامنے رکھے گا، اور قرض سے خوب مزے اڑائے گا۔ ۶۔ فردا: یعنی جب قرض مانگنے والا تقاضہ کرے گا۔ تر بے ازینجا برکن: یعنی پشمیں اکھاڑلو۔

۷۔ نامش نہ برند: یعنی لوگ بخیل کو مرنے کے بعد یاد نہیں کرتے۔ بیوہ داند: چونکہ مشقت سے حاصل کرتی ہے۔

سیر نخوردے: پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے۔ ۸۔ تنعّم: نازونعمت۔ درماند: عاجز ہو۔

قطعہ

ایکہ برمرکبِ تازندہ[۱] سواری ہشدار — کہ خرِ خارکشِ سوختہ درآب وگل ست
آتش از خانۂ ہمسایۂ درویش مخواہ — کانچہ ازروزنِ او میگذرد دُودِ دل ست

پند: درویشِ ضعیف حال را در خشکیٔ تنگ سال مپرس کہ چونی[۲] الاّ بشرطِ آنکہ مرہمے برریش نہی ومعلومے پیش۔

قطعہ

خرے کہ بینی وبارے بہ گل درافتادہ — بدل بروشفقت کن ولے مروبسرش[۳]
کنونکہ رفتی و پرسیدیش کہ چوں افتاد — میاں ببند وچومرداں بگیر ذنبِ خرش

حکمت (۴۵): دوچیز مخالفِ عقل ست: خوردن بیش ازرزقِ مقسوم[۴]، ومردن پیش ازوقتِ معلوم۔

قطعہ

قضا دگر نشود[۵] در ہزار نالہ و آہ — بشکر یا بشکایت بر آید از دہنے
فرشتہ کہ وکیل ست بر خزائنِ باد — چہ غم کند کہ بمیرد چراغِ پیرزنے

پند: اے طالبِ روزی! بنشیں[۶] کہ بخوری، واے مطلوبِ اجل! مروکہ جاں نبری۔

۱۔ تازندہ: کودنے والا۔ خارکش: لکڑہارا۔ دُود: دھواں۔

۲۔ چونی: یعنی آپ کی گزربسر کیسے ہوتی ہے۔ ریش: زخم۔ معلوم: یعنی روپیہ پیسہ۔ بار: بوجھ۔

۳۔ مروبسرش: اس کے پاس نہ جا۔ میاں ببند: کمربستہ ہوجا۔ ذنب: دم۔

۴۔ رزق مقسوم: جتنا رزق مقدر میں ہے۔ وقتِ معلوم: یعنی موت کا جو وقت معین ہے۔

۵۔ دگرنشود: نہیں بدلتی۔ بمیرد چراغ: چراغ بجھے۔

۶۔ بنشیں: یعنی مارامارا نہ پھر۔ بخوری: یعنی خودبخود مقدر کا رزق پہنچ جائے گا۔ اجل: موت۔ مرو: نہ بھاگ۔

قطعه

جهد[1] رزق ار کنی وگر نکنی — برساند خدائے عزّ وجل
ور روی در دہانِ شیر وپلنگ — نخورندت مگر بروزِ اجل

حکمت (۴۶): توانگرِ فاسق کلوخِ زراندود ست، و درویشِ صالح شاہدِ خاک آلود، و این یکے دلقِ موسیٰؑ ست مرقّع و آں ریشِ فرعون مرصّع، ولیکن شدّتِ نیکاں روی در فرج دارد، و دولتِ بداں سر در نشیب۔

قطعه

ہر کرا جاه و دولت[2] ست بداں — خاطرِ خستہ در نخواہد یافت
خبرش دہ کہ ہیچ دولت و جاه — بسرائے دگر نخواہد یافت

حکمت (۴۷): حسود از نعمتِ حق بخیل ست کہ بندۂ بیگناہ را دشمن میدارد۔

قطعه

مردکے[3] خشک مغز را دیدم — رفتہ در پوستینِ صاحب جاه
گفتم اے خواجہ گر تو بدبختی — مردمِ نیک بخت را چہ گناه

---

[1] جهد: کوشش۔ ار: اگر۔ ور: اور اگر۔ روزِ اجل: موت کا دن۔ کلوخ زراندود: ڈھیلا جس پر سونے کے پانی کا ملمع ہو۔ شاہد خاک آلود: وہ معشوق جس کا حسن غبار میں چھپا ہوا ہو۔ این: یعنی شاید۔ مرقّع: پیوند زدہ۔ مرصّع: جڑاؤ۔ روی در فرج دارد: یعنی اس کا رُخ کشادگی کی طرف ہے۔ سر در نشیب: یعنی عنقریب ختم ہو جائے گی۔

[2] جاه و دولت: مال و دولت۔ خستہ: محتاج۔ در: زیادہ ہے۔ خاطر نخواہد یافت: دل جوئی نہیں کرتا۔ سرائے دگر: یعنی عالم آخرت۔ حسود: حاسد۔ ز نعمتِ حق بخیل است: چونکہ وہ چاہتا ہے کہ کسی دوسرے پر اللہ کا کوئی انعام نہ ہو۔

[3] مردک: ذلیل انسان۔ خشک مغز: پاگل۔ رفتہ در پوستین: عیب جوئی کرتا تھا۔

قطعه

الا[1] تا نخواہی بلا برحسُود — کہ آں بختِ برگشتہ خود در بلاست
چہ حاجت کہ باوَے کنی دشمنی — کہ وے را چناں دشمن اندر قفاست

حکمت (۴۸): تلمیذِ[2] بے ارادت عاشقِ بے زر ست، و روندۂ بے معرفت مرغِ بے پر، و عالمِ بے عمل درختِ بے بر، و زاہدِ بے علم خانۂ بے در[3]۔ مراد از نزولِ قرآں تحصیلِ سیرتِ خوب ست نہ ترتیلِ سورتِ مکتوب، عامیِ متعبّد پیادہ رفتہ ست و عالمِ متہاون سوارِ خفتہ، عاصی[4] کہ دست بردارد بہ از عابد کہ در سر دارد[5]۔

بیت

سرہنگِ لطیف خوی دلدار — بہتر ز فقیہِ مردم آزار

قول: یکے را گفتند: عالمِ بے عمل بہ چہ ماند؟[6] گفت: بزنبورِ بے عسل۔

بیت

زنبورِ درشت بے مروّت را گوی — بارے چو عسل نمیدہی نیش مزن

قول: مردِ بے مروت زن ست[7] و عابد باطمع راہزن۔

---

[1] الا: آگاه۔ تا: ہرگز۔ دشمن اندر قفاست: یعنی اس کا حسد خود اس کا دشمن ہے جو اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

[2] تلمیذ: شاگرد۔ بے ارادت: یعنی جس کے دل میں استاد کا احترام نہ ہو۔ عاشق بے زر: یعنی محروم۔

[3] خانۂ بے در: یعنی وہ گھر جس پر کواڑوں کا دروازہ نہ ہو جب چاہے چور گھر میں گھس جائے، زاہد بے علم کو شیطان جس وقت چاہے گمراہ کر سکتا ہے۔ نزول: اترنا۔ تحصیل: حاصل کرنا۔ متہاون: عمل میں سستی کرنے والا۔

[4] عاصی: گنہگار، یعنی جو فرائض ادا نہیں کرتا۔ دست بردارد: یعنی توبہ کے لیے یا غریبوں کو خیرات دینے کے لیے۔

[5] در سر دارد: یعنی کبر وغرور۔ سرہنگ: سپاہی۔ لطیف خوی: نرم عادت۔

[6] بچہ ماند: کس چیز کے مشابہ ہے۔ زنبور بے عسل: بدون شہد کی مکھی۔ عسل: شہد۔ نیش: ڈنک۔

[7] زن است: مروّت مردانگی ہے۔

قطعه

اے بناموس[1] جامہ کردہ سپید — بہر پندارِ خلق و نامہ سیاہ
دست کوتاہ باید از دنیا — آستیں چہ دراز[2] و چہ کوتاہ

حکمت (۴۹): دوکس را حسرت از دل نرود و پائے تغابن از گل برنیاید:[3] تاجرِ کشتی شکستہ[4]، و وارث باقلندراں نشستہ[5]۔

قطعه

پیشِ درویشاں[6] بود خونت مباح — گر نباشد درمیاں مالت سبیل
یا مرو با یارِ ازرق[7] پیرہن — یا بکش برخان[8] ماں انگشتِ نیل
یا مکن با پیلباناں دوستی — یا بنا کن خانۂ در خوردِ پیل[9]

حکمت (۵۰): خلعتِ[10] سلطاں اگرچہ عزیز ست جامۂ خلقانِ خود ازاں بعزّت تر۔ وخوانِ بزرگاں

---

[1] بناموس: عزت کی خاطر۔ نامہ: اعمال نامہ۔

[2] آستیں چہ دراز الخ: دنیادار زیب وزینت کے لیے لمبی آستین رکھتے تھے اور عبادت گزار وضوء کی ضرورت کے لیے چھوٹی آستین بناتے تھے۔

[3] پائے تغابن از گل برنیاید: یعنی جس نقصان کی دلدل میں اس کا پیر پھنسا ہے اس سے نہیں نکل سکتا۔

[4] تاجر کشتی شکستہ: یعنی جس تاجر کی کشتی دریا میں ٹوٹ گئی ہو اور مال سمندر میں تہ نشین ہو گیا ہو۔

[5] وارث باقلندراں نشستہ: یعنی وہ شخص جو مال کا وارث ہو اور اس نے قلندروں کی صحبت اختیار کر لی ہو، جن کی عادت ہی مال کو ضائع کرنا ہے۔

[6] درویشاں: یعنی قلندر۔ گر نباشد الخ: یعنی اگر تیرا مال فی سبیل اللہ وقف نہیں ہے۔

[7] یارِ ازرق پیرہن: وہ دوست جس نے نیلا لباس پہن رکھا ہو، مراد قلندروں کی جماعت۔

[8] خانِ: ''خانہ'' کا مخفف۔ مان: سامان۔ انگشت نیل کشیدن: چھوڑ دینا۔ پیلبان: ہاتھی بان۔

[9] درخورِ پیل: یعنی ہاتھی کے مناسب گھر تعمیر کرتا کہ وہ اپنا ہاتھی وہاں لا سکے۔

[10] خلعت: جوڑا جو انعام میں ملے۔ خلقان: پرانا۔ خوان: یعنی دسترخوان کا کھانا۔

اگرچہ لذیذ خردۂ انبانِ[1] خویش ازاں بہ لذّت تر۔

بیت

سرکہ از دستِ رنجِ خویش و ترہ[2] — بہتر از نانِ دہ خدائے و برہ

حکمت (۵۱): خلافِ راہِ صواب ست، و عکسِ رائے ''أُولُو الْأَلْبَابِ''[3] دارو بگماں خوردن و راہِ نادیدہ بے کارواں[4] رفتن۔ امامِ مرشد محمد غزالی رحمہ اللہ را پرسیدند کہ چگونہ رسیدی بدیں منزلت در علوم؟ گفت: بدانکہ ہرچہ ندانستم از پرسیدنِ آں ننگ ندانستم۔

قطعه

امیدِ عافیت آنگہ بود موافقِ عقل — کہ نبض را بہ طبیعت شناس بنمائی
بپرس ہرچہ ندانی کہ ذلِّ[5] پرسیدن — دلیلِ راہِ تو باشد بعزِّ دانائی

حکمت (۵۲): ہرچہ دانی کہ ہر آئینہ معلومِ تو خواہد شد پرسیدنِ آں تعجیل مکن کہ ہیبتِ سلطنت را زیاں دارد۔

قطعه

چو لقماں دید کاندر دستِ داؤد — ہمیں آہن بمعجز[6] موم گردد
نپرسیدش چہ می سازی کہ دانست — کہ بے پرسیدنش معلوم گردد

قول: ہر کہ بابداں نشیند اگرچہ طبیعتِ ایشاں نگیرد لیکن بطریقِ ایشاں متّہم گردد، چنانکہ

---

[1] انبان: نری، یہاں مراد وہ کشکول گدائی ہے جو نری کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔

[2] ترہ: ترکاری۔ دہ خدائے: یعنی خدائے دہ بمعنی زمیندار۔ برہ: بکری کا بچہ۔

[3] أُولُو الْأَلْبَاب: عقلمند لوگ۔ دارو: دوا۔ بگمان خوردن: یعنی اثرات کا یقین نہ ہوتے ہوئے دوا کھانا۔

[4] کاروان: قافلہ۔ ننگ: عیب۔ امید عافیت: صحت کی امید۔ طبیعت شناس: ماہر حکیم

[5] ذلّ: ذلت۔ عزّ: عزت۔ ہر آئینہ: بہرحال۔ تعجیل: جلدی۔ زیاں: نقصان۔

[6] بمعجز موم گردد: حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا۔

اگر شخصے بخرابات[1] رود بنماز کردن منسوب گردد بخمر خوردن۔

مثنوی

رقم بر خود بنادانی کشیدی — کہ ناداں را بصحبت برگزیدی
طلب کردم زدانایاں یکے پند — مرا گفتند: باناداں مپیوند
کہ گر دانائے دہرے خر بباشی — وگر نادانی ابلہ تر بباشی

حکمت (۵۳): حلمِ شتر چنانکہ معلوم ست اگر طفلے مہارش گیر دو صد فرسنگ بَرد گردن از متابعتش برنہ پیچد، امّا اگر درّہ ٔ ہولناک پیش آید کہ موجبِ ہلاک باشد و طفل آنجا بنادانی خواہد رفتن زمام از کفش درگسلاند و دیگر مطاوعت نکند، کہ ہنگامِ درشتی ملاطفت مذموم ست، و گویند: دشمن بملاطفت دوست نگردد بلکہ طمع دشمنی زیادت کند۔

قطعہ

کسے کہ لطف کند با تو خاکِ پایش باش — وگر خلاف کند در دو چشمش آگن خاک
سخن بلطف وکرم با درشت خوی مگوی — کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بسوہاں پاک

حکمت (۵۴): ہر کہ در پیشِ سخنِ دیگراں افتد تا مایۂ فضلش بدانند پایۂ جہلش شناسند۔

قطعہ

ندہد مردِ ہوشمند جواب — مگر آنگہ کزو سوال کنند

[1] خرابات: ویرانہ، مراد شراب خانہ۔ خمر: شراب۔ رقم: علامت۔ خر: گدھا۔ ابلہ: بے وقوف۔
حلم: بردباری۔ متابعت: پیچھے پیچھے چلنا۔ موجب: سبب۔ زمام: مہار۔ مطاوعت: فرمانبرداری۔
ملاطفت: نرمی۔ طمع: لالچ۔ لطف: مہربانی۔ درشت خوی: بدمزاج۔ سوہان: ریتی۔
درپیش سخن دیگراں افتد: دوسروں کی بات کاٹ کر اپنی شروع کرے۔ فضل: بزرگی۔ پایہ: مرتبہ۔

گرچہ برحق بود فراخ سخن[1] — حملِ دعویش بر محال کنند

حکمت (۵۵): ریشے درونِ جامہ داشتم و شیخ رحمہ اللہ ہر روز پرسیدے کہ چون ست و نپرسیدے کہ کجاست۔ دانستم کہ ازاں احتراز می کند کہ ذکرِ ہمہ عضوے روا نباشد، و خردمنداں گفتہ اند: ہر کہ سخن نسنجد از جواب برنجد۔

قطعہ

تا نیک ندانی کہ سخن عینِ صواب است — باید کہ بگفتن دہن از ہم نکشائی
گر راست سخن گوئی و در بند بمانی — بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی

حکمت (۵۶): دروغ گفتن بضربتِ لازم ماند کہ اگر نیز جراحت درست شود نشاں بماند، نہ بینی کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام بدروغے کہ موسوم شدند برراست گفتنِ ایشاں اعتماد نہ ماند، (قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا)[2]

قطعہ

یکے را کہ عادت بود راستی — خطائے رود[3] در گذارند ازو
وگر نامور شد بنا راستی — دگر راست باور ندارند ازو

[1] فراخ سخن: زیادہ بولنے والا۔ محال: ناممکن۔ ریش: زخم۔ شیخ: یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ، سعدی رحمہ اللہ کے پیر۔ احتراز: پرہیز۔ روا نباشد: مناسب نہیں ہوتا۔ سخن نسنجد: بات ناپ تول کر نہیں کہتا۔
عین صواب است: بالکل درست ہے۔ در بند بمانی: قید خانہ میں پڑا رہے۔ ضربت لازم: وہ چوٹ جس کا نشان نہ جائے۔ جراحت: زخم۔ موسوم شد: نام دھرا گیا۔ اعتماد: بھروسہ۔
[2] بَلْ سَوَّلَتْ الآیۃ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ حضرت یوسف کو بھیڑیے کے پھاڑنے کا قصہ تمہارا من گھڑت ہے۔ (یوسف:۱۸)
[3] خطائے رود: اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔ گذارند: لوگ درگذر کر دیتے ہیں۔ نامور: مشہور۔ باور: یقین۔

حکمت (۵۷): اجلِ[۱] کائنات از روئے ظاہر آدمی ست و اذلِ[۲] موجودات سگ، و باتفاق خردمنداں سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس[۳]۔

قطعہ

سگے را[۴] لقمہ ہرگز فراموش — نگردد گر زنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلۂ را — بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

حکمت (۵۸): از نَفَس پرور ہنر پروری نیاید و بے ہنر سروری[۵] را نشاید۔

مثنوی

مکن رحم بر مردِ بسیار خوار — کہ بسیار خوار ست بسیار خوار
چو گاوٗ ار ہمی بایدت فربہی — چو خر تن بجورِ کساں در دہی

حکمت (۵۹): در انجیل آمدہ است کہ اے فرزندِ آدم! اگر توانگری دہمت[۶] مشتغل شوی بمال از من واگر درویش کنمت تنگدل نشینی، پس حلاوتِ ذکرِ من کجا دریابی وبعبادتِ من کے شتابی۔

قطعہ

گہ اندر نعمتے مغرور و غافل — گہ اندر تنگدستی خستہ و ریش
چو در سرّا[۷] وضرّا حالت اینست — ندانم کے بحق پردازی از خویش

---

[۱] اجل: سب سے بزرگ۔ [۲] اذل: سب سے ذلیل۔ [۳] ناسپاس: ناشکرگذار۔

[۴] سگے راالخ: کتاایک لقمہ کااحسان نہیں بھولتا۔ سفلہ: کمینہ۔ نفس پرور: جس کوصرف اپنی لگی ہو۔

[۵] سروری: سرداری۔ مردبسیارخوار: پیٹو آدمی۔ خوار: ذلیل۔ ار: اگر۔

[۶] توانگری دہمت: اگر تجھے مالدار بناتا ہوں۔ مشتغل: مشغول۔ حلاوت: شیرینی۔

[۷] سراء: خوش حالی۔ ضراء: تنگدستی۔ ازخویش: یعنی اپنی فکر چھوڑ کر۔

حکمت (۶۰): ارادتِ[۱] بیچوں یکے راازتختِ شاہی فرود آرد و یکے رادر شکمِ ماہی نکودارد[۲]۔

بیت

وقت ست خوش آں راکہ بود ذکرِ تو مونس — ور خود بود اندر شکمِ حُوت چو یونس

حکمت (۶۱): اگر تیغِ قہر برکشد نبی وولی، سر در کشد[۳]، واگر غمزۂ لطف بجنباند بداں رابہ نیکاں در رساند۔

قطعہ

گر بہ محشر خطابِ قہر کند — انبیا را چہ جائے معذرت است
پردہ از روئے لطف گو بردار — کاشقیا[۴] را امیدِ مغفرت است

حکمت (۶۲): ہر کہ بتادیبِ دنیا راہِ صواب برنگیرد وبتعذیبِ عقبیٰ گرفتار آید، (وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ)۔[۵]

فرد

پندست خطاب[۶] مہتراں آنگہ بند — چوں پند دہند نشنوی بند نہند

پند: نیک بختاں بحکایت وامثال پیشینگاں پند گیرند ازاں پیش کہ پسینیاں[۷] بواقعۂ او مثل زنند، ودزداں دست کوتاہ نکنند تا دستِ شان کوتاہ نکنند۔

---

[۱] ارادت: ارادہ۔ بیچوں: بے مثال، یعنی خدا تعالیٰ۔ [۲] نکودارد: بہتر حالت میں رکھے، جیسے حضرت یونس علیہ السلام۔

[۳] سردرکشد: سرنگوں ہوجائیں۔ غمزہ: آنکھ مارنا۔ معذرت: عذرخواہی۔

[۴] اشقیاء: بدبخت، گنہگار۔ مغفرت: معافی۔ تادیب: ادب سکھانا۔ تعذیب: عذاب دینا۔ عقبیٰ: آخرت۔

[۵] وَلَنُذِيقَنَّهُمُ الآية: ہم ان کو آخرت کے عذاب سے قبل دنیا کا عذاب چکھائیں گے۔ (السجدۃ:۲۱)

[۶] پندست خطاب الخ: یعنی بڑے آدمی ابتداءً ناراضی کا اظہار پند ونصیحت کی صورت میں کرتے ہیں، اگر نہ سنا جائے تو پھر قید وبند میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ امثال: کہاوتیں۔ پیشینگان: اگلے زمانے کے لوگ۔

[۷] پسینیاں: پچھلے زمانہ کے لوگ۔ مثل زنند: بطور قصہ کہانی بیان کریں۔ دست شان کوتاہ نکنند: جب تک ان چوروں کا ہاتھ نہ کاٹ دیں۔

قطعہ

نرود مرغ سوئے دانہ فراز[1]   چوں دگر مرغ بیند اندر بند
پند گیر از مصائبِ دگراں   تا نگیرند دیگراں بتو پند

حکمت (۶۳): آں را کہ گوشِ ارادت گراں[2] آفریدہ اند چوں کند کہ بشنود، وآں را کہ کمندِ سعادت می برد چہ کند کہ نرود۔

قطعہ

شبِ تاریکِ دوستانِ خدای[3]   می بتابد چو روز رخشندہ
ویں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رُباعی

از تو بکہ نالم[4] کہ دگر داور نیست   وزدستِ تو ہیچ دست بالا تر نیست
آں را کہ تو رہ دہی کسے گم نکند   واں را کہ تو گم کنی کسے رہبر نیست

حکمت (۶۴): گدائے نیک انجام بہ از بادشاہِ نافرجام[5]۔

بیت

غمے کز پیش شادمانی[6] بری   بہ از شادئے کز پسش غم خوری

---

۱ فراز: آگے۔ پند گیرالخ: دوسروں کی مصیبت سے عبرت حاصل کرلے۔ ۲ گراں: بہرے۔ کمند: پھانسہ۔
۳ شب تاریک دوستان خداالخ: خدا کے دوستوں کی تاریک رات بھی روز روشن کی طرح چمکتی ہے۔ ویں: یعنی خدا کی دوستی۔
۴ ازتو بکہ نالم: یعنی تیری فریاد کس سے کروں۔ داور: حاکم۔ رہ دہی: ہدایت یاب بنائے۔
۵ نافرجام: بدعاقبت۔ ۶ غمے کزالخ: یعنی وہ غم اچھا جس کے بعد خوشی حاصل ہوجائے۔

حکمت (۶۵): زمیں را از آسمان نثارست[1] و آسماں را از زمین غبار، کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ[2]۔

فرد

گرت خوئے من آمد ناسزاوار[3]   تو خوئے نیکِ خویش از دست مگذار

حکمت (۶۶): خداوند تبارک وتعالیٰ می بیند و می پوشد و ہمسایہ نمی بیند و می خروشد۔

نعوذ باللہ اگر خلق غیب داں[4] بودے   کسے بحالِ خود از دستِ کس نیاسودے

حکمت (۶۷): زر از معدن بکان کندن بدر آید واز دستِ بخیل بجاں کندن۔

قطعہ

دونان نخورند گوش دارند   گویند امید بہ کہ خوردہ
روزے بینی بکامِ دشمن   زر ماندہ و خاکسار مردہ

حکمت (۶۸): ہر کہ برزیرِ دستاں نہ بخشاید بجورِ زبردستاں گرفتار آید۔

مثنوی

نہ ہر بازو کہ دروے قوت ہست   بمردی عاجزاں را بشکند دست
ضعیفاں را مکن بر دل گزندے   کہ درمانی بجورِ زور مندے

حکایت (۶۹): درویشے بمناجات درمی گفت: یارب! بربداں رحمت کن کہ بر نیکاں خود رحمت کردہ کہ مرا ایشاں را نیک آفریدہ۔

حکمت (۷۰): عاقل چوں خلاف درمیاں آید بجہد و چوں صلح بیند لنگر بنہد کہ آنجا سلامت بر کنارست وانیجا حلاوت درمیاں۔

حکمت (۷۱): مقامر را سہ شش میباید ولیکن سہ یک برمی آید۔

---

۱ نثارست: یعنی آسمان زمین پر پانی برساتا ہے۔ ۲ کُلُّ اِنَاءٍ الخ: ہر برتن وہی ٹپکاتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔
۳ ناسزاوار: نامناسب۔ می پوشد: یعنی عیب چھپاتا ہے۔ می خروشد: برائیاں بیان کرتا ہے۔
۴ غیب داں: ان دیکھی چیزوں کو جاننے والا۔ معدن: کان۔ بجاں کندن: مار ڈالنا۔

بیت

ہزار بار چراگاہ خوشتر از میداں ولیک اسپ ندارد بدستِ خویش عناں

حکایت (۷۲): اوّل کسے کہ علَم [1] برجامہ کرد و انگشتری در دستِ چپ جمشید بود، گفتندش: چرا زینت بچپ دادی کہ فضیلت راست راست؟ گفت: راست را زینتِ راستی تمام است۔

قطعہ

فریدون گفت نقاشانِ چین را کہ پیرامونِ خرگاہش بدوزند
بداں را نیک دار اے مردِ ہشیار! کہ نیکاں خود بزرگ و نیک روزند

حکایت (۷۳): بزرگے را پرسیدند کہ چندیں فضیلت کہ دستِ راست راست خاتم در انگشتِ چپ چرا می کنند؟ گفت: ندانی کہ اہلِ فضیلت ہمیشہ محروم باشد۔

شعر

آنکہ حظ آفرید و روزی سخت یا فضیلت ہمی دہد یا بخت

حکمت (۷۴): نصیحتِ پادشاہاں مسلَّم کسے راست کہ بیمِ سر ندارد یا امید زر۔

مثنوی

موحّدِ چہ در پائے ریزی زرش چہ شمشیرِ ہندی نہی بر سرش
امید وہراسش نباشد زکس برین ست بنیادِ توحید و بس

---

[1] علم: نقش ونگار۔ دستِ چپ: بایاں ہاتھ۔ راستی: داہناپن۔ تمام است: مکمل ہے۔
پیرامون: اطراف۔ خرگاہ: بڑاخیمہ۔ حظ: نصیبہ۔ بخت: مقدر۔ بیم سر: سر جانے کا خوف۔
موحد: جو صرف خدا کو مانتا ہو۔ وبس: توحید صرف یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

حکمت (۷۵): شاہ از بہرِ دفعِ ستمگاران [1] ست و شحنہ برائے خونخواراں، وقاضی مصلحت جوئے طرّاراں [2]، ہرگز دو خصم بحق راضی نروند پیشِ قاضی۔

قطعہ

چو حق معائنہ دانی کہ می بباید داد بلطف [3] بہ کہ بجنگ آوری و دلتنگی
خراج اگر نگزارد کسے بہ طیبِ نفس بقہر ازو بستانند و مرد سرہنگی

حکمت (۷۶): ہمہ کس را دنداں بترشی کُند گردد مگر قاضیاں را کہ بہ شیرینی۔

شعر

قاضی کہ برشوت بخورد بیخ خیار [4] ثابت کند از بہرِ تو صد خر پزہ زار

حکمت (۷۷): قحبۂ پیر از نابکاری چہ کند کہ توبہ نکند و شحنۂ معزول از مردم آزاری۔

بیت

جوانِ گوشہ نشیں [5] شیرِ مردِ راہِ خداست کہ پیر خود نتواند زگوشۂ برخاست

فرد

جوانِ سخت پے باید کہ از شہوت پرہیزد
کہ پیرِ سُست رغبت را خود آلت برنمی خیزد [6]

---

[1] دفع ستمگاران: ظالموں کو ظلم سے روکنا۔ شحنہ: کوتوال۔ خونخوار: قاتل۔
[2] طرار: جیب تراش۔ خصم بحق الخ: یعنی دو ایسے شخص جو اپنے اپنے حق پر راضی ہوں ان کو قاضی کے یہاں حاضر ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ می بباید داد: یعنی واجب الاداء ہے۔ [3] بلطف بہ: اس کو نرمی سے ادا کردینا ہی بہتر ہے۔
طیب نفس: خوش دلی۔ مرد سرہنگی: سپاہی۔ کُند گردد: ترشی کھانے سے دانت کھٹے ہوجاتے ہیں۔
[4] بیخ خیار: ککڑی کی جڑ مراد تھوڑی سی چیز۔ خر پزہ زار: خربوزے کا کھیت۔ قحبۂ پیر: بوڑھی رنڈی۔
معزول: برخاست شدہ۔ [5] جوانِ گوشہ نشین: یعنی نیک۔ سخت پے: جس کے پٹھے مضبوط ہوں۔
[6] آلت برنمی خیزد: یعنی شہوت نہیں ہوتی۔ بر: پھل

حکمت (۷۸): حکیمے نامور را پرسیدند کہ درختاں را کہ خدائے عزّ وجلّ آفریدہ است و برومند[1] ہیچ یک را آزاد نخواندہ اند مگر سرو را کہ ثمرہ ندارد، گوئی دریں چہ حکمت ست؟ گفت: ہر یکے را دخلے معین ہست بوقتے معلوم گہے بوجودِ آں تازہ اند، وگاہے بعدمِ آں پژمردہ، و سرو را ہیچ ازیں نیست، وہمہ وقت خوش ست واینست صفتِ آزادگاں۔

قطعہ

بریں کہ میگذرد دل منہ کہ دجلہ بسے ۔۔۔ پس از خلیفہ بخواہد گذشت در بغداد
گرت زدست برآید چو نخل باش کریم ۔۔۔ ورت زدست نیاید چو سرو باش آزاد

حکمت (۷۹): دو کس مردند وتحسرّ بردند: یکے آنکہ داشت ونخورد ودیگر آنکہ دانست ونکرد۔

قطعہ

کس نہ بیند بخیلِ فاضل را ۔۔۔ کہ نہ در عیب گفتنش باشد
ور کریمے دو صد گنہ دارد ۔۔۔ کرمش عیبہا فرو پوشد

---

[1] مند: صاحب: مند سے پہلے اگر وہ دوحرفی کلمہ ہوتا ہے تو اس سے پہلے واؤ کا اضافہ کردیتے ہیں جیسے: تومند۔
یکے را آزاد نخواندہ اند: بجز سرو کے کسی کو آزاد نہیں کہا جاتا ہے۔
دخل معیّن: متعین آمدنی۔ گہے: کبھی۔ ہیچ ازیں نیست: نہ پھل آتا ہے نہ پھل توڑا جاتا ہے۔
ایں کہ می گذرد: یعنی جو کہ فانی ہے۔ دل منہ: دل نہ لگا۔ دجلہ: بغداد کا مشہور دریا۔
خلیفہ: یعنی خلفائے بنی عباس۔ نخل: کھجور۔ کریم: سخی۔ تحسرّ: حسرت۔
کس نہ بیند الخ: یعنی ایسا کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ بخیل فاضل کی عیب جوئی کی کوشش نہ کرتے ہوں۔
کریم: سخی۔ کرم: سخاوت۔

خاتمۃ الکتاب

تمام شد کتاب گلستان، واللّٰہ المستعان بتوفیقِ باری عزّ اسمہ، دریں جملہ چنانکہ رسمِ[1] مؤلفان ست از شعرِ متقدّماں تلفیقے نرفت۔

بیت

کہن خرقۂ خویش پیراستن ۔۔۔ بہ از جامۂ عاریت خواستن

غالب گفتارِ سعدی طرب انگیز ست وطیبت آمیز، کوتہ نظراں را بدیں زبانِ طعن دراز گردد کہ مغزِ دماغ بیہودہ بردن ودودِ چراغ بے فائدہ خوردن کارِ خردمنداں نیست، ولیکن بر رائے روشنِ صاحبدلاں کہ روئے سخن در ایشان ست پوشیدہ نماند کہ دُرِّ موعظتہائے شافی در سلکِ عبارت کشیدہ است وداروئے تلخِ نصیحت بشہدِ ظرافت برآمیختہ، تا طبعِ ملولِ انساں از دولتِ قبول محروم نماند۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

مثنوی

ما نصیحت بجائے خود کردیم ۔۔۔ روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس ۔۔۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

---

[1] رسم: عادت۔ متقدمان: اگلے لوگ۔ تلفیق: ترتیب۔ نرفت: یعنی اس کتاب میں کسی دوسرے شاعر کا شعر نہیں ہے۔
عاریت: ادھار مانگنا۔ طرب: مستی۔ طیبت: پاکیزگی۔ دُود: دھواں۔
صاحبدلان: اہل باطن۔ دُر: موتی۔ موعظتہائے: نصیحتیں۔ سلک: لڑی۔ ملول: رنجیدہ۔
روزگار: زمانہ۔ گوش رغبت: یعنی نصیحت کو قبول کرنے والا کان۔ رسولاں: پیغام رساں

قطعہ

يَا نَاظِرًا فِيْهِ سَلْ بِاللّٰهِ مَرْحَمَةً ۔۔۔ عَلَى الْمُصَنِّفِ وَاسْتَغْفِرْ لِصَاحِبِهٖ[1]

وَاطْلُبْ لِنَفْسِکَ مِنْ خَيْرٍ تُرِيْدُ بِهَا ۔۔۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ غُفْرَانًا لِکَاتِبِهٖ

قطعہ

لَوْ أَنَّ لِيْ يَوْمَ التَّلَاقِ مَكَانَةً ۔۔۔ عِنْدَ الرَّؤُوْفِ لَقُلْتُ: يَا مَوْلَانَا

أَنَا الْمُسِيْءُ وَأَنْتَ مَوْلًى مُحْسِنٌ ۔۔۔ هَا قَدْ أَسَأْتُ وَأَطْلُبُ الْإِحْسَانَا

تَمَّتْ

تاریخ تصنیفِ گلستان

دراں مدّت کہ مارا وقت خوش بود ۔۔۔ زہجرت ششصد و پنجاہ وشش بود

مُرادِ ما نصیحت بود و گفتیم ۔۔۔ حوالت با خدا کردیم و رفتیم

---

[1] یَانَاظِرًافِیْهِ الخ: اے اس کتاب کو پڑھنے والے اللہ سے مصنف پر رحمت نازل کرنے کی درخواست کر اور صاحب کتاب کے لیے مغفرت چاہ۔

وَاطْلُبْ الخ: اور اپنے نفس کے لیے جو بہتری چاہے طلب کر اس کے بعد کاتب کے لیے مغفرت چاہ۔

لَوْاَنَّ لِیْ الخ: اگر مجھے قیامت کے دن اللہ کے پاس کوئی جگہ مل گئی تو میں کہوں گا: اے میرے مولا۔

اَنَاالْمُسِیْءُ الخ: میں گنہگار ہوں تو احسان کرنے والا آقا ہے۔ میں نے برے کام کیے ہیں تجھ سے احسان چاہتا ہوں۔

فرہنگ "گلستان"

باب الالف

استقصا: تمام درگرفتن

صبا: بامداد

افشا: اظہار کردن

صفا: پاکیزگی

عبا: گلی۔کملی

قرا: دوروزدیک

ابا: انکار

عنا: رنج

قفا: پسِ گردن

شتا: زمستان

مصلّی: جانماز

مسا: شبانگاہ

خطا: نام ولایت وقصور

انشا: نو پیدا کردن

کدخدا: صاحبِ خانہ

سما: آسمان

حصا: سنگریزہ

اشتہا: گرسنگی وآرزو

بینوا: فقیر

ملجا: جائے پناہ

محابا: مروت ورعایت وصلح

امضا: گذرانیدن

اشقیا: بدبختاں

املا: پرکردن

جلسا: ہمنشیناں

مینا: شیشہ

ہماناً: ضرور

احشا: دل وجگروروده

تولّا: دوستی

مدارا: بایکدیگر صلح کردن

شیدا: دیوانہ

سودا: خیالات

یغما: غارت

شفا: تندرستی

وفا: موافقت

جفا: جوروظلم

باب الباء

اولوالالباب: خردمنداں

شباب: جوانی

ارباب: خداونداں

منجلاب: چہ بچہ

بواب: دربان

خلاب: آب وگل کہ درراہ پامی باشد

دواب: چہار پایان

ادیب: خردمند، ادب کنندہ

غریب: نادروبےشہر، بینوا

رقیب: نگاہبان

تہذیب: آراستن

طیب: خوشبو

آسیب: صدمہ

نہیب: ترس

شکیب: صبر

مرہوب: ترسانیدہ شدہ

آشوب: فتنہ

حسب: پنداشتن

عذب: شیریں

عقب: پس پیچھے

کلب: سگ، کتا

شغب: شور

شعب: درۂ کوہ، گھاٹی

منصب: جائے اقامت

صعب: دشوار
مقرب: نزدیک
حلب: نامِ ولایت
حرب: جنگ
قصب: نے، بانس
مترقب: منتظر
طرب: خوشی
قطب: نام ستارہ
کعب: شتالنگ، تختہ
مستوجب: واجب کردہ شدہ

باب التاء

قربت: نزدیکی
رحلت: کوچ وتفرقہ
عزلت: کنج گوشہ نشینی
فتوت: جوانمردی
صولت: حملہ ودبدبہ
نزہت: خوشی وتازگی
فسحت: بالضم، فراخی
نصرت: یاری
جبلت: عادتِ قدیم
کربت: اندوہ
فطنت: زیرکی

خبرت: آگاہی وآزمائش
حدت: تیزی وگرمی
صفوت: پاکیزگی
فطرت: آفرینش ودانائی
صنعت: کاریگری
سطوت: دبدبہ وبلندی
طلعت: روئے برآمدن آفتاب
مودت: دوستی
بہجت: شادی
شنعت: بدی
عصمت: نگہداشتن ازگناہ
ثروت: توانگری
مکنت: بزرگی
طیبت: خندیدن وسخن گفتن
نکبت: نحوست، بلا
انابت: بازگشتن
بلاغت: رسیدگی
عنایت: یاری خواستن
شفاعت: خواہش
شماتت: شادی وخوش کامی دشمنان
سیاقت: راندن
بضاعت: پارہ مال

ملالت: رنجیدگی
کفایت: بسندگی
کفارت: بدلۂ گناہ
معالجت: داروکردن
مرافقت: ہمراہی
خصومت: دشمنی
خجالت: شرمندگی
اطاعت: بندگی
مہابت: ترس
ظرافت: دانائی وسخن باریک
طراوت: تازگی
آفت: بلاوترس
مقالت: گفتگو
حراست: نگہبانی کردن
ریاست: مہتری
جسارت: دلیری
سیاحت: گشتن
صباحت: نیک مردی وروشن روئے
ملاحت: نمکداری
مزاحت: خندیدگی
بطالت: بیکاری
رایت: نیزہ، جھنڈا

ضیافت: مہمانی کردن
استطاعت: توانائی
صلابت: درشتی
غرامت: تاوان
مثابت: بازگشتن، گاہ ومنزل
سماحت: جوانمردی
وقاحت: زشتی وگستاخی
استعارت: عاریت آوردن
سفاہت: کمینگی ونادانی
مباسلت: شجاعت
مجاورت: ہمسائگی کردن
مبارزت: بایکدیگر جنگ کردن
مزیت: افزونی
عزیمت: قصد
مقاومت: برابری
ملاطفت: بایکدیگر لطف کردن
مواجہت: بایکدیگر دیدن
مصارعت: بایکدیگر پہلوانی کردن
معاتبت: سرزنش کردن
مخالطت: بایکدیگر آمیختن
منادمت: پشیمان شدن
مسامحت: بایکدیگر یاری کردن

مضایقت: تنگی
منازعت: بایکدیگر جنگ کردن
مزجات: بضاعتِ اندک
بنات: دختران
درکات: مرتبہ ہائے
صیّت: آوازہ
معیشت: زندگانی
خشونت: درشتی
مؤنت: رنج ومحنت
معونت: یاری کردن
فرتوت: سخت زال
ممقوت: دشمن داشتہ شدہ
بروت: بسلت ہندی، مونچھ
جبہت: بالفتح، پیشانی
ہنگفت: درشت
اردی بہشت: نام ماہِ ربیع
زشت: بد
کنشت: بت خانہ
عقوبت: پاداش عذاب
کدورت: تیرگی وشکررنجی
عشرت: زندگانی
منفعت: سود

باب الثاء

غیاث: فریادرسی وفریادرس
وارث: میراث گیرندہ
حادث: نوپیداشوندہ
بحث: بایکدیگر کشادکردن
خبث: پلیدی
لیث: شیرونام مرد

باب الجیم

لوج: احول، بھینگا
عوج: کجی، ٹیڑھاپن
اوج: بلندی
عاج: دندانِ فیل
اماج: ہدف گاہ وجای نشانہ
نسیج: جامہ ابریشم
پسیج: قصد
سلنج: لب بریدہ، نامِ مردے
گنج: مال
دسترنج: مشقت
تفرج: تماشا

باب الحاء

سلاح: آلت
فرح: خوش

طرح: افگندن

مستقبح: زشت، برا

ساح: پیمائندہ زمین

مساح: گردندہ

طالح: بدی کنندہ

ملیح: نمکین

مسیح: نام مہتر عیسیٰ علیہ السلام

صلح: آشتی کردن

باب الخاء

بلخ: نامِ ولایت

ملخ: جراد، ٹڈی

لاخ: سخت

توبیخ: سرزنش کردن

کاخ: مکان

راسخ: استوار

پاسخ: جواب

فرخ: مبارک

برخ: بعضے

زرنیخ: ہڑتال

شیخ: پیر، بوڑھا

بیخ: اصل، جڑ

باب الدال

خوید: سبزی، سبزہ

کلید: کنجی

ورید: رگِ گردن

مستفید، فائدہ گیرندہ

جاوید: ہمیشہ

بید: نامِ درختِ بے بر

برید: قاصد

صید: شکار

فرود: پائیں، نیچے

رود: سرود نالہ

تعبد: عبادت گذاردن

ممد: دراز کردہ شدہ

مجرد: تنہا

منقود: فی الحال دادہ شدہ

متعود: بازگردندہ

مہد: گہوارہ

الوند: نامِ کوہے

سمند: نامِ اسپ

مستمند: حاجتمند

قزاگند: پنبہ آگندہ

مرداد: ماہ تابستان

عناد: ستیز وضد

جماد: سنگ، پتھر

برد: ٹھنڈ وچادر

ورد: گلاب

گرد: پہلوان

سرہ مرد: خالص نیک مرد

وحید: تنہا

عضد: بازو

درود: درد دیدن

مقود: قصاص گیرندہ

مکائد: مخالف مکرہا

موائد: مائدہا

ناقد: سرہ کنندہ

تقاعد: نشستن

ناساعد: ناموافق

ابد: ہمیشہ

درخورد: لائق

باب الذال

ملاذ: جائے پناہ

معاذ: جائے پناہ

منفذ: رہگذر کارواں

متعوذ: پناہ جویندہ

تلمیذ: شاگرد

ماخوذ: گرفتہ شدہ

نافذ: رواں کنندہ

باب الراء

تہور: مردانگی

دمار: ہلاک

طرار: کیسہ بر

تبار: خاندان وہلاکی

استبصار: بینا شدن

استحقار: خوار داشتن

دوار: بسیار دور کنندہ

دیار: ملک وبلاد

استظہار: یاری خواستن وپشت پناہ

زنہار: پناہ

تیمار: غمخواری کردن

عیار: مکار وکیسہ بُر

تاتار: نامِ ولایت

عیار: آزمائش

سنجار: نام مقامے

گندنازار: کشت پیاز دشتی بدبوی

ذوالفقار: نام تیغ حضرت علی رضی اللہ عنہ

بیطار: طبیبِ چارپایاں

حصار: قلعہ واحاطہ

ظہیر: پشت ویاری دہندہ

تقصیر: درنگ کردن

عنبر: خوشبو

صریر: آواز قلم

نفیر: نالہ وآواز

تشویر: پشیمانی ہلاکت

خطیر: بزرگ

توفیر: افزونے

منکر، انکار کنندہ

بذر: تخم، بیج

کاغذِ زر: ہنڈوی

عبیر: خوشبو

مبذر: اسراف کنندہ

مسخر: فرماں بردار

شرر: پارۂ آتش

فر: بزرگی

مہر: محبت وآفتاب

نذر: آنچہ واجب کنند

ذکر: یاد کردن

زجر: کوفتن

کسر: شکستن

نصر: یاری

سکر: مستی

زہر: بالضم شگوفہ

محضر: جائے حضور

جعفر: جوی خرد وپدر قبیلہ از بنی عامر

متبحر: بسیار دان

مدبر: دانا

متصور: تصور کردہ شدہ

بصائر: بینائیہا ونامِ کتاب

سائر: روندہ وباقی

شاطر: دلاور، چالاک

ضاجر: ملول شوندہ

کاشغر: نام مقامے

مقامر: قمار بازندہ

نوادر: نادرہا

منابر: جمع منبر

تجاسر: دلیری کردن

آزر: پدرِ ابراہیم علیہ السلام

کفور: ناسپاس

دستور: وزیر

زنبور: مگس، انگبیں، بھڑ

سنور: گناہ گاری

سنّور: گربہ، بلی

عین القطر: چشمہٴ تارکول

باب الزاء

عز: بزرگی

خز: جامہٴ ابریشمی

رز: انگور

نوروز: اول روز کہ آفتاب در حمل شود

تموز: تابستان

عجوز: پیرزن، بڑھیا

اعجاز: معجزہ

ایجاز: اختصار

طراز: نقش

ستیز: جنگ کردن

مویز: انگورِ خشک

پشیز: ریزگاری

مرکز: پیچ

چرخ انداز: کمند انداز چکر زننده

فراز: کشادہ

ژاژ: بیہودہ

گربز: مکار وحیلہ گر

انباز: شریک

کنز: گنج، خزانہ

جہاز: ساختگی

مبارز: جنگی

آز: طمع وحرص

باب السین

نفس: جان وخون وتن

قفس: پنجرہ

ناموس: نام وننگ

عروس: زن ومرد کتخدا جمع اول

عرائس وجمع ثانی عرس

فسوس: ظرافت واستہزا

استیناس: الفت کردن

خروس: مرغ

جلیس: ہمنشیں

نفیس: پاک وعمدہ

تلبیس: مکروفریب

برجیس: مشتری

باب الشین

عرش: تختِ سقف

عیش: زندگانی

جیش: لشکر

کیش: دین

ریش: خستگی

خروش: شوروغوغا

حلقہ بگوش: مطیع

آغوش: کنار

سیاہ گوش: نام جانور، درندہ

تفتیش: کاویدن وتنگ جستجو کردن

غلمش: بادشاہ از ترکستان

العطش: تشنگی پیاس

پاداش: جزا، سزا

یکتاش: نام

خیلتاش: نام

تکش: بادشاہ ترکان

تاش: صاحب

بطش: سخت گرفتن وحملہ کردن

باب الصاد

رقص: پاکوفتن

نغص: تیرہ کردہ شدہ عیش

مخلص: یارِ بے نفاق

غواص: غوطہ زن

قصاص: بدلہ خون گرفتن

خاص: معروف نہد عام

اخلاص: دوستی کردن

خلاص: بمعنی رہائی ورَسن

باب الضاد

اعراض: روی گردانیدن

فرض: باندازہ کردن

تعرض: پیش آمدن

معرض: محل پیش آمدن

عارض: عرض دہندہ لشکر وکنارہٴ رخسار

معارض: مقابل

خوض: در رسیدن

مخفوض: شکستہ شدہ

باب الطاء

بساط: بالکسر گستردنی

سماط: دسترخوان کہ بروے طعام کشند

رباط: بالفتح مسافرخانہ

اخلاط: آمیختن

مخیط: بالکسر سوزن

قط: بریدن

سقط: افتادہ، مردن

نفط: معروف

حبط: بالفتح باطل شدن ثواب وعمل

بسیط: جائے فراخ

محیط: احاطہ دار، درگیرندہ

باب الظاء

وعظ: پند، نصیحت

الفاظ: لفظہا

محفوظ: نگاہداشتہ شدہ

ملحوظ: نگریستہ شدہ

غیظ: غصہ

غلیظ: سطبر، موٹا

حظ: نصیب ومزہ

باب العین

بدیع: نادر

منیع: بلند

تودیع: امانت نہادن

تصدیع: دردِ سر کشیدن

ربیع: نامِ فصل

مطاع: اطاعت کردہ شدہ

قاع: زمینِ ہموار

ارتفاع: بلند شدن

مطبوع: مرغوب

مستمع: شنوندہ

متسع: وسیع

متمتع: برخوردار

نطع: بساط

نزع: کشیدن

فزع: ترسیدن

ورع: پرہیزگاری

جزع: گریستن وشکیبائے کردن

قلع: کندیدن

تطوع: فضل، حکم ماننا

تضرع: زاری کردن

تصنع: روش نیکو کردن از خود

مرصع: ملمع

باب الفاء

اعتراف: پذیرفتن

مصاف: جائے جنگ

کفاف: روزگار

گزاف: گفتارِ بیہودہ

عفاف: پارسائی

عراف: نامِ جائے میانِ دوزخ وبہشت

مالوف: الفت کردہ شدہ

معروف: ساختہ شدہ

فیلسوف: دانا

تعنیف: سرزنش کردن ودرشتی کردن

حریف: ہم پیشہ

ظریف: دانا

لطیف: باریک بین
عنیف: درشت سخن
تلفیف: پیچیدن
کہف: غار و پناہ
زحف: لشکر کشیدن بسوئے دشمن
خرف مرد: تباہ عقل و کلاں سال
کشف: ظاہر کردن

باب القاف

مستغرق: غرق کردہ شد
متعلق: آویختہ شدہ
تملق: چاپلوسی
ازرق: کبود چشم
بیذق: پیادۂ شطرنج
حاذق: دانا
باسق: بلند
واثق: استوار
نسق: طریق
دلق: پوستین
خلق: خوی و عادت
حلق: خراشیدنِ موئے
رمق: بقیۂ جان
عرق: خوی

حلق: احاطہ کنندہ
خفچاق: نامِ دشت
تریاق: زہر مہرہ
اعتاق: آزاد کردن
طاق: ایوان
صداق: کابین
نیاق: جمع ناقہ
دبیق: نوعی از جامہ ابریشم

باب الکاف

تاک: درختِ انگور
باک: ترس
ماناک: مشابہ
ادراک: دریافتن
خنک: سرد
چنگ: نامِ ساز
فرہنگ: دانائی
فرسنگ: سہ کردہ
خرسک: نام بازیست
آہنگ: عزم و نام سازے
فرنگ: ولایتِ انگریزاں
سرہنگ: پیادہ دستگی حاکم
ارژنگ: مرقع

تدارک: سرزنش، دریافتن
تارک: ترک کنندہ
آہک: چونا
اتابک: سعد زنگی بادشاہ
ملک: ولایت

باب اللام

جلال: بزرگی
زلال: آبِ شیریں
خصال: خصلتہا
متعال: بزرگ برتر
مقال: گفتار
عیال: خیل خانہ
لال: گنگ
بتہال: زاری کردن و گریستن
زال: پیر
بال: بازو دل و کار
بدسگال: بداندیش
عاجل: دنیا
آجل: عقبیٰ
ارمل: مفلس
ارامل: جمع ارمل
انامل: سرانگشتان

جمل: شتر
حمل: بار
تامل: فکر کردن
امل: امید
نحل: مگس انگبین
ہزل: مسخرگی
جدل: جنگ
بذل: بخشش
عزل: بالفتح بیکار کردن
اجل: مہلت و مرگ
وصل: پیوند
فصل: جدا کردن
حنظل: ایلوا
حیل: حیلہ ہا
دغل: ناسزا و فریب
غل: زنجیر
عسل: شہد
وحل: کیچڑ
اہل: سزاوار، اولاد
مترسل: نویسندہ
مہل: مگذار
تکاہل: کاہلی

تناول: خوردن
تطاول: ظلم
نیل: نامِ جوئے
رحیل: کوچ و تفرقہ
عدیل: مساوی
تاویل: بیان کردن
توکیل: سپردن
جہول: نادان
مامول: امید داشتہ شدہ
حلول: فرود آمدن
دخول: در آمدن

باب المیم

کام: مقصود، حلق
گام: قدم
مشام: بینی ہا، ناک
خرطوم: بینیٔ فیل
مقوم: راست دارندہ و قیمت کنندہ
الیم: دردناک
انام: مردماں، مخلوق
ازدحام: انبوہے
حطام: اندک مال
فرجام: آخرکار

عزم: قصد
جرم: گناہ
امم: گروہ
عجم: نامِ ولایت
نجم: ستارہ
حرم: نام زمین کہ گرد کعبہ است
نعم: بناز و نعمت پروردہ شدہ
خرم: خوش
فراہم: جمع
تلاطم: طپانچہ زدن
ذمائم: بدیہا
ملائم: مناسب
ارزم: جنگ
خوارزم: نامِ ولایت
مشموم: بوئیدہ
ندیم: ہمنشین بزرگان و پشیمان

باب النون

بوستاں: باغ
گلستاں: گلزار
اوان: وقت
ریحان: نامِ گیاہی خوشبو دار
ضمیران: نامِ گیاہے

کنعان: نام پسر نوح علیہ السلام و نامِ شہر
ایوان: محل
الوان: رنگہا
انبان: زنبیل
عنفوان: اولِ جوانی
عنوان: سرنامہ
لمعان: روشنائی
سکان: باشندگان، کشتی و دنبالہ
چوپان: گلہ بان
بیکران: بیحد
پیل دمان: پیل مست
شیر ژیان: شیر غضب آلود
لبنان: نامِ کوہ
جہان: جہندہ
مغیلان: نامِ درخت
خاردار: ہندی ببول
اردشیر بابکان: نامِ شاہ
پیکان: تیر
دودمان: خیل خانہ
خاربنان: خارزار
ہمدان: نامِ ولایت
ہمعنان: موافق

بخردان: صاحبِ عقلان و ہوشمندان
میمون: مبارک
داژدن: بدبخت
پیرامون: گرد بگرد
زبون: ناقص و زشت
مصئون: نگاہداشتہ شدہ
من: منت
تلون: رنگ برنگ
قرائن: علامات
پائیدن: قرار گرفتن
نوردیدن: پیچیدن
ورزیدن: اختیار کردن
آشفتن: غصہ شدن
فروماندن: عاجز شدن
شتافتن: دویدن
شنیدن: بوئیدن
گرائیدن: میل کردن
کاہیدن: کم شدن
سپر انداختن: شکست تسلیم کردن

باب الواو

علو: برتر
عدو: دشمن

ریو: مکر و فریب
غریو: آوازِ آسیا شور
سہو: فراموش
محو: دور کردن
لہو: بازی
سرو: نامِ درخت
پرتو: روشنائی
نیرو: قوت
جزو: پارہ، حصہ
عضو: پارچہ از تن
بانو: خاتون

باب الھاء

فواکہ: میوہا
مایہ: اصل چیزے
کافہ: گروہ
مراقبہ: نگاہداشتن
مکاشفہ: متوجہ کردن دل بخدا
عصارہ: آنچہ بفشاردن برآید
سنگلاخہ: جائے بسیار سنگ
کجاوہ: ہودج
واقعہ: افتندۂ حادثہ
باہرہ: ظاہر

دیباچہ: شروع چیز
ہرآینہ: معروف
مشاطہ: آرایندہ
آزادہ: معروف
فرومایہ: کمینہ
سابقہ: پیشین
خزانہ: جائے سیم و زر
کلاسہ: نام مقام
مطائبہ: مزاح
پراگندہ: منتشر، جداگانہ
قراضہ: ریزۂ زر
پایندہ: ہمیشہ
مجادلہ: خصومت کردن
ناصیہ: پیشانی
ہموارہ: ہمیشہ
جادہ: راہ
قبالہ: دستاویز
حبالہ: بالکسر دام
تتمہ: تمامی
حلیہ: آراستگی
قرطہ: گوشوارہ، بندا
درجہ: مرتبہ

فتنہ: آزمائش
کرشمہ: بگوشہ، چشم نگریستن
زمرہ: گروہ
شبہ: پوت
سرہ: مردِ دانا
شرہ: حریص
ابلہ: نادان
بیشہ: خانۂ شیر
پیشہ: ہنر
مژدہ: خوش خبری
غصہ: اندوہ گلوگیر
ہرزہ: بیہودہ
طبلہ: صندوقچہ کوچک
موجہ: سخن پسندیدہ
زہرہ: طاقت
دقیقہ: باریک
بزہ: گناہ
ملاطیہ: نامِ شہر
طیرہ: عجلت و سبکی، ہلکاپن
تیرہ: تاریک
دریوزہ: گدائی
برکہ: حوضِ آب

خجستہ: مبارک
زمزمہ: آواز
بہرہ: نصیب
آبگینہ: شیشہ
وسمہ: داغ
بدرقہ: رہبر
ورطہ: گرداب
شیوہ: طریقہ
فقیرہ: زن فقیر
کرم پیلہ: کرم ابریشم
عربدہ: افترا و جنگ
عرصہ: کشادگی
ذخیرہ: مایہ
ثقبہ: سوراخ
جعبہ: ترکش
لدغہ: گزیدنِ مار
جذبہ: کشیدن
غرفہ: بالاخانہ
نعرہ: بانگ کردن
افواہ: دہنہا، منہ
شکوہ: عظمت

باب الیای

ہمای: مرغیست کہ استخواں میخورد
لآلی: جمع لولو، مروارید
ایادی: نعمتہا
مناہی: ممنوعات
بردِیمانی: چادرِ یمانی
وادی: بیابان
ہیولانی: مادی
حرامی: دزد
دجی: شب تاریک
ماضی: آنچہ گذشتہ شدہ
اذیٰ: رنجانیدن
ماویٰ: جائے پناہ
تہی: خالی
منجلی: روشن
نعی: خبرِ مرگ
سعی: کوشش
سروری: بزرگی
روسپی: قحبہ
نواحی: اطراف
صخرجنی: نام دیو
بختی: شترِ بزرگ

ہنی: گوارا
برکی: بمعنی بافتہ ابریشمی
مستولی: غالب
مستغنی: بے نیاز
مشتری: ستارہ وخریدار
کروبی: نوعی از فرشتگان
تعدی: ظلم کردن
منقضی: گزشتہ
کسریٰ: لقبِ نوشیروان
لغوی: بیہودہ گو
پرواری: منسوب بہ پروار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قابلِ صد احترام علماءِ عظام ومعزز طلباء کرام

گاباسنز کی یہ کوشش ہے کہ محکمہ اوقاف سندھ اور ملک کے نامور دینی اداروں کے تعاون سے حتی الوسع اغلاط سے پاک دلکش ومعیاری کتب مناسب ہدیہ پر آپ کو فراہم کی جاسکے۔اس کے باوجود اگر بتقضائے بشری کوئی غلطی رہ گئی ہو جو آپ کے مطالعہ میں آئی ہو یا آپ ادارہ کو کوئی مفید تجویز دینا چاہتے ہوں تو ازراہِ کرم بذریعہ خط، فون، واٹس ایپ یا ای میل مطلع فرمائیں تاکہ بروقت ازالہ ہوسکے۔ادارہ اس پُرخلوص معاونت پر آپ کا بے حد مشکور وممنون رہے گا۔

جزاک اللہ!

محکمہ اوقاف حکومت سندھ

رجسٹریشن نمبر 106 / Rg. 76-21
ترتیب نمبر 034
تاریخ اجراء حیدرآباد/کراچی 22-3-2024

رجسٹریشن سرٹیفیکیٹ

تصدیق کی جاتی ہے کہ فرد/کمپنی اداریس گاباسنز اردو بازار اردو منزل کراچی

کو اشاعت قرآن پاک (طباعتی اغلاط سے مبرا) ایکٹ ایل' آئی' وی ۱۹۷۳ء کے تحت بطور ,,ناشر قرآن،، رجسٹرڈ کرلیا گیا ہے

دستخط ناظم اعلیٰ محکمہ اوقاف سندھ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند ناپسندیدہ لوگ

۱) فساد پھیلانے والے۔	(سورۃ مائدہ: ۶۴)
۲) ظلم کرنے والے۔	(آل عمران: ۱۴۰)
۳) حد سے تجاوز کرنے والے	(البقرۃ: ۱۹۰)
۴) تکبر کرنے والے اور شیخی خور	(النساء: ۳۶)
۵) اسراف (یعنی فضول خرچی) کرنے والے	(الاعراف: ۳۱)
۶) خیانت کرنے والے	(النساء: ۱۰۷)
۷) بدعہدی کرنے والے	(الأنفال: ۵۸)
۸) گھمنڈ کرنے والے	(النحل: ۲۳)
۹) ناشکری اور گناہ کرنے والے	(البقرہ: ۲۷۶)
۱۰) اترانے والے	(القصص: ۷۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند پسندیدہ لوگ

۱) توبہ واستغفار کرنے والے	(البقرہ: ۲۲۲)
۲) طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والے	(التوبہ: ۱۰۸)
۳) نیکیاں کرنے والے	(آل عمران: ۱۳۴)
۴) صبر کرنے والے	(آل عمران: ۱۴۶)
۵) عدل وانصاف کرنے والے	(الحجرات: ۹)
۶) تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرنے والے	(التوبہ: ۴)
۷) اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنے والے	(آل عمران: ۱۵۹)
۸) اللہ کی راہ میں صف باندھ کر لڑنے والے	(الصف: ۴)
۹) نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے والے	(آل عمران: ۳۱)

978-969-545-422-2

9 789695 454220

ہدیہ 195.00 روپے

GABA

گابا سنز

اردو منزل، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی پاکستان

Ph: +92 21 32628266, +92 21 32636565

Fax: +92 21 32630606

email:gabasons@gabaedu.com

website:www.gabaedu.com